

# اثبات الایمان والبیعت

مَقْفَعًا

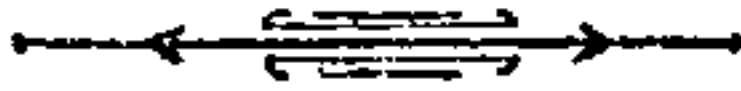
حضرت مولانا یحییٰ عبدالجبار صاحب غزنوی



ناشر  
حق سینیٹری مارٹ لہائی بازار سیالکوٹ



# دیباچہ چہرے دوم



حضرات کتاب اثبات الالہام والبیعتہ باولئہ اکتسابہ حراستہ  
 الملقب بہ تضحیک الالہام علی تحقیق الکلام کا عنقریب ان نام کتاب چہرے  
 ظاہر ہے۔ آج سے تقریباً ایک سو ساٹھ پیشتر مشہور بقول مسند نام نہاد  
 عالم مولوی غلام علی قصوری نے ایک رسالہ تحقیق الالہام نامی  
 الہام و بیعت کے رد اور تصوف و سائیک کے بارے میں جو کہ  
 بارے میں لکھا۔ اس میں کہی ٹھیک نہیں کہ اس میں کچھ بیعت  
 و عویدار گزرم نما جو فروش عوفیوں نے ہر زمانہ میں اس کے ذریعے  
 سارہ لوح عوام کے دین و مال کو لوٹا ہے۔ تاہم میرا تو یہ پیری کچھ  
 میں رہنروں کا قصور ہے۔ نہ اس فن کا چنانچہ اس وقت تک  
 جید علماء اہل حدیث مثلاً نواب صدیق حسن خاں صاحب سید  
 نذیر حسین صاحب مولانا محمد حسین صاحب لاہوری۔ اور  
 مشہور مفسرین عالم مولانا عبدالحق صاحب لاہوری صاحب  
 تائید سے مولانا سید محمد داؤد صاحب غزلی صاحب لاہوری  
 اہل حدیث مغربی پاکستان لاہور کے والد بزرگوار حضرت مولانا  
 سید عبدالباق صاحب غزلی نے یہ کتاب مسند نام نہادوں

مولوی قسور نے کی خاطر ان کو فاسق کرنے اور الہام و بیعت کو  
 کیا شب و لذت سے تیار کر کے لکھی۔ بعد میں جو ام الناس  
 کے نفع کی خاطر مولوی محمد حسن صاحب مرحوم نے آج سے  
 (۱۸۰) اسی برس پہلے اس کا ترجمہ اردو زبان میں شائع کیا۔ ضروری  
 زمانہ سے یہ کتاب نا پید تھی۔ کہ جتنی محدث بقیتہ السلف حضرت  
 صفی محمد عبداللہ صاحب (فیض یافتہ عالم اعلیٰ صوفی بے بہا) حضرت  
 رشید احمد محدث گنگوہی نور اللہ مرقدہ) بٹالوی عالی درجہ سیرت الیٰ ضلع  
 سیالکوٹ کی فرمائش پر حضرت مولانا سید محمد واثر صاحب غزنوی  
 مدظلہ العالی نے خصوصاً مولانا کریم فرمائی کہ یہ ہے اپنے کتب خانہ خاص  
 سے نکلوا کر بغرض مدد اللہ مرحومت فرمائی۔ بعد میں حضرت موصوف کی خواہش  
 ہوئی۔ کہ عمرنی فیض رسائی کی خاطر اس کو شیعہ کرایا جائے۔ چنانچہ  
 اس بار عزیز کو اس نا چیز نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے  
 کمزور کا تھوڑے پر اٹھانے کا بیڑا اٹھایا۔ جو اللہ کی توفیق سے  
 پورا ہو کر آپ حضرت کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سبب سے کہ یہ کتاب  
 بہت سی غلط فہمیوں کو جنم دینے کا باعث ہوگی۔ سب سے  
 اخیر میں اصناف سید بارہ کے عنوان سے اسے اس موضوع پر ضرورتاً  
 کے دو ماہی ناز مسلح عالم مجدد اور محدث حضرات اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث  
 دہلوی (۱۲) حضرت مجدد الف ثانی مرندی کے ارشادات کو شائع کیا جا رہے۔  
 ہیں اپنی اس نا چیز کو سندس کو حضرت مجدد کے نام

نامی معنون کرتا ہوں۔

ایں ہدیہ نامہ پیر گرام اقبال قبولِ خاطر  
باشتم عزیز و مقربانم از ہمہ بیجا

طالبِ دعا

احقر فضل الحق کان اللہ لہ

ر شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ

5/-

قیمت پانچ روپے

بارہ روز تعداد ۱۰۰۰  
منظومہ :- اقبال پرنٹنگ پریس سیالکوٹ شہر



جاءتكم من ربكم ان الباطل كان زهوقا

له الحمد والمنة وله الشكر والنعمة له رسالة شريفة وكرام  
 جميلة وردتكم من الهام وبهية ونقص كلام فقرة ودية

بسم الله الرحمن الرحيم  
 يا ذا الجلال والإكرام  
 يا ذا الجلال والإكرام  
 يا ذا الجلال والإكرام

بسم الله الرحمن الرحيم  
 يا ذا الجلال والإكرام  
 يا ذا الجلال والإكرام

۱۹۲۹  
۲۲  
۱۶۹۲۹

# مستی به

معلوم آنکه در تمام الحروف و لایلی اثبات الهام و بیعت از کتاب و سنت و  
 کلام کبری امت درین رساله تحفه انوان دینی نمود یقین که از مطالعه اش روح شکوه  
 و اولیام طالعیان حق خواهد شد اما اهل تعصب و حسد ضرور چون و چرا نخواهند نمود لهذا  
 بخود مشتاقان عرض میشود که اگر کدام دلیل از کتاب و سنت یا نقلی از کلام کبری  
 است و از حد پیش گذرد عاراً بجز سبها و طایفه هیچ جواب نیست و الا ناسخ اوقات  
 تعیین ضرور پانته به تسوید اوزاق از آراء و کبکبه و توجیهات فاسده نفرمایند و خود  
 را مصداق آیه کفره و من الناس من یجادل فی الله بغیر علم و الا بدی و لا کتاب منیر  
 مگر و از آن حضور زبانه تیر خوت نمایند و انقوا الیما ترجمون فیما الی الله ثم لونی کل  
 نفس ما کسبت و هم لا یظلمون و در این رساله در اصل به زبان فارسی  
 بود جناب مستظالم صاحب را که شاقب و مالک هم صاحب شاب بلخ  
 که جوان قصبه شفق بنویسند و مولوی محمد حسین صاحب  
 تفسیر او بسیار به کمال است و تمام وقاید نام به زبان سلیس از دور مع تفصیل  
 در شرح اختصار محلی و اختصار در محل تطویل محلی ترجمه نموده است  
 حمدان احمد عن شرک الواسع بیراه الله فی الدارین خیرا

بیت: ...



بِقِيَابِ حَقِّ الْبَارِكِ فَيَدْفَعُ مَا هُوَ أَهْلَقَ لِكُلِّ رَأْسٍ تَصِيْفًا مَوْجُودًا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي جعل البيعة موجب الرضوان والسلام  
وخص بعض عبادته بالتحليل والالهام والصلوة والسلام  
على من بيعته بيعته الرحمن بحكم القرآن وبيعتنا خلفائه  
بيعتهم كما بيعته بيعة النبي وان وعظ الله واصحابه واتباعه  
الذين فيهم من فازوا بتكليم الغيب الاعلام وبنوا لوامق الخطايا  
من الله الملك العلام

بعد حمد و صلوة کے برادران دینی کو روانہ ہوا۔ جو سب سے بارہ سو اٹھانوے  
ہجری میں ایک رسالہ مولفہ مولوی غلام علی قصوری راقم الحروف کی نظر سے پڑا۔  
بنظر الصافہ و تحقیق اول سے مشورہ سے بغور و فکر تمام اس کا مرطابہ کیا۔  
اور اختلاف معانی اور مخالفت اور نقص کلام کے سوا یہ بڑا نقص نظر آیا کہ اس کی  
تعلیمات سراسر طریقہ اہل حق کے برخلاف ہیں۔ اور مصنف کو اہل اللہ سے عناد ہے  
پھر خیال آیا کہ مبارک یہ خود اپنی فہم کا قصور ہے۔ احتیاطاً پانچ نسخے رسالہ مذکورہ کے  
خرید کر نامی گرامی علماء کی خدمت میں روانہ کئے۔ پہلا نمبر ایک رسالہ بخیرت مولانا  
سید محمد نذیر حسین صاحب مدظلہ، دو سیرا بخیرت سید نواب صدیق حنیف صاحب  
تیسرا بخیرت شریف مولوی محمد حسین صاحب لاہوری، چوتھا بخیرت سانی مولوی

22.5.71  
سید محمد نذیر حسین - لاہور  
P.S. 5.00



عبدالغنی صاحب لکھنوی اور ایک رسالہ اپنے مطالعہ کے واسطے رکھا۔ تاکہ مکرر  
 نظر کی جا سکے۔ چونکہ بعض اشخاص حق منقولہ تھا۔ خود بھی نظر انصاف سے دیکھا۔  
 اور دیگر بزرگان سے ہوا اپنے وقت میں اساتذہ فن حدیث و تفسیر میں۔ انھوں نے  
 لکھا۔ الحمد للہ کہ سب کی رائے میری رائے سے موافق اور متفق ہوئی۔ یہ ایک  
 عمدہ دوست کے خط سے معلوم ہوا۔ کہ نواب صدیق حسرت خان صاحب سلمہ اللہ  
 نے مولوی غلام علی کے رسالہ کو دیکھ کر یہ بھی کہا۔ کہ ہم آج تک مولوی غلام علی  
 کو عالم جانتے تھے۔ مگر اس کی اس شخصیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بالکل علم  
 سے عاری ہے۔ اور بعض سیاق اور مولوی بدیع الزمان کو فرمایا۔ کہ آپ مولوی  
 اس کا رد لکھیں۔ اور وہ رسالہ ہی انہیں کو دے دیا۔

## نقل خط مولوی سید محمد زکریا حسین صاحب

از عاجز محمد نذیر حسین بمطالعہ گرامی مولوی عبد الباقی سلمہ الشارح عن شراثرانہ  
 بعد از سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ واضح باد کہ نامہ نامی مدد رسالہ شخص معلوم  
 رسیدہ کاشف مدعا گردیدہ منشا الیہ از مذاق اہل شرح صاف و دلچیزہم من انظار  
 الی النور و شرح اسباب آن رہنمور است۔ لہذا در رسالہ او اختلال بالافعال  
 واقع شدہ تقسیم ناقص ہے بے بصیرت چہ شناسد سخن کاغذی را تلخ و شیرین  
 بہ مذاق دلی رہنمور کیست۔ لازم کہ آن صاحب از متمسکات کتاب و سنت و  
 کلام کبیرہ اسے امرت از سلف و خلف تحقیق بعنوان احسن مجاہد می نماید۔ در  
 غیر تحریر آلودہ آلودہ گوئی ہر بہوش سازند کہ حق حقیق از شائئہ باطل  
 متمیز بودہ پیرایہ حلال اہل سلوک گردد۔

## نقل خط مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی

از عبدالحی عفی اللہ عنہ بخدمت شریف مولوی عبدالحی صاحب دام لطفہ سلام  
 مستوفی الاسلام قبول یاد بورد و عتبات ایتنا ناعز محنون عنیت و لہر ہون صورت گشت  
 ترجمہ مال مرحوم آن مکرم کہ سابقا رسالی فرمودہ برونہ رسید انشاء اللہ تعالیٰ  
 آنرا درج تاریخ خواہم کرد۔ رسالہ قصور می پڑا از قصور و فتور ست پدی اللہ  
 مستوفی سبیل اللہ کا بیٹا اللہ بسم اللہ تمفر سے پیدا گشت۔ جو اب حیا ہلوں با  
 شومشی مہر ہند انشاء اللہ بوقتہ فرستاد تو جو کورہ خواہے گشت۔ مولوی  
 محمد حسین صاحب لاہور کے خط کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ آپ کا رسالہ مرسلہ  
 ہمارے پاس پہنچا۔ اور مطابقت میں آیا۔ سو اسے شرفیہ قلیاہ امرتسر  
 کے کسی کے نزدیک اپنہ پیرہ اور قابل اعتبار نہ ہو گا۔ راقم  
 سے بوقتہ تحریر ہوا اپنی شیخ کی رعیت کو مد نظر رکھا۔ اور کتاب  
 اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال اور آثار اکابر امت کے  
 سوا اور کسی چیز سے تمسک نہ کیا۔ اور بحکم الایمن النہیۃ تصوری کی  
 غلطیوں اور مخالفت کو محبتہ لگا کر ہر کر دیا۔ اور اغلاط لفظیہ سے  
 چند مقامات کے تعریف نہیں کیا۔ حق سچا نہ و تعالیٰ فقیر کی سعی کو قبول  
 فرمادے۔ اور داخل لہر انصار دین کرے۔ اور یہ توفیق بخشے۔ کہ  
 مدثر ضہین علی السنن کے اعتراضات اور اہل غلو کی تخریجات اور اہل  
 باطل کے توہمات اور حیا ہلوں کی تاویلات کو دور کروں اور اس رسالہ  
 کو تمام اسلام کے لئے باعث ہدایت کرے۔ اور عاجز کو خطا اور زلل  
 سے بچا دے۔ اور واضح رہے۔ کہ عبارت تحقیق الکلام بعنوان لفظ منالہ



نقل کی جاوے گی۔ اور جواب لفظ ہر ایک لکھا جائے گا۔ اب اصل مقصود کو  
 شروع کرتا ہوں۔ اور خداوند کریم سے اعانت چاہتا ہوں۔ مخالفت  
 اور یہ چارہ مذہب حنفی شافعی مالکی حنبلی کیسے ہیں۔ اور کب سے بنے ہیں الی  
 قولہ خود بخود معلوم ہو گیا۔ کہ یہ سب بدعت اور مستحدث ہیں۔ اہل ایما  
 مذہب اربعہ حق ہیں۔ اور ان کا آپس کا اختلاف ایسا ہے۔ جیسا صحابہ  
 کرام میں بعض مسائل کا اختلاف ہوا کرتا تھا۔ باوجود اختلاف کے ایک  
 دوسرے سے بغض و عداوت نہیں رکھتے۔ اور باہم سب دشمن نہیں  
 کرتے۔ مثل خوارج اور روافض کے صلحاء اور آئمہ دین کی محبت ہمزو  
 ایمان ہے۔ اور عداوت ان کی طریقت خوارج کا اور ایک مذہب کے  
 واسطے تعصب کرنا شیعہ لوگوں کی طرز ہے۔ صراط مستقیم مابین افراط  
 و تفریط کے ہے۔ اھلنا الصراط المستقیم۔ مخالفت اور  
 کہتے تھے۔ کہ نماز جو ہم پڑھتے ہیں۔ فقرا اہل اللہ کی صحبت میں رنگ  
 اور ہی پیدا کر دیتی ہیں۔ یہ سب اقوال اہل عملوں کے ہیں۔ اور  
 بھال کے خرافات اگر میں بیان کروں۔ تو کئی دفتر بن جائے ہیں۔  
 اھل ایما بیشک اہل اللہ کی صحبت میں عبادت کی اور ہی لذت  
 اور ہی کیفیت ہوتی ہے۔ حضرت رسالت مآب صلعم کے اصحاب اہل  
 کے حضور و صحبت کی برکت سے ایسی توجہ دلی سے نماز پڑھتے کہ  
 دشمنوں کے تیر بدن میں گھس جاتے۔ اور فرطِ حلاوت سے جب تک  
 نماز سے فارغ نہ ہوتے۔ اپنی حالت کی طرف توجہ نہ کرتے۔ یہ قصہ  
 ابو داؤد میں ہے۔ مصنف نے اس قسم کا شروع و حضور و تبتیل الی  
 اللہ کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا۔ اس لئے منکر ہو بیٹھا۔ صوفیا کرام

کچھ ایسی حالات ہزاروں نے دیکھے ہیں۔ اگر بعض مسائل میں ایسے  
 بزرگوں سے خطا بھی ہو جائے۔ تو رتبہ صمدی بقیتہ و حبیب مودی بزرگوں  
 کے دل و جان کی روح ہے ان کو نور و تجلی بخشا ہے۔ یکا در ذیل  
 یضییع فی لیل لمرتمسہ کونہرہ عمدہ نور یہ سدا من اللہ انوار  
 من لیشاء اللہ نور کی مثال بیان فرماتا ہے۔ قریب ہے تمہیں  
 اس کا خود ہی روشن ہو جائے۔ اگرچہ نہ چھوٹے اس کو آگ لڑے۔  
 اوپر نور کے راہنمائی کرتا ہے۔ اللہ واسطے اپنے اور کے جس کو چاہے  
 صحبت کے برکات و فوائد احادیث صحیحہ نبویہ سے ثابت ہیں۔ فرمایا  
 کہ صحبت صالح کی مانند صحبت مشک فروش ہے۔ جو پاس بیٹھے کو۔  
 بے نصیب نہ رہے گا۔ صحیحین میں ہے۔ فا کریں منہا ایسی قوم ہیں۔  
 جو ان کا ہم نشین محروم نہیں رہتا۔ اگر مصنف کو اس کیفیت کی خبر ہو تو  
 انکار نہ کرتا۔ اہل غفلت اور اہل اللہ کی نماز کو باہم کچھ نسبت نہیں انکار  
 جل شانہ فرماتا ہے۔ فویل للصلین الذین دھروا عن صلاتہن  
 فہم ساء صوف پس تباہی ہے واسطے ان نمازیوں کے جو اپنی  
 نماز سے غافل ہیں۔ اور فرمایا۔ قد افلم المؤمنین الذین دھروا  
 فی صلاتہم خاشعون بیشک کامیاب ہوئے وہ ایمان والے  
 جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔ ان دونوں آیتوں کو ہفتہ تہہ  
 دیکھو۔ غافلوں کی نماز سبب ویل اور خرابی کا فرمایا۔ اور خشوع کرنے والوں  
 کی نماز موجب فلاح اور خلاصی کا۔ اور حضرت رسالت فرماتے ہیں۔ ان  
 العبد لیضر من صلوئہ و لم یکنب، لہ منہا الا نصفہا الا لثوبہ  
 قال الا عشرہا خلا کا بزرگ نماز کو پڑھ کر فارغ ہو بیٹھا ہے۔ اور



نامہ اعمال میں) اس کے لئے نماز میں سے کبھی نصف لکھا جاتا ہے۔ کبھی  
 نہ ہائی۔ یہاں تک فرمایا کبھی دسواں حصہ رواہ اصحاب السنن یہ کسی بیشی  
 ثواب کی بے پیمائش اور زیادت خشوع اور حضور نمازی کے ہے۔ وہ نہ بحسب  
 ظاہر تو سب نمازی برابر ہیں۔ ان خصوص پر اگر مصنف غور کرتا۔ تو بیشیت  
 اپنی شاید حقیقت امر اس پر منکشف ہو جاتی۔ **مخالط** یہ اشغال  
 پیری مریدی کے شرع میں کچھ اصل نہیں رکھتے۔ **وہل** ایسا کہنا  
 محض غلط ہے۔ بڑی زیادتی کی بات ہے۔ جو فیا کرام کے اکثر اشغال اذکار  
 قرآنیہ اور ادعیہ نبویہ ہیں۔ اور مراقبات بحکم خصوص ثابت ہیں۔ جن سے  
 دل کو حیوۃ اور نور حاصل ہوتا ہے۔ اور رجوع الی اللہ اور اذابت اور  
 القطاع اور خشیت اور تذلل پیدا ہوتا ہے۔ مراقبہ معیت اور قرب و  
 صمدیت بہت آیات قرآنی سے ثابت ہے۔ جیسے وہو محکم ایما  
 کنتم وہ تمہارے ساتھ ہے۔ جہاں کہیں تم ہو۔ اور آئینہ روشن اقرب  
 الیہ من جبل المرید ہم انسان کی طرف اس کی لگ جان سے زیادہ  
 قریب ہیں۔ اور آیت قل صواللہ احد اللہ الصمد پس مصنف کا اشغال  
 و افکار کو سبب اصل کہنے کے علانی کا سبب ہے۔ بیشک امر محدث اور بدعی  
 خواہ کسی قوم میں مروج ہو۔ شرعاً کچھ قدر نہیں رکھتا۔ اور عند اللہ  
 ایسا بجز برابر نہیں۔ صوفیہ کا ایجاد ہو یا کسی اور کا اجراء اس طایفہ  
 کی نسبت پوری غنیمت ہے۔ مقام القطاع و تذلل و خشیت و تذاعت  
 توکل و اذابت کا حاصل ہونا سوائے التزام اشغال و اذکار و وجہ طایفہ  
 صوفیہ ثابتہ من سنت النبویہ کے بہت مشکل ہے۔ اور ان کی برکت سے  
 ان صفات محمودہ کا حاصل ہونا بہ تجربہ ثابت ہے۔ اور امر یہی الثبوت کا

انکار (نحوہ القادریہ) **مخالطہ** اتفاقاً میں رسالہ قولہ لاجلہ  
 حسن اور اس کا جواب بحیث مستحب بیعت میں انشاء اللہ بتفصیل لکھیں  
 گئے۔ اس نکتہ تحریر کرنے کی حاجت نہیں۔ **مخالطہ** پھر قاعدہ محمدیہ  
 پر اطلاع پائی۔ وہ قاعدہ یہ ہے۔ کہ جس امر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 فرمایا یا کیا۔ اور اصحابوں نے اس کو بالا جماع نہ کیا۔ اور ترک کیا۔ وہ  
 قول اور عمل حکم منسوخ ہونے کا کہتا ہے۔ **مخالطہ** جس امر کا ترک  
 یا جماع صحابہ بتفصیل صحیح ثابت ہو جاوے۔ تو یکتا جب قاعدہ محمدیہ کے  
 اس کا مترادف لفظ ہونا دلیل قانع ہے۔ اور اگر کسی کو عمل صحابہ  
 کی روایت نہ پہنچے۔ تو اس کے عدم علم سے منسوخ ہونا لازم نہیں  
 آتا۔ بے خبری کا نام جہالت ہے۔ اور جہالت بشریہ کی ناسخ  
 نہیں ہو سکتی۔ اور مصنف کا یہی دعوے ہے کہ مجھے مکمل درجہ آئمہ  
 صحابہ کی بیعت کے معاملہ میں کوئی روایت نہیں ملی۔ اور اسی  
 لیے علمی کا نام جہل ہے۔ مصنف یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ ترک بیعت  
 صحابہ سے بالا جماع ثابت ہے۔ فقہ پر اور انشاء اللہ تعالیٰ قریباً  
 شخص نے یہ نہیں ہم اس قاعدہ کو مفصلاً ذکر کریں گے۔ **مخالطہ** اس  
 طرح مسند صفات ایک بزرگ کے فریہ سے رسالہ حمویہ  
 تصنیف شیخ الاسلام عبدالسلام ابن تیمیہ کا کہ محشوش اور بیعت  
 خلد تھا۔ فحہ کوئی گیا۔ اس کو بھی نوحہ تمام سے مرطالہ کیا۔ اور  
 اس کے مضامین پر واقف ہوا۔ اور عقاید مرتکبوں کے کہ مدت عمر  
 سے مرکوز خاطر تھے۔ اللہ کے فضل سے بالکل کاپہ نہ ٹاٹل ہو گئے۔  
**مخالطہ** یہ بزرگ وہی شخص ہے۔ جس کے طعن و عیب کی



کے واسطے مصنف نے یہ رسالہ بنایا ہے۔ خود اقرار کرتا ہے۔ کہ ایک بزرگ کے طفیل رسالہ حمویہ ہاتھ آیا۔ جو مصنف کی درستی عقاید کا سبب ہوا۔ اور بجائے شکرانہ نعمت کے یہ رسالہ جو بچوئے طعن و تشنیع ہے۔ لکھ کر چھپوایا۔ وہاں لفظوا علی ان اغناہم اللہ ورسولہ من فضلہ فان یتقوا ایہے خیر اللہ علیہا آپ کو علاوہ درجہ اجتناب کے مستغنی اور علم تاریخ میں بھی بڑا درخشاں ہے۔ لکھتے ہیں رسالہ حمویہ تصنیف شیخ الاسلام عبدالمسلم ابن تیمیہ کا) اور وہ اصل میں احمد بن عبدالحکیم کی تالیف ہے۔ اس کی وہی مثل ہے۔

چونکہ گفت است سعدی در زنجاب الا یا ایہا السانی اور کاسا ونا ولسا **محالطہ** اور ہاتھ سے ہاتھ لے کر ملانا اس عہد کے علامات اور امارات ہیں۔ نفس بیعت میں داخل نہیں۔ لہذا اس بیعت کے وقت ہاتھ پکڑنا عقد و شہادہ فعلی ہے۔ جس سے تاکید و پختگی عہد لسانی کی مقصود ہوتی ہے۔ اور عقد فعلی عقد لسانی کی علامت اور نشانی نہیں بلکہ ایک مستقل عہد ہے۔ **عقدہ لسان کا خذ الکف**

مومن کا زبانی وعدہ (پختگی میں) ماننا پکڑنے ہاتھ کے ہے (جیسے اقرار کے وقت ہاتھ پر ہاتھ مارنے ہیں۔ اور اس کو پکا وعدہ سمجھتے ہیں) مومن کا زبانی وعدہ ایسا ہے۔ عقد لسانی۔ جس کو عقد فعلی سے قوت دی جاوے۔ محض عقد لسانی سے ضرور زیادہ معتبر اور مضبوط ہوگا۔ **اللہ ففی فی ایدیکم جنہوں نے پیغمبر خدا صلعم سے بیعت کی۔ ان کے حق میں فرمایا۔ ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ اس آیت**

سے عہدِ نبوی کی۔ کس قدر عظمت اور بزرگی ثابت ہوتی ہے۔ اگر ہاتھ میں ہاتھ لینا محض علامت عہدِ لسانی ہوتا۔ تو اس قدر فضیلت نہ ہوتی۔ مگر بات سمجھنے کی واسطے عقل درکار ہے۔ طرفہ یہ ہے۔ کہ یہاں ہاتھ میں ہاتھ لینا علامتِ طہرہ ہے۔ اور صفحہ ۲۹ میں زیادہ بات بتلایا ہے اور صفحہ ۳۰ میں مسنون بلکہ صفحہ ۳۱ میں طریقہ حسنہ نبویہ لکھا ہے۔ ان عبادتوں کو راقم نے (۱) اور نمبر (۹۰) اور (۹۱) میں بعینہ نقل کیا ہے۔

**معالطہ ۸۔** اور بیعت مروجہ یعنی پیری و سریدی کے علامات غیر منحصر تھیں۔ بعضوں نے اس کے علامات چارہ بردہ کی صفائی ٹھہرائی ہے۔ اور بعضوں نے سر کے ٹھوڑے سے بال کتر لینا اور بعضوں نے داغ کڈرے پر دینا اور کوئی بھنگ کا پیالہ پلا دینا ہے۔ اور کوئی گندھ اور خلابہ ہاتھ میں ڈالی لیتا ہے۔ جب یہ قیامت علماء تک پہنچی اور علماءوں نے دیکھا کہ اس کسب کا بڑا عروج ہے۔ تو انہوں نے ان سب واہیات کو چھوڑ کر پہلے پیری سریدی کی علامت خرقہ دینا شروع کیا۔ انتہی مختصر۔ **ہل اہل اہل** کس کتاب میں لکھا ہے۔ اور کہن کہتا ہے کہ رواج خرقہ سے پہلے علامت بیعت یہ منکرات تھی۔ اگر دعوت ہے تو کسی کتاب کا حوالہ دو۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ قول سراسر جھوٹ ہے۔ اگر تمہارا کہنا ٹھیک ہے۔ تو پھر ان منکرات واہیات کو مباحق بالسنن اور حسنات کہنا چاہئے۔ کیوں کہ اتباع تبع تابعین میں خرقہ کا عام طور پر رواج ہو گیا تھا۔ اگرچہ جلال الدین رحمہ اللہ نے اختلاف الفرقہ بلوصل الخرقہ میں اور مولوی غبار الغریز ملتانی نے کوثر الہدی میں علی مرتضیٰ سے اعطاء خرقہ کی تصحیح کی ہے۔ اور بعض



محدثین نے سند خرقہ کیل بن عیاض تک جو حضرت مرتضیٰ کے اصحاب  
 سے تھے۔ اور اسی قرنی تک جو اصحاب عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے تھے بصحت  
 پہنچایا ہے۔ جیسا کہ علامہ علی قاری نے موضوعات کبیر میں سخاوی سے  
 اس بات کو نقل کیا ہے۔ اور شیخ قسطلانی نے حافظ ابن حجر سے مگر  
 محدثین کو ان روایات کی تصحیح میں گفتگو ہے۔ قول صحیح و لاج یہ  
 ہے۔ کہ روایت خرقہ شیخ جنیدؒ اور ان کے ہم عصروں سے تھا جیسا کہ  
 شیخ شہاب الدین سہروردی اور صاحب انبیا نے بعد بحث کثیر  
 کے اور نواب صدیق حسن خان صاحب نے اس قول کو صحیح اور لاج  
 کہا ہے۔ اور ولادت و وفات شیخ جنیدؒ ماہ ثالثہ میں ہے یا فعی وغیرہ۔  
 اہل تواریخ نے اس کے ساتھ تصریح کی ہے۔ پھر امام احمد اور  
 بخاری کے ہیں۔ اور وہ اتباع تبع تابعین میں سے ہیں جب کہ خرقہ  
 اتباع تبع تابعین سے ثابت ہے۔ تو دیگر روایات معاذ اللہ بقول  
 مصنف افعال صحابہ و تابعین ٹھہرے۔ اور پھر ان کو روایات کہنا خبط  
 اور جنون ہے۔ **مخالط** اس کے بعد جب انہوں نے اس  
 امر میں خسارہ دیکھا۔ کیوں کہ ایک دن میں سینکڑوں مریدین جہانے  
 ہیں۔ اور روپیہ بہت خرچ ہوتا ہے۔ **ہل** ایسا یہ تمہاری بدی  
 ہے۔ خوب عادت پکڑی ہے۔ اپنے نفس کا تڑکیہ کرنا۔ اور آپس میں  
 کو عیب لگانا۔ مقام غور ہے۔ کہ اس طریقہ کے پیشوا غائب  
 شیخ عبدالقادر جیلانیؒ و حضرت جنید بغدادیؒ و حضرت باہزہ بد  
 بسطامی و امثال ان کے پیری مریدی واسطے عروج اور عزت دنیا  
 کے کرتے تھے۔ جیسا مصنف کہتا ہے۔ اور یہ کہنا کہ سخی کے باعث

خرفہ چھننا نا چھوڑ دیا۔ اس پر یہ مثال صادق آتی ہے۔ کمال ناء ویتہ  
 تلمیح ہما فیہ ایسے کام علماء ظاہر پر سنت کے بہوتے ہیں۔ جو مساکین  
 کا حق بھی کھا جاتے ہیں۔ اور عیال کو کیا دیویں گے۔ محدود فیسید کر اہم  
 بترہ فقیہ ملک علام درہم و درہمہ کو ٹھیکری بر اہم نہیں سمجھتے۔ پر  
 طرف سے مال بیٹھا آتا ہے۔ اہم شائق اللہ پر فی سبیل الخیر نشانہ  
 کر دیتے ہیں۔ اگہ کچھ منقولہ لٹ کا اہم کہہ کر تہ لقیۃ الاولیاء  
 فخر الاصفیاء مولوی عبد اللہ غزوی رضی اللہ عنہ کا حال اپنا دل  
 اور دیگر ہمدردوں سے دہیا فرماتا کریں۔ **جہاں اللہ ہے وہاں** اس  
 واسطے شروع کر کے بیعت کر کہ ایک طریقہ حسنہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے منقول تھا۔ شروع کیا۔ **ھل اہل بیعت**  
 مسندہ کو خود ہی طریقہ حسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا اور پھر  
 بدعات میں شمار کرنا اس قسم کی فریب برہی ہے۔ جیسے ملحد  
 کہا کرتے ہیں۔ جو کوئی فرقہ شریک اور عبادت غیر اللہ سے خالی  
 نہیں۔ تمام مذہبوں میں عبادت غیر اللہ کا رواج ہو گیا ہے۔ کوئی  
 ستارہ پوجتا ہے۔ کوئی بتوں کو بعض قبور انبیاء و اولیاء کو پوجتے  
 ہیں۔ اور بعض فرشتگان خدا کو۔ کوئی انبیاء کو معبود بکرتا ہے۔ کوئی  
 کعبہ اور حجر اسود اور مقام ابراہیم کو مسجد ٹھہراتا ہے۔ ایک گنکا جاتا  
 ہے۔ اور ایک زیارت قبور انبیاء و اولیاء و بیت اللہ کو کسی نے  
 مندر مکانی کو ٹھہ کرنا اور کسی نے بیت اللہ اور مساجد کو واجب  
 اور عظیم جاننا غرض ایسے تلبیسات و شبہات سے لوگوں کو کہہ نہاں  
 ہیں شک ڈالتے ہیں۔ اور حق و باطل کو خلط کر کے طرف الحساد



کی لے جاتے ہیں۔ جو سنت حضرت رسالت سے بتواتر لفظی و معنوی  
 ثابت ہو۔ اس کو بدعات مستحدثہ صوفیہ میں شمار کرنا اہل الحاد کا کام  
 ہے۔ خدا عز و جل ہم سب کو اور مصنف کو اس سے بچائے  
**مغالطہ** میں ال بیعت کرنے میں ہر فریق نے اپنا اپنا طریق علیحدہ  
 علیحدہ مقرر کیا۔ کسی نے ہاتھ میں ہاتھ لے کر ہر ایک سے کلمہ شہادت  
 پڑھانا اور تجدید ایمان کرانا شروع کیا۔ اس میں اشارہ یہ ہے کہ سوائے  
 پیری و سریدی کے انسان کافر ہوتا ہے۔ اور قبل از بیعت بے ایمان  
 تھا۔ اس کلمہ شہادت جو نماز اور خطبہ اور اذان و دیگر  
 مقامات میں پڑھا جاتا ہے۔ بیشک اس سے تجدید ایمان کی جاتی  
 ہے۔ اب تم کہو کیا ان مقامات میں کلمہ پڑھنے سے پہلے آدمی کافر  
 ہوتا ہے۔ اور یا ایمان والے کے حق میں کلمہ پڑھنا لفظ ہے۔ مصنف  
 بیچارے کو ظاہر آیات کلام اللہ سے بھی خیر نہیں۔ ایسی لائق تانی  
 کی کیا ضرورت تھی۔ (کہ قرآن و حدیث کی ہمارے سے قوت استیلاط  
 پیدا ہوئی) آپ کی تصنیف ہی آپ کے دعویٰ کو جھٹلاتی ہے۔ تصنیف  
 گواہ اور سنت کہ قوش درست نسبت شاید پارہ اول بھی نہیں  
 پڑھا۔ اذ قال لہما ابراہیم اسلمت قال اسلمت لرب العالمین  
 کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو حکیم الہی تجدید اسلام کی۔ تو بقاعدہ مصنف  
 کا لازم ہو گا کہ اس سے پہلے معاذ اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کافر تھے۔ جب  
 عرب کو پہلے پارہ کی خبر ہوئی۔ تو سورت نمل کا قصہ کہاں سے جانتے ملکہ سبا  
 نے کہا۔ اسلمت مع سائر انبیا علیہم السلام اور اس سے پہلے ہے۔ کہ ہم اس  
 سے پہلے جان چکے تھے۔ اور یہ سوال ہو چکا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ پہلے

رب العالمین نے اپنے رسول کو اس کی دعا و امت کا حکم دیا۔ اور رسول  
 نے امت کو سکھایا۔ اس کا انکار فیضانِ غیبی سے حرمیان کی حکایت  
 ہے۔ کہ کیا آپ روزِ کلمہ شہادت کو تحصیلِ حاصل سمجھتے ہیں۔ یا بخیر  
 لہذا ہم اقرارِ کفر بزبانِ سابقہ کلمہ پڑھنے سے منکر نہیں۔ جو صحابہ کرام اور  
 کوئی اس طرح پہرہ لاکھتے ہیں یا کھتے لے کر خود الحمد للہ پڑھتا ہے۔ اور  
 بعض افکار و دیگر عریض سے کہتا ہے۔ کہہ تو یہ کی ہیں گناہوں سے اندر کہتا  
 ہے اسے بیٹا نماز پڑھنا روزہ رکھنا انتہی مختصر اور کھلی ایسی مصنف  
 کی عبارت میں کسی قدر تقدیم تاخیر سہواً واقع ہوتی ہے۔ مگر کچھ مفسر  
 مطلب نہیں۔ مفہوم حاصل ہے۔ مصنف کی خوبی دیکھو۔ جو تقدیم  
 فاتحہ اور تکبیر نماز روزہ اور توبہ اور ذکر الہی کہ بدعات و  
 کفریات مستحدمت میں داخل کرتا ہے۔ ان تعلیمات اور اشغال پر طعن  
 کرنا دشمنانِ مومن نہیں۔ حضرت رسالت اپنے اصحاب کو فائز  
 تعلیم کرتے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت نے ابو سعید رضی اللہ عنہ  
 کو فرمایا۔ **ایہ احکامات** **اعظم** **سورئخ** **فی القرآن الحمد**  
**للہ رب العالمین** **ہی السبع المثانی والقن انزل العظیم** **کیا**  
**میں نہ سکھادوں۔** تجھے سب سے بڑے درجے والی سورت قرآن  
 میں وہ الحمد للہ رب العالمین اسی کا نام ہے۔ سبع مثانی اور یہ ہے  
 قرآن عظیم ترمذی میں ہے۔ کہ ابی بنی کاتب رضی اللہ عنہ کو ارشاد  
 کیا۔ **والذی یفیر بیدہ ما انزلتہ فی القرآن** **سورئخ**  
**فی القرآن عظیم** **سورئخ** **فی القرآن** **سورئخ** **سورئخ**  
 ہے۔ اس ذات کی جو میری جان اس کے قبضہ میں ہے۔ سیرۃ فاتحہ



یعنی شرف با سلام پر بھی تھی تجدید ایمان پر بھی کرنا ہے۔ پھر پھر یہ خبری مصنف کی مسائل  
 قرآن سے قرآن مجید میں حکم ہے ساتھ تجدید ایمان کے۔ یا ایہا  
 الذین امنوا امنوا باللہ ورسولہ اے ایمان والو ایمان  
 لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر یعنی اے ایمان والو تجدید ایمان  
 کرو۔ اللہ کے سچے بندے ہر وقت تجدید ایمان کرتے رہتے ہیں۔  
 حافظ ابن القیم نے مدارج میں لکھا ہے۔ دکان شیخ الاسلام  
 ابن تیمیہ اذا ثنی علیہ فی وجہہ یقول واللہ انی  
 الی الان احب و اسلامی کل وقت و ما سلمت بعد  
 اسلامہ ما جدیداً۔ یہ تو بتلائے کہ نماز کی دعائیں مانورہ بھی یاد ہیں  
 یا نہیں۔ آپ کے نماز مختصر نماز سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ شاید  
 نہ جانتے ہو۔ حضرت رسالت رکوع و سجود میں فرمایا کرتے۔ یا  
 امننت و لاک اسلامت اور حکم دیتے کہ سونے وقت کہو۔ امننت  
 بکتا بک الذی انزلت فیہ الذی اسی سلمت میں  
 ایمان لایا تیری اسی کتاب پر جو تو نے نازل کی اور میرے نبی پر جو  
 تو نے بھیجا۔ کیا اس تجدید ایمان سے نہ مانہ سابق کا کفر لازم آدیکا  
 کلام لغو ہوگی۔ حضرت فرماتے ہیں۔ افضل الذی کس لا الہ  
 الا اللہ رواہ الترمذی وابن ماجہ افضل الذکر ہے۔ لا الہ الا اللہ  
 پر طعن اور موئے علیہ اسلام نے دعا کی اسے پروردگار تو مجھے سکھلا  
 کوئی دعائیں کے ساتھ میں تجھ کو پکاروں پس حکم ہوا قل لا الہ  
 الا اللہ تو کہہ لا الہ الا اللہ رواہ البغوی فی شرح السنن ان  
 احادیث سے فضیلت کلمہ توحید کی ثابت ہے۔ یہ ایسا ورد ہے۔ کہ

جیسی کوئی سورت تو ریت اور انجیل اور زبور اور قرآن مجید میں نہیں نازل کی گئی۔ اور دارفی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ فی  
 قاضی کتاب شفاء میں کل سورہ الحمد میں ہر بیماری سے شفا ہے۔ اس تعلیم اور بیان فضیلت سے یہی مقصود تھا۔  
 کہ اس کا التزام کریں۔ اور وظیفہ پکڑیں۔

**مخالطہ** ۱۳۔ اور عورتوں کی بیعت کا یہ طریق نکالا  
 ہے۔ کہ ایک برتن میں پانی ڈال کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں  
 داخل کر کے یا کپڑا ایک طرف سے آپ پکڑ کر اور دوسری  
 طرف سے عورت کو پکڑنا وہی اذکار جو پیچھے مذکور ہوئے اس کو  
 پڑھنے والی قولہ اور صحیح ثابت ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
 عورتوں سے قولی بیعت کی۔ یہ افعال مستحذہ نہیں کئے۔

**ہدایہ**۔ تم جو کہتے ہو۔ کہ صوفی لوگ عورت کا ہاتھ اپنے  
 ہاتھ میں پکڑتے ہیں۔ یہ بعض افسترا اور بہتان علی زمرۃ الاصفیاء  
 ہے۔ کسی نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ ہاں اتنی بات بعض مشائخ  
 سے منقول ہے کہ وقت عہد لسانی کے ایک بڑے سے برتن میں  
 پانی ڈال کر اس کی ایک طرف میں پیر ہاتھ رکھتا ہے۔ اور دوسری  
 طرف عورت بیعت کرنے والی اور کچھ یوں بیعت کپڑے کا ایک  
 کنارہ آپ پکڑتے ہیں۔ اور دوسرا کنارہ اس کو پکڑتے کا حکم  
 دیتے ہیں۔ فی الجملہ اس عمل کے واسطے کچھ اور سند سے سند ہے۔

عن حمزہ بن عبد المطلب عن ابیہ عن جدہ قال کان  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا بايع النساء دعا  
بقدر ماء فحس بيده شيبه ثم يغمس ايديهن فيه  
روایت ہے کہ عمر بن شعیب سے وہ نقل کرتے ہیں۔ اپنے باپ  
وہ اس کے دادا سے کہا۔ اس نے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
وقت بیعت کرتے عورتوں سے ہونگے ایک پیالہ پانی کا۔ پھر  
ڈباتے۔ ہاتھ اپنا اس میں پھر ڈباتی عورتیں اپنے ہاتھ اس میں  
روایت کیا اس کو ابن سعد اور ابن مرددہ نے اور ابن اسحاق  
نے مغازی میں وعن الشعبی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
بیسایع النساء و وضع علی یدہا ثوبا اخرجه سعید بن منصور  
در ابن سعد و ابو داؤد المرسل و عبد الرزاق ایضا اور روایت ہے  
امام شعبی سے کہا اس نے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت کرتے  
عورتوں سے اور کہا لیتے کپڑا اپنے ہاتھ پر۔ اس روایت کو بیان  
کیا ہے ابو داؤد و عبد الرزاق اور سعید بن منصور اور ابن سعد  
نے اگرچہ یہ روایت مرسل ہے۔ مگر بہت محدثین کے نزدیک  
حدیث مرسل سمجھی جاتی ہے۔ آئندہ ہم اس مسئلہ کو انشاء اللہ  
لغالی حدیث نمبر ۹ میں تفصیل لکھیں گے۔ مصنف صاحب بلوغ  
المرام آپ کا مبلغ حکم ہے۔ اگر کوئی مسئلہ بلوغ المرام میں نظر  
نہ آیا۔ تو حکم لگا دیا۔ کہ اس مسئلہ کا کہیں وجود نہیں۔ اور لکھوں



کے تکفیر کیوں کیے قول صاحب فقہ المصنفی کو کافی جانتا ہے۔  
 صحیفہ میں کے اشغال و اقوال کے لئے فی الجملہ کتاب و تصنیف سے  
 استناد ہے۔ اور یہ طبعی کیا اور خود ایک کٹ کٹ کر کے کہنے سے  
 مشافحہ کبیر کو کافر بتلانا عجیب طرح کا اجتہاد ہے۔ خود را فتوح  
 و فتحوں کی تفسیر۔ مغالطہ ۱۴۔ پس یہ عاجز انشاء اللہ  
 تعالیٰ بن سب امور منقولہ بالا کا نتیجہ ہے۔ یہاں قرآن و  
 احادیث صحیحہ یا حسنہ جو اس وقت اختیار کیے گئے ہیں انہیں صرف  
 حدیث میں داخل نہ کرے گا۔

**ہدایہ**۔ مصنف نے ایفاء و عذر نہیں کیا۔ بلائیں  
 قرآن و حدیث صحیحہ تو درکنار کسی عقل جواب میں حدیث صحیحہ  
 بلکہ مفہوم یا کسی عالم کا قول ایک نہیں لایا۔ جس قدر ہے اپنا  
 طرف سے خیال بندی ہے۔ جو سراسر پورچ ہے۔

**مغالطہ ۱۵**۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تارک مستحبات کو بھی  
 ملامت کرتے تھے۔ جیسا کہ ایک انصاری اونچی مارکی بنا سنے  
 والے سے اعراض کیا۔ اور اس سے کہہ کر دانی فرمائی۔ حالانکہ اونچا  
 کفر بنانا حاجت کے واسطے مباح ہے۔

**ہدایہ**۔ سچا پھر کے اتفاق میں بھی مصنف کے  
 حوالے درج نہیں ہوئے۔ دیکھو مستحب امر کی مثالیں  
 کہتا ہے۔ اور اس کے سچا کر اسی کو مباح کہتا ہے۔ انصاری کے

تعمیر میں ترک مستحب و فعل مباح کا ذکر نہیں۔ انصاری کا بلا تخریج  
 نہ اہل اہل بیت تھا۔ اور حضرت رسالت عمارت فضول کو منع اور  
 حرام فرمایا کرتے۔ دیکھو اسی حدیث میں ہے۔ اما ان کل  
 بناء و دیوار علی صاحب الاماکن یعنی الاماکن  
 منہا ہر عمارت بنا نیوالے پر دیوار ہے۔ مگر جس کے بنائے  
 سورہ ہجرت نہ ہو۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے اگر انصاری کا  
 بالامکان پڑا یہ عمارت ہوتا تو کچھ محفل ملامت نہ تھا۔ اس  
 پر یہی حدیث کہ پڑھ کر سمجھ میں آجائے گا۔ کہ انصاری نے  
 فضول عمارت بنا کر ارتکاب اہل بیت کیا تھا۔ اس واسطے حضرت  
 نے اہل بیت فرمایا۔ نہ ترک استنباب پر۔

صخا الطیس ۱۱۔ مویچوں کے بالی بڑھانے والوں پر اور  
 بالوں کے نزدیک والوں پر کپڑے پہنے رکھنے والے پر اور  
 ایک پاؤں ننگا اور ایک پاؤں میں جوتا پہن کر چلنے والے پر  
 اور شتھا صر کرنے والے پر وغیر ذلک پر سخت ملامت کرتے  
 تھے۔ غرض ایسا۔ یہ سب منہیات شرعی ہیں۔ مصنف  
 صاحب کو اہل بیت و عینی عہد کی تمیز نہیں۔ اور دیکھئے اجتہاد  
 ہے۔ ان کی بھی اور منع کے دلائل ہم سے سنئے۔ ترمذی اور  
 بسائی اور احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت رسالت نے  
 فرمایا۔ منی لہر یا خضن من شام یہ قلیس صخا الطیس

اپنی موٹھیں نہیں کھرتا وہ ہمارا نہیں۔ اور احمد و نسائی نے  
 روایت کیا۔ من کان له شتر فليكره۔ جو شخص بال کھتا  
 ہو۔ پس چاہے عزت سے رکھے۔ اس کو اس میں انعام کا حصہ ہے۔  
 اور اگر وہ چاہے کہ چاہتا ہے۔ اور یہی احمد و نسائی نے روایت کیا  
 ہے۔ کہ آنحضرت نے ایک شخص کا لباس میلاد رکھ کر فرمایا  
 اما یجد هذا اما یفضل به ثوب کیا ہے کچھ مستشرقین  
 آتا۔ جس سے وہ شتر اپنے کپڑے۔ میلاد کپڑوں سے۔ جو ستر  
 کو پہلو آتی ہے۔ اور پوسے پاس والے مسلمانوں اور مالک کو ایسا  
 پہنچتی ہے۔ ایسا رسائی شروع اور مذموم ہے۔ کہ میلاد پہنچتی ہے۔  
 شروع ہونا چاہئے۔ اور بروایت متفق علیہ ثابت ہے۔ کہ یہ حدیث  
 احد کوفہ فعل واحد کوئی شخص ایک ہی جوتہ پہن کر نہ پہنچے  
 یہ سب کلام اس واسطے شروع ہوا۔ کہ ان میں مشابہت پر مشورہ ہو بلکہ  
 مشابہت ہے۔ اور ان کے غصہ اور بچوں کے بڑا ہونے میں تشبہ ہوا ہے  
 ہے۔ اور بال کھرتا ہے اور میلاد کپڑے رکھنے کو عبادت شریفان فرمایا  
 اور ایک جوتہ پہن کر چھٹا یہ بھی فصلی ابلیس بتایا۔ اور شتر رکھ کر فرمایا  
 کہ اس طرح اہل و عیال آرام کیا کریں گے۔ اور تشبہ بالیہود  
 ہے۔ یہ تک ان کی مشابہت اختیار کرنے سے منعیت کہتی۔ کہ ہر ایک  
 منعیت پر علامت شتر مانی۔

صفا لکھ کر دیا۔ بلکہ فرمایا من سئل عن دمنی فلیس منی



خدا ہے۔ رغبت عن اللغو کے معنی ہیں۔ ایک چیز سے  
 پیرا ہونا اور لذت کرنا یہ نہیں کہ ترک کرنے کو عن اللغو کہیں۔ تارک  
 بیعت کو مراد اور اس حدیث کا لفظا حساب ہے گا۔ بلکہ جو مصنف کی  
 طرح نہ کرے وہی صدق ٹھہرائے گا۔ تارک مستحب کو اس  
 وغیر کا مورد قرار تارک عنوں کا کام ہے۔ صحیح حدیث میں ہے۔ ان  
 اللغو کے معنی ہیں لغو کہنا یا بھولنا اور بیعت میں سے  
 بیعت سے اللغو یعنی لغو یا بھولنا ہے۔ اس بات کو جو اس کی  
 پر عمل کیا گیا ہے۔ جیسا پسند کرتا ہے۔ غرضتوں پر عمل کرنے کو غرضت  
 کہہ سکتے ہیں۔ مستحب ہونے سے حدیث کے جیسا کہ عمل مستحب ہے پسندیدہ  
 مستحب ہونے سے جیسا ہی ان کا ترک بھی مرغی خداوندی ہے۔ جب  
 پروردگار کسی امر کی اجازت دے۔ تو حضرت رسالت کیوں کہ منع  
 اور نہ عیب فرما رہے۔

صرف اللغو ہے۔ اور عبد اللہ بن عمر کو ترک تہجد پر ملامت  
 کی۔ حدیث صحیحہ میں ہے کہ ترک تہجد پر ملامت  
 نہیں فرمائی۔ اگر آپ اس حدیث کو فضلی کر دیتے۔ تو ہمیں بھی  
 بیعتیں آجیانا۔ البتہ اس مضمون کی حدیث تو ہے کہ عبد اللہ  
 عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ لفظ کافر لفظ کافر ہے۔ کفر  
 ملامت نہیں۔ صرف اللغو ہے۔ اور یہ بیعت جو ابتداء سے خارج  
 ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے رہے۔ سنت ہو کر ہو کر اور جبہ کی

حد کو پہنچتی ہے۔ اور معلوم ہے یا لید اہت کہ کسی صحابی نے رو بہ رسول صلح کر کے یہ عمل آپس میں نہیں کیا۔ مثل السلام علیکم جو آپس میں کرتے تھے۔ اگر یہ سنت سنت مستفیضہ ہوتی تو رسول کریم نے صحابہ کرام کو آپس میں بیعت کرنے کا کیوں حکم نہ کیا ہوتا۔

۵۔ اس کلام سے مصنف کی یہ غرض ہے کہ یہ رسول صلح کر کے تو تارک مستحب بلکہ فعل مبارک کے اقدام کرنے والے کو بلا کیا کرتے تھے۔ تارکان بیعت کو بلا اہت کیوں نہ کرتے تھے۔ مگر اول دفعہ ثابت کرنا چاہیے تھا۔ دعویٰ ثابت نہیں ہوا۔ اور سنی بیعت کی

تفریح اس پر کر دی۔ کہ اگر بیعت سنت مستفیضہ ہو تو یہ بیعت رسول صلح کر کے کرام کو حکم دیتے کہ آپس میں بیعت نہ کرے۔ پھر فاسد علی القاصد کر کے سنت فعلی اور تشریحی کا مصنف سے

انکار کر دیا۔ شاید تمہارے نزدیک سنی بیعت قولی کے سوا اور کسی قسم کی کوئی سنت نہیں۔ اتنا بھی نہیں جانتے کہ سنی بیعت ان مسائن میں سے ہے۔ یہ بیعت صحیح ہے۔ سنا کہ افضل اور

بہتر کے۔ جیسے خلاف فتا امارت حقنا امارت ان کا ہوں گے واسطے ایک ہی شخص مقرر ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ ہر ایک امام یا خلیفہ یا ثمالی بن جائے۔ مصنف خویش فہم یہاں لکھتے ہیں کہ

بیعت جو اہل بیت سے تارک ہے کہ رسول اللہ صلح کر کے ہے اور صفحہ میں لکھتے ہیں۔ کہ بیعت تو یہ وہ استغفار کے اول امر میں تھی

یعنی قبل از ہجرت اور بعد از ہجرت متروک ہوئی، سافظہ اور لیلیا ہوتی  
تو ایسی سو ایک صفحہ میں کچھ لکھتے ہیں۔ دوسرے میں کچھ۔ ان دونوں باتوں  
کی غلطی ہم ہدایہ نمبر ۷۷ میں واضح بیان کر چکے ہیں۔ اور اگر کہے  
کہ مراد اس بیعت سے جو آنحضرت فتح مکہ تک کرتے رہے۔  
بیعت اسلام اور جہاد تھی۔ اور وہ بیعت جو بعد ہجرت متروک  
ہوئی۔ وہ بیعت توبہ تھی۔ میں کہتا ہوں مطلق بیعت توبہ  
سے خارج نہیں۔ کل اقسام بیعت توبہ میں داخل ہیں بیعت  
توبہ کیا ہے؛ (سب گناہوں سے توبہ کرنا اور اولیٰ شرعیہ کی تعمیل  
کا وعدہ کرنا۔) اور یہی ہے بیعت اسلام (شرک و کفر اور گناہ سے  
تائب ہونا اور بحالائے احکام شرعیہ کے عہد کرنا) اسی طرح بیعت  
جہاد و ثبات اور صبر کا وعدہ دینا اور نافرمانی رسول اللہ  
و ترائع باہمی اور میدان جنگ کے بھاگنے سے بیزار ہونا۔ جب  
بیعت توبہ کا ترک ثابت ہو جاوے۔ تو بیعت مطلق کا ترک لازم  
آگیا۔ جب بیعت مطلق کا ترک لازم آگیا۔ پس مصنف کا تفریق  
آپ ہی یاطل بیعت توبہ۔ بیعت اسلام۔ بیعت تقویٰ ایک  
ہی چیز ہیں اور بیعت جہاد ان کی ایک فرسبت۔  
مخالفت۔ وجہ اول یہ کہ جو امر رسول اللہ صلعم نے  
شروع کرنے کے لئے کیا اس کی ترغیب و تاکید بھی کی۔  
صدایہ۔ یہ تمہارا قاعدہ تمام اہل اسلام سے برخلاف ہے۔



اگر اس قاعدہ کو تسلیم کریں تو تمام فعلی اور تقریری سنتوں سے انکار کرنا پڑے گا۔ ہزاروں امور شرعی حضرت رسالت صلعم کے فعل سے یا کسی کو کوئی کام کرنا دیکھ کر سکوت فرمانے سے ثابت ہیں ان سے اگر انکار کیا جاوے تو وہ ٹکڑا ٹکڑا شرعیات سے انکار لازم آتا ہے۔ بہت مسائل شرعی ہیں۔ کہ وہ افعال شامع نے کئے اور اس پر ترغیب و تاکید نہیں فرمائی۔ مگر مصنف و جمیع محدثین کے نزدیک مستحبات و مندوبات سے ہیں مثلاً تہجد میں اٹھانے بعد مصائب و حوادث کے وقت قنوت کا پڑھنا جملہ محمدین ان کو سنت جانتے ہیں۔ اور مصنف کا ان پر عمل بھی یہ مصنف پر واجب ہے۔ جو ان مسائل میں سے ایک مسئلہ پر ترغیب و تاکید ثابت کیے۔ ایسی مثالیں بہت ہیں۔ مگر بخوف نظر الوداعی پر اکتفا کیا گیا۔

صغیر الطیر علیٰ اور جس امر کو پیچھے بجا رہی کرینے کی ضرورت تھی۔ اور اپنے خاصہ کی نفی کرنی تھی۔ اپنے لیے وہ بد کردہ کسی اور سے کر دیا۔

ہدایہ۔ یہ قاعدہ پہلے قاعدے سے بھی بڑھ کر غلط ہے۔ وہاں سنت فعلی اور تقریری سے انکار تھا۔ اور یہاں سنت قولی سے بھی انکار کر دیا۔ گویا وہی فعل سنت ہوگا۔ جس کا حکم حضرت سے دیکر اپنے روبرو عمل کرادیں۔ بیروت الخلافت جس کو تم سنت دانستے ہو۔ اس قاعدہ کے موافق سنت نہ ہوگی۔ کیوں کہ حضرت پیغمبر خدا

نے کسی کو حکم نہیں کیا۔ کہ ہمارے دو بزرگ ابو بکر یا عمر یا عثمان یا علی  
 کے پائلہ پر بیعت کرو۔ بہت دعائیں حضرت نماز میں اور صبح و شام  
 دو بکر اوقات میں پڑھتے اور کسی کو حکم نہ فرماتے کہ تو ہمارے سامنے  
 پڑھو حالانکہ تمام علماء و اہم علماء کے سنت مستقیمہ سے یہ  
 اتفاق ہے۔ یہ سب قواعد مصنف کے خلاف سماتہ ہیں مسلمانوں  
 میں سے کوئی ان کا قائل نہیں ہے۔

**مغالطہ ۲۲**۔ جیسا جماعت عبد الرحمن اور ابو بکر سے کرا  
 دی۔ ہذا ایسی۔ یہ مثالیں مفید مدعا نہیں۔ کیوں کہ حضرت  
 عبد الرحمن کو امامت کا حکم نہ کیا تھا، بلکہ جگہ نہ موجود ہونے آنحضرت  
 کے امام ہو گئے تھے۔ یہ واقعہ اس طور پر ہوا۔ کہ حضرت سفر میں تھے۔  
 حضرت عبد الرحمن اور چند اصحاب آگے نکل گئے۔ آنحضرت پیچھے نہ گئے  
 کہ نماز فجر کا وقت ہو گیا۔ عبد الرحمن نماز پڑھانے لگے۔ ایک دہری  
 رکعت ہوئی تھی۔ کہ اتنے ہیں آنحضرت تشریف لائے۔ اور دوسری  
 رکعت میں داخل جماعت ہوئے۔ اور آنحضرت بسبب غلبہ مرض  
 کے مسجد تک نہ چل سکے۔ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امامت کا ارشاد  
 فرمایا۔ جب جماعت ہو رہی تھی۔ تو کسی قدر آنحضرت نے مرض میں  
 تشہیف دیکھی۔ اور مسجد میں تشریف لے گئے۔ اور ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم  
 پہٹ گئے۔ اور آنحضرت نے امامت کرائی۔ پس یہ قول مصنف کا  
 اپنی دو بزرگی اور سے کرائی جیسا کہ جماعت عبد الرحمن اور ابو بکر

کراوی۔ اس امر غلط ہے جس کو شوقی تحقیق ہو۔ صحیح بخاری و صحیح  
 مسلم کو ملاحظہ کرے۔ دیکھتے ہیں مصنف صاحب کی روایت روایت  
 ظاہر ہو جائے گی۔ اگر یہ سبیل تنسیر ہم ان واقعات کو جیسا مصنف  
 نے بیان کیا ہے۔ اسی طرح مان لیں۔ تو یہ بھی مفید مطلب نہیں کیوں کہ  
 کثیر علماء کے نزدیک جماعت و احباب چنانچہ امیر مسنون کہ امیر و احباب تیس کرنا  
 قیاس مع الفارق ہے مگر مصنف قصور علم کے سبب تمیز نہیں کر سکتا۔  
**مخالطہ** ۱۱۱۔ جب بیعت کی نہ کسی کو تشریب دی نہ کسی  
 سے کراوی۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ امر مستفیض نہ تھا۔

**حدایہ**۔ جب بیعتی اس شرط کی کا ہم اچھی طرح سے بدایت  
 نمبر ۱۱۱ میں باطل کر چکے ہیں۔ پس جتنا اس پر آپ کی باطل ہو چکی۔  
 یہ چلے کہ بیعت کی تا کسیدہ و تشریب آیات و احادیث سے ہم ہم  
 نمبر ۱۱۲ اور نمبر ۱۱۳ میں بخوبی ثابت کر چکے ہیں۔

**مخالطہ** ۱۱۴۔ درجہ دوم یہ کہ اگر رسول اللہ صلعم کا بیعت  
 کرنا اس پر مال ہوتا کہ میرے پیچھے بھی یہ امر حلال کی لہذا۔ نہ نمبر ۱۱۵  
 صحابہ کرام بعد وفات رسول اللہ صلعم کے کسی کو اس کو ہم پر تشریب کرے  
 جب انہوں نے کسی کو اس کام پر مقرر نہیں کیا۔ تو معدوم ہوا کہ انہوں  
 نے اسی کام کو خاصہ سمجھا ہے۔

**حدایہ**۔ یہ دعویٰ غلط ہے۔ صحابہ کرام نے اول ابو بکر صدیق  
 ان کے بعد عمر فاروق انماں بعد حضرت عثمان ان سے پیچھے علی مرتضیٰ



کے ہاتھ پر بیعت کی۔ کیا مصنف کو خلفائے راشدین کی خلافت اور بیعت سے بھی انکار ہے۔ دیکھو سب مفسرین اس آیت کو ہمیں کہہ رہے ہیں کہ فتن کفر بعد ذالک فاولئک ہم الفاسقون۔ پس جس شخص نے انکار کیا۔ بعد اس کے پس وہی ہیں فاسق منکر ابن خلافت خلفائے اربعہ کے حق میں و عید بتلاتے ہیں۔ اب مصنف یہ کہے گا۔ جو یہ بیعت قبول خلافت کی تھی۔ یعنی عہد اس بات کا کہ ہم بغاوت نہ کریں گے۔ اس کے جواب میں ہم یہ روایت کتب حدیث پیش کرتے ہیں۔ ابلی انصاف کو معلوم ہو جاوے گا کہ صحیح بجانب کس کے ہے صحیح بخاری میں ہے کہ عبدالمعز بن رضی اللہ عنہ نے بوقت خلافت خلیفہ سوم پیشوریت صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر دیا۔ اور بیعت کے وقت یہ کہا۔ ابایعک علی سنتہ اللہ و سنتہ رسولہ و الخلیفتین بعدک یعنی میں تیری بیعت کرتا ہوں۔ کتاب خدا و سنت رسول و طریقہ صحابہ پر اور امام احمد کی روایت میں ہے۔ ابایعک علی کتاب اللہ و سنتہ رسولہ و سنتہ ابی بکر و عمر میں تیری بیعت کرتا ہوں۔ اور یہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور طریقہ ابو بکر اور عمر کے۔ جس بیعت کا ان روایتوں میں ذکر ہے۔ یہ بیعت تقویٰ ہے۔ خلافت وغیرہ امور شریعہ سب اس میں داخل ہیں۔ اور عبدالمعز بن حنظلہ امیر مدینہ نے وقعتہ الحرمہ میں لوگوں سے ساتھ ہرنے کے

بیعت لی۔ یہ قصد بخاری میں موجود ہے۔ اور یہ بیعت بیعتِ خلافت  
 کے سوا ہی بیعت تھی۔ ومن اور کجھ اللہ لہ لور اقبالہ من نور  
 مغلطہ ۱۵۹۔ اور نیز اگر یہ سنت مستفیضہ ہوتی اور خاصہ نہ  
 ہوتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو اس سے محروم نہ رکھتے۔ بلکہ کل  
 سے کرتے۔ ہذا ایسے: اس کو دلیل مخصوص ٹھہرانا  
 کمال جرات ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کو احکام شرعیہ میں  
 دست اندازہ می کرنے پر بڑی دلیری ہے۔ حکم شرعی کی تخصیص سوا  
 حکم شارع کے کسی کے راہ سے نہیں ہو سکتی۔ ایسے موقعہ پر کوئی  
 آیت یا حدیث پیش کرنا ضروری ہے۔ کچھ نہ ہو تو استتہاد  
 کے واسطے قول سلف صالحین یا متاخرین نقل کرنا چاہیے تھا۔  
 جب آپ کو سند کی واسطے کوئی بات نہ ملی۔ تو گھر سے قاعد بنانے  
 شروع کئے۔ اور اسی سے سنت مستفیضہ کو خاص کر دیا۔ یہ یاد  
 رہے کہ ایسی جراتِ خلاف شانِ دریا نہ ہے۔ نہایت افسوس  
 کا مقام ہے۔ کہ مصنف صاحب اس قول پر صحابہ کو اس  
 سے محروم نہ رکھتے۔ بلکہ کل سے کرتے، یہی کوئی سند نہیں  
 لائے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو نام بنام بتلائیں۔ کہ فلاں فلاں  
 صحابی سے آنحضرت نے بیعت نہیں لی۔ البتہ آنحضرت کا کل صحابہ  
 سے بیعت کرنا بسند صحیح ثابت ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ہر روز

غزوہ خندق آنحضرت نے سب مہاجرین و انصار کے واسطے دعائے  
 مغفرت کی تو سب نے یہ عرض کیا نحن الذین بايعوا محمداً على  
 الاسلام ما يقينا ابداً ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے بیعت کی  
 محمد صلعم کے اسلام پر جب تک ہم زندہ رہیں گے۔ اور اس مہر کہ  
 میں تمام مہاجرین و انصار حاضر تھے جنہوں نے بیعت کا اقرار  
 کیا۔ ہمارے اعتقاد ہے کہ جو انہوں نے فرمایا سب صحیح ہے۔  
 اگر مصنف نے اس کا اختیار ہے۔ اور جنگ حدیبیہ میں طرہ  
 ہزارہ۔ یاہ جان نثار حاضر تھے۔ سب نے آنحضرت سے بیعت کی  
 صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔  
 لو ان خمس عشر مائۃ الذین بايعوا النبی صلی اللہ علیہ  
 وسلم یوم الاحدیبۃ ہم پندرہ سو آدمی تھے جنہوں نے نبی صلی  
 اللہ علیہ وسلم سے حدیبیہ کے دن بیعت کی تھی۔ ایک روایت میں  
 ہے۔ ولما یتخلف احد من المسلمین حضرھا الا جدیدین  
 قیس انور بنی سلمۃ اور کوئی شخص مسلمانوں میں سے اس  
 مجلس سے انک نہیں رہا۔ مگر جلد بیٹا قیس کا جو نبی سلمہ میں سے  
 تھا۔ علماء کہتے ہیں کہ یہ شخص منافق تھا۔ اس واسطے حاضر بیعت  
 نہ ہوا۔ اور بخاری میں سلمہ بن الاکوع سے روایت ہے۔ قال  
 بالبیعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم عدت الی اقل  
 شجرۃ فاما خلف الناس قال یابن الاکوع تبالع قال قلت



قدنا بایعت قال وایضا قال فبایعتہ الشانیة سلمہ کہتے  
 ہیں۔ میں نے بیعت کی نبی صلعم سے۔ پھر میں درخت کے سایہ  
 میں چھا بیٹھا۔ پس جب مجلس شریف میں آدمی کم ہو گئے۔ فرمایا  
 اے پیٹے اکورع کے تو ہم سے بیعت نہیں کرتا۔ سلمہ کہتے ہیں۔ میں  
 نے عرض کیا۔ میں بیعت کر چکا ہوں۔ فرمایا دوبارہ بھی سلمہ کہتے ہیں۔  
 پس میں نے بیعت کی دوبارہ۔ آنحضرت کو ایک شخص پر ترک  
 بیعت کا مکان ہوا۔ تو اس کو بھی رغبت دلائی۔ ابن جوزی رحمتہ اللہ  
 علیہ کہتے ہیں۔ کہ چار سو ستاون عورتوں نے بروز فتح مکہ آنحضرت  
 سے بیعت کی۔ اور یہی اولہ طبرانی ابو یعلیٰ ابو داؤد ابن مردویہ ابن  
 سعد عبد بن حمید ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔  
 کہ ام عطیہ نے فرمایا۔ کہ جس وقت آنحضرت مدینہ منورہ میں تشریف  
 لے گئے۔ آیتہ انصار کی عورتوں کو حکم دیا۔ کہ ایک جگہ جمع ہو جاویں۔  
 اور عمر فاروق کو دیاں بھیجا۔ حضرت عمر نے اس مکان کے دروازہ پر کھڑے  
 ہو کر کہا۔ کہ میں حسب الحکم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تمہارا سے  
 پاس آیا ہوں۔ کیا تم بیعت کرتی ہو۔ اس بات پر جو کبھی شرک اور چوری  
 اور زنا نہ کرو گی۔ ہم نے کہا ناں۔ پس عمر فاروق نے باہر کھڑے  
 دروازہ کے اندر ہاتھ بڑھایا۔ اور ہم نے بھی ان کی طرف ہاتھ پھیلائے۔  
 ابن ابی بکر سے ثابت ہے کہ آنحضرت نے تمام مردوں اور عورتوں  
 سے بیعت لی۔ مصنف کو لازم ہے کہ اپنے دعوے کی ہر حدیث سے سند

لائے۔ اور نہیں تو کسی عالم کا قول ہی نقل کرے۔ لاکل پر چلنا  
درست نہیں۔ ان اذطن کا یعنی من الحق شکیا۔

مخاطب سے ۲۱۔ اور پھر کئی کو باہم بیعت کرنے کی تاکید کرتے۔

ہدایہ سے۔ یہ وہی وہی بات ہے جس کا جواب بھی ہم نمبر ۱۹  
میں دے چکے ہیں۔ مصنف ثبوت دعویٰ کے واسطے ایک ہی

بات کو پھر پھر کر بار بار لاتا ہے۔ اور بجائے خود سمجھتا ہے کہ

ہم بہت سے دلائل لائے ہیں۔ بھلا جو شخص اپنے منہ کی کہی ہوئی بات  
کو نہ سمجھے۔ اس کو ایسے بڑے بڑے دعویٰ کرنے کی لائق ہیں۔

مصنف صاحب نبی نے تو بیعت کو کبھی ترک نہیں کیا۔ آنحضرت

کے بعد سب نے ابو بکر صدیق کے ہاتھ پر سب نے بیعت کی۔ اور

ان کے بعد وقتاً فوقتاً خلفاء کے ہاتھ پر بیعت کرتے رہے۔ صحابہ

کے طور و طریق سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر ایک شخص بیعت کے

لائق نہیں ہوتا۔ یہ منصب عالی صالح لوگوں کے ساتھ مخصوصیت

رکھتا ہے۔ مخاطب ۲۲۔ پس رسول اللہ صلعم کو

اس کی تمییز اور امارت بیان کرنے واجب تھے۔

ہدایہ سے۔ یہ آپ نے عجیب بات کہی۔ (بیعت سنت ہے

اور اس کی علامات کا بیان کرنا واجب۔) خلافت امارت قضاء

جو اہم کام ہیں۔ ان کے واسطے شارح نے کون سی علامتیں بتلائی

ہیں۔ کہ ایسے صفات والے شخص کو خلیفہ یا امیر یا قاضی مقرر کرنا

من سبب ہے۔ اگر صاحب بیعت کی علامتیں نہ بتلا ہیں۔ تو کیا ترویج ہے۔ بالفرض اگر یہی قاعدہ تسلیم کیا جائے۔ تو خلافت و فقہا سے بھی آپ کو انکار کرنا پڑے گا۔ برہنہ میں ٹینٹری اگر ہم اس شرط کو مان لیں۔ تو دیکھو آنحضرت و خلفاء اور تمام اصحاب کے تعامل قابض ہو جاتا ہے۔ کہ بیعت ایسے شخص کی ہاتھ پر چاہیے جو اپنے وقت میں تقویٰ و دیانت و حلاوت کی وجہ سے اپنے ہم عصروں میں فضیلت رکھتا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں آپ انسانی ہوتے تھے۔ ان کے بعد ابو بکر انماں بعد عمر ان سے پیچھے عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اور بہ سبب فضیلت ان کی کہ دوسرے کے ہاتھ پر بیعت نہیں ہوتی تھی۔ الا نبی بئذ اور تعامل ان کا بمنزلہ بیان علیؑ اور تیسرے کے ہے۔

**مغالطہ تیسری**۔ اولہ ایسے شخص کے ترویج کے کہ کوئی دوسرا شارع سے مروی نہیں ہے۔ تو جس کو ہم مقرر کریں گے۔ ترویج بلا مزاج لازم آئیگی۔ ہلایا۔ دیانت علم تقویٰ صبر اور صدقہ کو پروردگار نے ترویج کا سبب مقرر فرمایا ہے۔ جن میں یہ صفیں ہوتی ہیں انہیں کو غیب الغیب سے یہ مرتبہ عطا ہوتا ہے۔ آپ اگر ان صفات سے ان کے اسباب ترویج سے نہ کہو۔ آپ کے کہنے سے کیا ہوگا۔ یہ مرتبہ نہ کریم فرماتا ہے۔ و جعلنا ہسبہم ائمة یہتدون فیما بیننا لہما صبر و اذکانوا بایماننا یرقنوں اور کیا ہم سے ان کو



امام پارہیت کرتے تھے۔ ساتھ حکم ہمارے کے جب کہ تکلیفوں کو  
 سہارا انہوں نے اور تھے ہمارے ہی آیتوں پر یقین کرتے۔ واذ ابلی  
 ابراہیم ربہ بکلماتہ فالتھت قال انی جا عبدک  
 للذنا س اماناً اور جس وقت آزمایا ابراہیم کو اس کے رب نے تھوڑی  
 سی باتیں ہیں پس ابراہیم نے پوری کر دی۔ کہلائیں۔ فرمایا تم نہیں  
 لوگوں کو پیشوا بنائیں گے۔ آنحضرت کا حکم ہے کہ تم اس شخص  
 کو نماز میں امام کرو۔ جو عمدہ بڑھے والا اور زیادہ علم والا اور اچھی  
 سچے والا اور بڑی عمر کا ہو۔ مصنف نے اس بات کا کچھ لحاظ نہیں  
 لیا۔ سفیر حسن لڑکے کو جمعہ اور عید میں امام کرتے ہیں۔ بڑے بڑے  
 علماء علم و عمل و عمر اس کی اقتداء کرتے ہیں۔ دراصل یہ ڈھنگ گدی  
 نشینی کا ہے۔ خود غرضی کے سبب ترویج بلا مرجع بلکہ ترویج مرجع ہی جائز  
 ہو گیا۔ انصاف درکار ہے۔ والا انصاف خیر اور صاف  
 صرفاً انصاف اور واجب تھا کہ تمام جہان اور ہر قرن میں  
 بیعت کر کے والا ایک ہی ہوتا۔ اور یہ خلاف واقعہ کے اور محال ہے۔  
 ہذا۔ ایک چیز کو واجب کہیں۔ اور محال بھی سمجھیں عقلمندوں  
 کے نزدیک محال ہے۔ یہ بتلاؤ واجب ہونے کا سبب کیا ہے اور  
 اس پر دلیل کیا۔ خلافت کا معاملہ ایسا ہے کہ اگر چند خلیفہ ہو جائیں۔  
 تو کشت و خون کی نوبت پہنچتی ہے۔ بیعت میں کچھ خرابی نہیں بلکہ  
 ہر شہر میں کسی شخص صاحب بیعت ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے

ایک دوسرے سے کچھ سروکار نہیں رکھتے۔ اگر یہ ٹھوکر آنحضرت کے وقت میں سوائے ذات یا برکات آنحضرت کے کوئی صاحب بیعت نہ تھا۔ اب ایک ہی وقت میں بہت سے آدمی لوگوں سے بیعت لیتے ہیں۔ یہ کس طرح جائز ہوگا۔ تو ہم پہلے کہہ چکے ہیں۔ کہ بیعت کے واسطے برگزیدہ شخص کو خاص کرنا چاہیے۔ جب آنحضرت تھے۔ تو سب کو آپ کی افضلیت پر اتفاق تھا۔ اس زمانہ میں تمام لوگ ایک ہی بزرگ کے قابل نہیں ہوتے۔ کوئی کسی کو اچھا جانتا ہے۔ کوئی کسی کو جیسا کسی کے سمجھ میں آتا ہے ویسا کرتا ہے۔ اور تکلیف نثر علی ہمارے ذمہ اسی قدر ہے۔ فالقول اللہ ما استطعتم۔

**مخالطہ**۔ محض خلافت اگر ایک شخص پر پورے جاوے۔ تو اس میں بحال لازم نہیں آتا۔ کیوں کہ اس میں نیابت ثابت ہے۔ بخلاف بیعت کے اس میں نیابت ثابت نہیں۔

**ہدایہ**۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل کارخانہ بیعت کی بنا نیابت پر ہے۔ آنحضرت رب العالمین کی طرف سے نائب ہو کر بیعت لیتے تھے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ ان الذین یشاہدون انہم انصاہم لعلہم یحکموا فیہم۔ ان الذین یشاہدون انہم انصاہم لعلہم یحکموا فیہم۔ وہ بیعت کرتے ہیں۔ اللہ سے جب بندہ کو نماز کے پیمانہ سے مقرر کیا۔ تو ایک کی رو سے نیابت سے بطریق اولیٰ درست ہوئی چاہیے۔ رمضان سے سبب علی اور ایسے خیر کی کتابوں سے

سے دلی عدم نفرت نیا بت ہے۔ اہم معظیہ رضی اللہ عنہما کی روایت سے  
 صحیحین کو پہنچی اور طبرانی اور ابو یعلیٰ اور ابن مردودہ اور ابن سعد اور  
 ابوداؤد اور عبد بن حمید نے روایت کیا ہے۔ اور ہم نے بعض بیابانہ نمبر ۲۵  
 اس کو نقل کر چکے ہیں۔ بخوبی ثابت ہے کہ آنحضرت نے عمر  
 فاروق کو واسطے بیعت کے اپنا نائب مقرر فرمایا۔ اور ابن ابی حاتم  
 مقال سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت (یعنی بیعت النساء) بروز  
 فتح مکہ نازل ہوئی۔ اس وقت آنحضرت نے کوہ صفا پر مردوں  
 سے خود بیعت لی۔ اور قراری کو پھر توں سے بیعت لینے کا حکم دیا  
 ایسے کامل الثبوت مسئلہ سے انکار کرنا۔ لوگوں میں اپنی بیعتوں کا کشتہ مار  
 دینا ہے۔ **مخالفت** ۱۰۱۔ استدلال دو کم بیعت کے خواہ  
 ہونے پر کلام اللہ میں نہ خطاب بیعت کرنے کا خاص رسول اللہ  
 صلعم کی طرف ہے۔ اور مشروط بشرط۔  
**ہدایہ**۔ قرآن مجید میں ایسی بہت آیتیں ہیں۔ جن خاص  
 آنحضرت کو خطاب فرمایا ہے۔ اور احکام کو شرطوں کے ساتھ مشروط  
 کیا ہے۔ مثلاً **وَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ**  
**الرَّجِيمِ** اور جس وقت پڑھے۔ تو قرآن میں **فَاذْكُرْ اللّٰهَ الَّذِي**  
**مَرَّرَكَ مِنَ فَاذْكُرْ نِعْمَتَ فَاذْكُرْ** والی روایت فارغ  
 ہیں جس وقت تو فرار پاوے۔ پس محنت کر اور طرف سے اپنے کے  
 پس رغبت کر **وَإِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ إِلَى قَوْلِهِ فَبِئْسَ**



دریاے استغفرہ انوکھ تو آیا جب آہ سے بددعا کی اور  
 فتح مکہ پس پاکی بیان کر ساتھ تہریف پروردگار اپنی کے اور تہش شہانگ  
 اس سے تحقیق وہ معاف کرنے والا ہے۔ وَاِذَا جَاءَ زُلْزُلًا يَنْزِلُ  
 السَّمَاءُ سَاقِطًا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَءُوا  
 الْحَدِيثَ وَالْهَدْيَ وَالْبَيِّنَاتِ وَالْحُرُوفَ إِلَّا حُرْفًا  
 وَإِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ  
 اور میں وقت آئیں تیرے پاس پڑھ لو گیسو اور ایمان رکھو۔  
 ہماری آیتوں پر لپس کہہ تو سلامتی ہے۔ تم پروردگار تمہارا  
 لئے رحمت اپنے فہم مقرر کر چکا ہے۔ معصفت کے قاعود کے عوامی  
 تلواریت کے وقت معوذہ بالہ کا پڑھنا اور پتہ فراموشت کا یہ بارے اللہ  
 کی طرف را تکیا پڑھنا اور عبادت کے لئے کمر بستہ رہنا اور  
 عملی فتح اور نصرت کے تسبیح و حمد کا پکارنا اور معفرت حسب اپنا  
 اور ہونوں کو سلامتی اور رحمت کا مشورہ دینا رسول اللہ صلی اللہ  
 صلواتہ وسلم کا شکر پڑھنا۔ اور ان کے حقیقیوں یہ سب کام پتہ عبادت  
 معصفت ایسی ایسا کہ صحت میں لکھتا ہے۔ کہانا آگے رکھتے  
 بسم اللہ کہنا کہتے ہے۔ مخالف یہ بھی کہہ دیکھو اور معوذہ بالہ پڑھنا  
 اور تسبیح اور استغفار سب پتہ عبادت میں خاصہ ہے  
 خدا کو خطاب ہے۔ وَالصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ  
 مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ  
 صَبْرًا كَثِيرًا وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ صَاحِبُ الْقُلُوبِ  
 سَائِدًا لِّلْغُلُوبِ إِنَّهَا قَلْبُهَا حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ  
 الْغُلُوبُ وَاللَّهُ يَخْتَارُ مَا كَانَ لَآلِئًا لِّلْغُلُوبِ  
 سَائِدًا لِّلْغُلُوبِ إِنَّهَا قَلْبُهَا حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ  
 الْغُلُوبُ وَاللَّهُ يَخْتَارُ مَا كَانَ لَآلِئًا لِّلْغُلُوبِ

کہنا مان اس شخص کا جس کے دل کو ہم نے غافل کیا ہے۔ اسے یاد سے  
 نہ لے کر قطع کل خلاف مہین اور نہ مان تو بات ہر ایک بہت  
 قسم کہا نے دلے بقدر کی خذ العفو وامن بالعرف واعرفنا  
 عن الجاهلین تو اختیار کر عفو اور حکم کرنے کی کا اور منہ پھیر جاہلوں  
 سے فاما الیتیم فلا تقهرہ واما للیتام فلا تنهرہس تو  
 یتیموں پر قہر مت کر اور سوالی کو مت جبر کر۔ اور صدقہ آیتیں اسی  
 قسم کی ہیں۔ بخوف طوالت ہم ذکر نہیں کرتے۔ گویا یہ تمام احکام آنحضرت  
 سے خاص ہیں۔ اور امت کو بالکل آزادی جس لوگوں نے خلیفہ اول  
 کے عہد میں ادائے زکوٰۃ سے انکار کیا تھا۔ ان کا مصنف کا ایک مذہب  
 ہے۔ اسی قاعدہ کی لڑ سے وہ منکر ہو کر قتل ہوئے۔ اگر مصنف اس  
 زمانہ میں ہوتا۔ تو صحابہ کرام کے ہاتھ سے پاداش عمل دیکھتا۔ ان کا عذر  
 یہ تھا۔ کہ یہ آئیہ کریمہ صدمہ من امور اللہ صدقۃ تطہرہم وھم وقذ  
 آپیہم بیہا میں خاص آنحضرت کو خطاب ہے۔ کہ اسے پیغمبرم زکوٰۃ  
 وصول کرو۔ تاکہ آپ کے سبب وہ گناہوں سے پاک ہو جاویں۔  
 ان کے لئے رحمت کرو۔ آپ کی دعا سے ان کو تسکین ہوگی بعد  
 رحلت آنحضرت کے نہ وہ لینے والا رہا۔ جس کو خاص خطاب تھا۔  
 اور نہ وہ علت موجود ہے۔ آپ کے زکوٰۃ لینے کے سبب وہ گناہوں  
 سے پاک ہوتے تھے۔ اور آپ کی دعا سے انکو تسکین ہوتی تھی۔ آپ  
 کے دوسرے کے لینے اور دعا کرنے سے یہ فائدہ حاصل نہیں۔ اگر

یہ کہے کہ اصحاب کبار نے بعد آنحضرت کے خلفاء کو زکوٰۃ عزی۔ ان کے عمل پر آمد سے عموم حکم معلوم ہو گیا، تم کہیں گے۔ دوسری طرف یہی اصحاب تھے۔ اور فہم صحابی ایک دوسرے پر چھٹتا نہیں ہوتا۔ اور یہ خلفاء کا ائادہ رکافت خطاب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت معلوم ہوتی ہے۔ اس کو وہ دلیل قطعی سمجھتا ہے۔ بالعمین زکوٰۃ کو یہی ہشلا تا ہے۔ آپ کے فاراد کے موافق اصحاب کبار و خلیفہ اولیٰ ماہی پر تھے۔ اور منکر ان زکوٰۃ یعنی پر اھاخرنا اللہ منہ سے مرعا لوطہ ۳۲۔ اور فعلی آنحضرت بعض صحابہ سے رو بھی خاص ہے۔ ہذا آیت۔ یہ بات کہاں سے کہتے ہو کہ آنحضرت نے بعض اصحاب سے بیعت کی تھی ہم صحیح حدیثوں کے حوالے سے ہا یہ آیت میں ثابت کر چکے ہیں کہ آنحضرت نے کل اصحاب سے بیعت لی۔ تمہاری ایسے کسی کے نزدیک سند نہیں ہو سکتی۔ حدیث یا اثر پیش کر کے تیب البیتہ الی علم قبول کرینگے۔ دعویٰ کیا تھا کہ میں نے مسئلہ پر آیت یا حدیث صحیح یا حسن سے دلیل لاؤں گا۔ اور موقعہ پر حدیث پر مضموع بلکہ عالم کا قول بھی نہیں لاتا۔ خوف ہے کہ اس آیت کا مصلحت نہ ہو جاوے۔ و یحبونک ان یحبوا بما لکم یفعلوا افلا یحسدونکم من شائخ من العلیٰ انب۔

مننا لوطہ ۳۲۔ جیسا کہ صلوة شریفہ میں حکم ہے۔ اذکرنتہ فیہم فاقمت لہم الصلوٰۃ الخ اس خطاب کا کوئی خطاب گذرہ نہیں ہے۔ اس سے بعض علماء نے تمہا عدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہے۔



ہذا ایک طہر۔ صلوات الخوف میں بیشک خاص کر آنحضرت کو  
 غلطی ہے۔ مگر قرون ثلاثہ جو مشہور و لہم بالخیر ہیں۔ اور آئمہ دین  
 کے پیروں سے ثابت ہے کہ یہ حکم عام ہے۔ اگر مصنف کی طرح کسی  
 اندازے سے اس کو خاص سمجھا ہے۔ تو اس کی غلطی اور خطا ہے۔  
 اگر ابو یوسف مصنف یا کسی دوسرے امام کا قول خیر القرون کے لوگوں  
 کے پر خلاف ہوگا۔ تو یہ گوارا قبول نہ کیا جاوے گا۔

مسئلہ طہر۔ اور نیز شہر پر نماز پڑھنی اور جنازہ غائب پر  
 اور لڑکے کو گورہ میں لے کر نماز پڑھنی یہ سب اس قسم کے ہیں لیکن  
 تھیں اور نہ تصریح کی ہے۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ  
 الیہا لعلہ علیہ وغیرہ علیہ السلام نے کہ جس مسئلہ میں تابعین یا تابعین  
 یا تابعین مجتہدین میں گفتگو اور اختلاف واقع ہو تو وہ اختلافات منقرض  
 اختلاف صحابہ پر ہوتے ہیں۔ جب ان امور مذکورہ پر ان خصوصیت میں  
 گفتگو ہوئی۔ اس کی تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب معمولی بہ صحابہ تھے۔

ہذا ایک۔ مصنف نے صلوات الخوف اور جنازہ غائب اور نماز  
 پڑھنے پر طہر کہ پڑھنی کو ذکر کر کے اس میں اماموں کا اختلاف بتلایا ہے  
 اور پھر اس اختلاف کو طہر پر اختلاف صحابہ کبارہ قرار دیکر ان  
 مسائل کو آنحضرت کے خاصہ ہونے سے نکالا ہے۔ اور وہ قاعدے  
 جن کو مصنف پہلے ذکر چکا ہے۔ و اولہ جس امر کو پیچھے حساب ہی  
 کرنے کے مرضی تھی۔ اور اپنے خاصہ کی نفسی کہہ لی تھی۔ اپنے لہ و لہ

محسوس کو کسی اور سے کرا دیا۔ (دوسم) اگر صحابہ کا کسی سنت پر عمل  
 کرنا ہمیں معلوم نہ ہو۔ تو وہ منسوخ سمجھی جائے گی۔ (سوم) جس کام  
 پر آنحضرت ترغیب و تاکید نہ فرمادیں۔ تو وہ خاصہ ہے۔ (ران مسائل  
 کو خاصہ آنحضرت بتلاتے ہیں۔ جنہوں نے عام سمجھا۔ ان کا قول پیسند  
 ہے۔) گو یا مصنف کے نزدیک خاصہ سمجھنے والے حجت بحبانہ ہیں۔  
 اور مجہود اہل سنت خطا پر اور لطف یہ ہے کہ مصنف کو خاصہ نہیں سمجھتا۔  
 اہل سنت کو کبھی عمل کی اجازت دیتا ہے۔ قصور و فہم کے سبب قواعد باطلہ  
 بناتا ہے۔ اور ان سے اپنی تکذیب آپہاں کرتا ہے۔ اور سناٹا ظہر کی  
 قوت سے اپنے معنوی قواعد کو بھی بھول جاتا ہے۔ غرض یہ سب  
 قواعد تراویح و مصنف کے ہیں۔ آجہ و بین تو کیا لڑی اسلام میں سے  
 کوئی اس کا قائل نہیں۔ البتہ مصنف کے بعض قواعد سے بالیقین  
 نہ لڑنے ابو بکر صدیق کی مخالفت میں سند پکڑا تھا۔ مگر صحابہ  
 آنحضرت سے بالاتفاق ان کو قتل کر دیا۔ اور ان کے قواعد کو رد کر  
 چکے۔ چونکہ ہم بعض ہدایہ نمبر (۱۱) باہم بیعت کرنا صحابہ کا اہم بہ ضمیمہ  
 ہدایہ نمبر ۲۵ بیعت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ پروسے اپنے  
 عمر رضی اللہ عنہ سے اور بعض ہدایہ نمبر ۳۴ اور نمبر ۳۵ تاکید اور ترغیب  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیعت کرنے میں بخیر و ثابت کر چکے ہیں۔  
 مصنف کے نزدیک بھی بیعت آنحضرت کا خاصہ شرط ہے۔ اگر  
 نظر انصاف سے دیکھیں۔ اور بعد تصدیق کو بت لکھیں۔

مغالطہ ۳۵۔ اور بیعت کا کسی علماء یا صحابہ یا تابعین  
میں گفتگو نہیں ہوئی۔

ہذا ایسا۔۔۔ بے شک قرون ثلاثہ سے لے کر اس وقت  
تک سوائے مصنف کے کسی نے سنت بیعت سے انکار نہیں کیا۔

قال اللہ تعالیٰ ویتبع غیر سبیل المرسلین الایۃ۔

مغالطہ ۳۶۔ اور نہ کسی نے باب باندھا ہے حالانکہ  
ادنیٰ اور فی باتوں کے باب باندھے ہیں۔ مثل بول و برائہ و علم و غیر  
ذکب۔ ہذا ایسا۔ ہمارے بہادر مصنف نے ناواغی کے

سہا لفظ اور ایسے علم کے پھر وہ عجیب و غریب کہا ہے کہتے ہیں کہ کسی  
نے باب نہیں باندھا خدا کے لئے اگر صحیح بخاری و مسلم کی سمجھنے کا فائدہ  
نہیں تو ترجمۃ الباب پر ایک دفعہ نظر کرو اور اس عجوبہ سے اتنا فائدہ

خروج ہو گا کہ پھر ایسا دعویٰ نہ کرو گے۔ میں کہتا ہوں کہ بخاری اور مسلم  
اور تمام صحاح میں ابواب بیعت موجود ہیں۔ اگر سوا پھر کے اتفاق میں  
ہو سیکے تو تشریح ہی مترجم ابواب کا مطالعہ کرو۔ اور بالفصل سروریت  
میں کچھ بتلا دیتے ہیں صحیح بخاری صفحہ ۵۷۱ باب البیعت علی اقامہ

المصلوۃ ص ۱۱۱ باب اکیبۃ الاما عا الناس اس باب میں  
بیعت سی حساب نہیں ہیں۔ اور اقسام اقسام بیعت کا اس میں ذکر ہے۔  
مثلاً سیح بولنا اور دینی معاملات میں کسی کے ولایت سے نہ ڈرنا  
اور خطیفہ کے ساتھ جہاد کو حاضر ہونا اور حکم سننا اور ماننا اور مسلمان



بھائیوں کے غیر خواہ رہنا اور جنگ میں ساتھ مرنا اور مطالبہ کلام اللہ  
 اور سنت رسول اللہ اور سیرت خلفاء کے عمل کرنا۔ اس باب سے  
 یہ بھی معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک ایسے امور میں امام کیساتھ  
 بیعت کرنی سنت ہے۔ اور صحابہ میں ہے۔ باب من بايع رسول  
 ثلثين باب بيعة اهل عراب باب بيعة اصفهين صحيح بخاري  
 میں اور بھی ابواب ہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (جنسوں کے صحیح  
 مسلم کے باب وضع کے میں) صحیح مسلم جلد ثانی صفحہ ۱۲۰ میں لکھتے ہیں باب  
 استخاب مبارجة الامام الجليل محمد بن عبد الله القتال والقبول  
 باب صاف صاف دلالت کرتا ہے۔ اس امر کہ جیسا امام کے ہاتھ  
 پر بیعت خلافت کی جاتی ہے۔ ویسے ہی اور معاملات کی بیعتیں اور یہ  
 ابواب بھی صحیح مسلم میں ہیں۔ صفحہ ۱۲۰ جلد ثانی باب بیعت بیعت  
 النساء اور باب البيعة على السمع والطاعة جلد ثانی کتاب  
 البراءة میں ہے۔ صفحہ ۱۲۰ باب ما جاء في البيعة اور باب ما  
 كتبت البيعة اور باب ما جاء في بيعة النساء اور باب ما  
 جاء في بيعة صفحہ ۱۲۰ جلد ثانی مصنفی کا باب البيعة على الاسلحة و  
 انكباير وغیر ذلک من احكام الشرع اور اس باب میں قبول  
 کی بیعت کا بیعت کا بھی ذکر ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مسوی  
 شرح موطا کے اس باب میں لکھتے ہیں۔ وفيه دليل على ان البيعة  
 غير مقصورة على قبول الخلافة والذمة بل هي من قبيل

الصوفیہ لہ وجہ یعنی پایا جاتا ہے۔ کہ بیعت صرف خلافت پر  
موقوف نہیں اور جو صوفیوں میں رواج بیعت ہے۔ اس کے لئے  
مشریعت میں اصل ہے۔ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں کتاب  
البیعتہ لکھ کر اس میں اٹھارہ باب باندھے ہیں۔ مگر بحروف ملاحظہ  
ناظرین ہم تفصیل نہیں کرتے اور ابن ماجہ میں ہے۔ ص ۲۱ باب البيعة  
اور باب الوفاء بالبيعة اور ص ۲۲ باب بیعة النساء ناظرین  
حق پسند ہمارے اس فرستہ کو دیکھ کر (جس میں ہم نے باب  
باب کو بالاسیجا بجا ذکر نہیں کیا) انصاف کریں اور دیکھیں کہ یہ  
قولی مصنف کا (نہ کسی نے باب باندھا ہے) دلیل ہے علمی ہے یا نہیں  
بہت ہی آیات قرآنی مستلزم بیعت مستفاد ہوتا ہے۔ اور احادیث اس  
بارہ ہیں کثرت سے ہیں۔ مگر آج تک کسی مفسر اور شارح نے یہ نہیں  
لکھا۔ کہ بیعت خاصہ آنحضرت تھی۔ مصنف نے بارہ سال محنت  
کریں کہ یہ رسالہ بنایا۔ مگر غریبی قسمت سے آپت و حدیث تو کیا کسی  
عالم کا قول بھی سند نہیں لایا۔ نا حق محققانوں جیسی بات کہہ

کر اپنے علم کو بیٹہ دکھایا۔  
ص ۱۰۰ تیسرا استدلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے اور انہوں نے امور پر یہی طریقہ تشریح دیا ہے۔ الی قولہ اور یہ بیعت  
کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وقتہ بھی ناکید اس  
کی نہیں کی اس لئے خاصہ معلوم ہوتا ہے۔

ہند ایسا۔ خذاب کو حالتِ خشقان میں وہی پہلی بات یاد آگئی  
 پھٹا قلم اٹھا کر لکھ دیکھ سب جان اللہ دلائل بڑھانے کا خوب  
 طریق نکالا ہے۔ مگر آخر شیخ ثانی آدمی تھا۔ گھبرا گیا۔ اگر ہزار بار لکھ  
 دیتا۔ تو مرگتے ہیں ہزاروں دلیل بن جاتی۔ بیعت کی تو خلیفہ و  
 تاکید آیت و صحابہ سے ثابت ہے۔ پروردگار فرماتا ہے۔ و من  
 اوتی بہا عنہم علیہم اللہ فی سبیلہ فقیہ (پس انہیں انور بھی  
 اور جس نے پورا کیا کام جس پر اس نے عہد کیا تھا۔ اللہ سے  
 پس قریب ہے۔ وہ ہے گا اس کو پورا ثواب لقد رضی اللہ  
 عنہم امر مبین انہما یعرفانہم تھمنہم الشہیرۃ فقلہم صافی  
 قلوبہم فانزل السکینۃ علیہم تحقیق رضی بہم چکا اللہ اور منزل  
 سے جس وقت پہنچا کرتے تھے وہ تھو سے درخشندہ کیے نیچے پس  
 جان لیا۔ جو کچھ ان کے دلوں میں ہے۔ پس اللہ کی تسلی ان پر  
 ان آیتوں میں ذکر ہے۔ کہ بیعت سے سکینہ نازل ہو گئی ہے۔ اور  
 اسی سے ہے رضامندی اللہ کی اور اس عہد کی وفا موجب اجر عظیم  
 آنحضرتؐ نے فرمایا یا جو نے ان کا کلمہ کو اب اللہ شہیدا  
 اللہ بیعت تم حج سے بیعت کرو۔ جو آئندہ خدا کا شہرہ کیا نہ کرے  
 گی۔ کسی چیز کو غور کرو۔ اس حدیث میں صحابہ کا کیا ہے میرا  
 مصنف تو خود ہی ایسا ہے کہ یہ الکارہ تھسا لا بطبرین  
 تجہا بل ہے یا جہا لتہ سے۔



مغض الطہ ہے۔ چوتھا استدلال قاعدہ اجماعیہ محدثین کا یہ ہے۔ کہ جس فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ باجماع ترک کریں۔ وہ منسوخ ہو جائے۔

ہمدانویس۔ مجتہد العصر ایک نیا نیا گل کھلاتے ہیں۔ اور اپنی برعلی کا ہنر بیان خود اقرار کرتے ہیں۔ نسخ کا قاعدہ بیعت کے خاصہ ہونے پر اس سے استدلال کرنا اور نسخ سے خصوصیت کا نتیجہ نکالنا مصنف جیسے اہل علم کا کام ہے جو وصف ایک ہی شے میں پایا جائے۔

اور دوسری چیز یہ ہے اس کا وجود نیا یا جائے۔ وہ خاصہ شے کا کیا جائے اور شریعت میں ایک حکم ایسا جاری کیا جاوے۔ کہ پہلے کو اٹھا دے۔ اس کو نسخ کہتے ہیں۔ پس ایک کو دوسرے کی دلیل سمجھنا محض غلط فہمی ہے۔ نہ اصل محدثین نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے۔

کہ ایک امر کی نسبت بسند صحیح ثابت ہو جاوے۔ کہ صحابہ کبار نے بالاجماع اس کو ترک کر دیا تھا۔ تو وہ امر متروک بیشک منسوخ تصور کیا جاوے گا۔ مگر یہ شرط ہے کہ یہ اجماع بسند صحیح صحابہ اور تابعین سے ثابت ہو جاوے۔ اور ترک کا ثبوت فعل کے

ثبوت سے کم نہ ہو۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ ایک سند کو تلاش کریں۔ جب قصود علم و فہم کے سبب پتہ نہ لگے۔ تو کہہ دیں یہ حدیث بالاجماع منسوخ ہے۔ جہالت اور ناواقفی کو اجماع سلف قرار دینا اور اس قاعدہ کو محدثین کی طرف نسبت کرنا غلط ہے۔

امام احمد بن حنبل اور اللہ مصلحہ نے اس شخص کو جو دعویٰ اس قسم اجماع کا کرے۔ جھوٹا بتلایا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن القیم نے اعلام میں امام سے نقل کیا ہے۔ اور شیخ صالح بن محمد عمری نے ایقان میں اس عبارت کو پورا پورا نقل فرمایا ہے۔ ولہذا یکن احد یقدم علی الحدیث الصحیح . . . . . بعض الناس انہ استبجاد لوجودہ انتہی ترجمہ یعنی امام احمد کسی کے مثل اولہ رائے اور قیاس اور قول اور عام علم کو (یعنی جو کہے صحیح کسی کا عمل اس حدیث پر ثابت نہیں ہوتا) اور اسی کو بہت لوگ اجماع کہتے ہیں) حدیث صحیح پر مقدم نہ کرتے تھے اور جو یہ علمی سے دعویٰ اجماع کرتا۔ اس کو جھٹلاتے اور فرضی اجماع کو حدیث پر مقدم کرنے کو جائز نہ سمجھتے اور امام شافعی رحمۃ اللہ نے اپنی آخری تصنیف رسالہ میں لکھا ہے۔ کہ جس مسئلہ میں کسی کا اختلاف معلوم نہ ہو۔ یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ اس پر اجماع امرت ہے۔ امام احمد بن حنبل اور تمام ائمہ حدیث اس بات پر متفق ہیں۔ کہ حکم پیغمبر خدا صلعم کا رتبہ اس سے بڑھ کر ہے۔ جو وہی اجماع کو (بوس کی اصلیت یہ ہے۔ کہ ہمیں اس میں کسی کا اختلاف ثابت نہیں ہوا) اس پر مقدم رکھیں اور اگر یہ قاعدہ جاری کیا جاوے تو تمام احکام شرعی بیکار ہو جاویں۔ اور محل اختلاف میں یہ کہہ کر جو یہاں ہی بات کا کوئی مخالفت نہیں گویا

اجماع ہو چکا۔ مخالف کی نصوص کو رد کرنے کے گنجائش ہو جائے۔  
 اسی قسم کے اجماع کا امام احمد بن حنبل اور امام شافعی رحمۃ اللہ  
 نے انکار کیا۔ اور یہ بات نہیں کہ امام احمد صاحب وجود اجماع کو  
 ناممکن سمجھتے ہیں۔ فقط اس وہی اجماع کو بہت سارے دیکھ کے پھر  
 شیخ صالح بن محمد ثاقب عن الاعلام یوں فرماتے ہیں۔ وحین فیشاء  
 هذه الطريقة . . . . . من انقلبہ وکذبا من  
 ادعاء ترجمہ یعنی جب یہ طریقہ جاری ہوا تو اس امر نے رواج  
 پکڑا۔ کہ وہی ائمہ مجہول اجماع سے آیات و حدیث سے ان پر حجت  
 پکڑی۔ تو کہہ دیا یہ حکم خلاف اجماع ہے۔ آیہ دین نے اس اجماع  
 کا انکار کیا ہے۔ اور وہ جو بے باطلہ کے مرتکبوں پر ہر طرف سے عیب  
 دہرا ہے۔ اور ان کو جھوٹا بتلایا ہے۔ اہل نظر غور کریں۔ قاعدہ  
 کیا تھا۔ اور مصنف نے کس طرح بگاڑ کر بیان کیا ہے۔ اگر مصنف  
 کے نزدیک بیعت باجماع اہم متروک تھی۔ تو اس کو لازم تھا۔  
 کہ محدثین و فقہاء کی کتابوں سے اس اجماع کو نقل کرتا۔ محض  
 اپنے معلومات پر اعتماد کر کے ایک امر مسنون کو منسوخ ٹھہرانا  
 بعید ازہ و ریانت ہے۔ ہم ان لوگوں سے جنہوں نے مصنف کی  
 اور ہماری جوابات کو ملاحظہ کیا ہے۔ درخواست کرتے ہیں کہ اسے  
 کہ علم آدمی کے کہنے سے سنت صحیحہ ثابتہ کا انکار نہ کریں۔ اور اس  
 کی تبلیغ اور تلاش سے فریفتہ نہ ہو جائیں۔ مصنف کی اس تبلیغ اور



تلاش پر کہ بیعت میں کسی عالم نے نہ باب باندھا ہے۔ اور نہ  
 شایع کی طرف سے تاکید و ترغیب آئی ہے، اس کی اور نتیجہ و نتائج  
 غیاس کریں۔ بالفرض اگر متقلدین یا متاخرین میں سے مصنف کی  
 طرح کسی نے اجماع کا دعوے کیا ہے۔ تو وہ بھی تسلیم نہ کیا  
 جائے گا۔ کیوں کہ ہم بظہن ہدایہ نمبر ۲۲۷ تعامل صحابہ ثابت کر چکے ہیں۔  
 صفحہ ۱۳۹۔ بلکہ ترمذی نے آخر کتاب میں لکھ دیا ہے۔  
 کہ جو حدیث میں سے بیان کی ہے۔ سب معمول بہ ہیں۔ مگر وہ  
 حدیثیں ایک حدیث شارب خمر کی جو پانچویں دفعہ شارب پیوے  
 قتل کیا جاوے۔ اور ایک حدیث جمع بین الصلوٰتین بلا تعدد  
 غیر معمول بہ ہیں۔

ہذا ہے۔ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو بیان کیا  
 ہے کہ جو پانچویں دفعہ شارب پیوے۔ قتل کیا جاوے۔ اس کے بعد  
 یہ حدیث لایا ہے۔ *شرب الخمر علی اللہ علیہ وسلم*  
*جبل قد شرب شرب فی المرۃ البعۃ وضریدہ ودم اقتلۃ یعنی*  
 آنحضرت کے سامنے ایک نجرم لایا گیا جس نے چوتھی دفعہ شارب  
 پی لی۔ تو آپ نے اس کو حد لگائی۔ اور قتل نہ کیا۔ گویا آنحضرت  
 کے آخری فعل نے پہلے حکم کو منسوخ کر دیا۔ اور اسی طرح جو ائمہ  
 جمع بین الصلوٰتین کی حدیث بیان کر کے اس کے پیچھے ابن عباس  
 سے یہ روایت نقل کی ہے۔ *عن جمع بین الصلوٰتین کت*

عذر فرماتی جا با من الجواب الکیاثر۔ یعنی جس نے دو نمازوں کو جمع کیا۔ بلا عندہ وہ کبیرہ گناہوں میں داخل ہوا۔ ترمذی نے جمع کو منسوخ نہیں کہا۔ بلکہ ابن عباسؓ کی روایت سے اس کو معتدل کر دیا ہے۔ اگرچہ روایت ابن عباس میں ضوضا ہے مگر چونکہ یہ حدیث نزدیک ترمذی کے معمول بہ امت ہے۔ موافق قاعدہ محدثین کے (جو حدیث ضعیف معمول بہ امت کا ہو۔ اس کے لئے کوئی اصل صحیح سمجھا جاوے گا۔) یہ حدیث معنی صحیح ہے۔ مصنف صحاح و ہمامہ میں اس تحریر کو دیکھ کر غالباً مرطاب سمجھ جائیں گے۔ اور وہی میں ناوہم ہو کر کہیں گے۔ ان روایتوں سے ہمیں کچھ فائدہ نہ ہوا۔

مخالطہ نہ ہو۔ یہ حدیث شارب خمر باجماع صحابہ منسوخ ہے۔ اس کا کوئی مستند نہیں۔

کھلایا۔ جو لوگ اس حدیث کو منسوخ سمجھتے ہیں۔ وہ سبب اس حدیث کے جو ہم نقل کر چکے ہیں۔ منسوخ بتلاتے ہیں۔ نہ کہ اجماع صحابہ کے باعث یہ محض مصنف کا خیال ہے۔ کوئی آئمہ دین سے اس کا قائل نہیں۔ اگر کسی نے بزعم باطل ایسا سمجھا ہو۔ اس کی عقلی ہے۔ اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمارے متفق رائے ہیں۔ حافظ ابن القیم اور شیخ صعبین الدین سند ہی اول محمد بن اسماعیل یحانی اور ایک گروہ محدثین کا قول ہے۔ کہ یہ حدیث منسوخ نہیں ہے۔ تعجب ہے کہ

مصنف صاحب لکھتے ہیں۔ اسکا کوئی منکر نہیں۔

مرغالطہ علیہ۔ صحاح میں ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات طرح کی اوجھیاں پر کلام اللہ پڑھنا سیکھا اور انہیں عشران کے وقت باجماع سب قرا پڑھیں مگر اس وقت ہجرت کے۔ اہل ایس۔ سب قرائتوں کو سند پر کھڑا کرنا اپنے سوا کسی نذرت حجاز کے اور قرائتوں کے معروف ہونے کا سبب یہ ہے کہ انہی جملہ نذرت عشران رضی اللہ عنہم نے رضی اللہ عنہم نے دیکھا ہے اور انہی سے شخص موافق قراوت الیٰ ہوں کہ سب کے قرائت صحیح ہے اور دوسرا ابن مسعود کے اور تیسرا ابو موسیٰ کے مرطابق اور اختلاف کے سبب آپس میں جھگڑتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو کافر بتلاتے ہیں۔ لہذا عشران رضی اللہ عنہم سے یہ حال عرض کیا۔ امیر المؤمنین سے بشارت حضرت شامی نے تمام صحاح صحیح جملہ اس کے اس وقت ان قرائتوں کا صحیح و مشواتی سے ثابت ہونا محال ہے جب تک ان قرائتوں کے جاننے والے موجود تھے۔ وہ بیشک مختلف طرح پر پڑھتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے ابن مسعود کے شاگرد مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے سزا دیا کہ وہ پڑھتے تھے۔ اگر صحابہ کا اجماع ہوتا۔ تو یہ بڑا گوارا کیوں مخالف کہتے البتہ ہم اس وقت مجبوریہ ہیں۔ کیوں کہ سوائے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے سند متواتر سے کوئی قراوت ہمیں نہیں پہنچتی۔ حکم ضرورتاً سوا یہ آنتا۔



کرتے ہیں، ہمارے خوش فہم ملاح صاحب نے اسی کو اجماع سمجھ لیا۔  
**مغالطہ** - اور دوسرا کلام اللہ شریفینا رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں جمع نہیں کرایا۔ ابابکر صدیق کبھی وقت  
 نغمہ گفتگو بہت کے جمع ہوا۔ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کا فعلی اجماع سے متروک ہوا۔

**ہدایہ** - عدم کو فعل جانا اور پھر اس کو منسوخ سمجھا خاص  
 آپ کا صحیفہ ہے، عالم تو کیا کوئی جانی بھی عدم کو فعل نہیں کہتا علماء  
 کتبہ نبوی جو کام آنحضرت کے وقت میں اتفاق نہ ہوا، اور پھر کسی  
 وقت میں واسطے اصلاحیت دینی کے اس کا رواج ہو گیا، وہ ملحق بالحد  
 یا باعت حسہ کہلاوے گا۔ یہ نہیں کہ اس کے وجود سے اس کے منسوخ  
 کو منسوخ کہا جاوے گا۔ **مغالطہ** - تیسری حدیث میں آیا ہے  
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ میرے سے سوائے قرآن  
 کے کچھ نہ کہو یہ بات باجماع تابعین کے متروک ہوئی۔

**ہدایہ** - جیسا آنحضرت نے تحریر حدیث سے منع فرمایا عقدا  
 ویسا اس کے لکھنے کا بھی ارشاد فرمایا صحیحین میں ہے۔ **کتب الابی**  
 شاہ یہ حدیث کاہر واسطے ابو شاہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے ممانعت کو خود ہی منسوخ کر دیا۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ سے  
 روایت ہے۔ ما من اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اصدا  
 اکثر حدیثا من ابیہما کان عبد اللہ بن عمر وفانہما کان

بکتاب لا آکتب یعنی زمرہ اصحاب میں سے کوئی شخص مجھ سے زیادہ  
 حدیث کا واقف نہیں مگر عبد اللہ بن عمرو کہ وہ لکھ لیا کرتے تھے اور  
 میں بن لکھے یا رکھتا۔ اور صحیح بخاری میں ہے کہ علی مرتضیٰ نے  
 فرمایا اعدنا الی کتاب اللہ ومانی هذه العتقیف قلت  
 ومانی هذه العتقیف قال العقل ویکائن الی اور یہ ہے  
 ہمارے پاس سوائے قرآن مجید اور ان احکام کے جو اس نے بیان کیے  
 لکھے ہوئے ہیں۔ اور کچھ نہیں پھر لے لو چھوڑا اس میں کیا ہے۔ فرمایا  
 خون بہا اور شیدوں کے متعلق احکام ہیں اور وہ صحیحین میں ہے کہ  
 آنحضرت نے مرض الموت میں فرمایا۔ ایتدی تکتا اب ان تیبہ  
 تکتا یا لکن تفضلوا بعدہ یعنی کاغذ و قلم و روزنامہ اور میں نہیں  
 ایسی تحریر ہو جس کے بعد تم گمراہی میں نہ پڑو۔ نہ حدیث کا پہلے نسخہ  
 و عمر نے جو اس کی کتاب کو یہ اعتبار اور بی نام کر رہا ہے۔ اس  
 کی رو اور جواب کی حاجت نہیں۔ مگر فقط اس خیال سے کہ مراد  
 عوام مومنین جن کو ان باتوں سے پوری پوری خبر نہیں ہے حدیث کی  
 قیل و قال سے فریقت ہو جاوے۔ یا تم نے اس کی غلطیاں بطریق اعتقاد  
 بیان کیں۔ آنحضرت نے ابو شاہ کیواسطے کہہ کر حدیث کا مصدق اور  
 مرض الموت میں کچھ لکھوانا چاہا۔ عبد اللہ بن عمرو ہمیشہ بوسنتہ لکھ دیتے۔  
 حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اسی قسم کے ادیان تھے۔ خدا جانے  
 مصنف صاحب نے ان روایتوں کو دیکھا نہیں۔ جو حکم منع کرنا چاہا

تبع تابعین منسوخ بتلائے ہیں۔ جتنے دلائل اور مثالیں آپ لائے  
 ہیں۔ کوئی مطالبہ مدعا نہیں۔ ایسے لائقوں کی خاموشی سے پردہ پوشی  
 ہے۔ ہر نامرد سخن نگفتہ باشد بے عیب و نہریش نہفتہ باشد  
 صغالطہ ص ۱۱۱۔ اگر کوئی اس نظر سے امر میں لادیں حرام نہیں۔  
 مصنف نے اپنے پہلے قاعدہ کا خلاف کیا۔ اول لکھا تھا،  
 کہ جو کام آنحضرت سے اس نیت سے کیا ہے۔ کہ امرت کیلئے شریعت  
 کو مٹا دے۔ تو اس کی ترغیب اور تاکید بھی فرمائی ہے۔ بلکہ حکم دے  
 کر اپنے لئے اور برہمراہوں کو اپنی ہے۔ اور ان امور کی نسبت آنحضرت کا رغبت  
 کرنا اور تاکید فرمانا اور عمل کرنا ثابت نہیں۔ پھر مصنف کا فتویٰ ہے۔  
 کہ ان پر عمل کرنا حرام نہیں۔ بقول شخصہ شتر کے بے مہار ٹھہرے کسی  
 قاعدہ کے پابند نہیں۔ گو یا تھا ہرگز خیالات نہیں کہنے کو ہیں۔ کہنے کو  
 نہیں۔ الم تر انا انهم فی کل واد مہمرون وانهم یقولون  
 ہذا یفعلون۔ صغالطہ ص ۱۱۱۔ لیکن بیعت کا ذکر کہیں تابعین اور  
 تبع تابعین میں سے مروی نہیں۔ اور نام لینا بھی اس کا ثابت نہیں اور  
 باب باندہ ہونے کا تو کیا ذکر ہے۔

ہذا ہے۔ اس کا جواب ہدایہ نمبر (۶۴) اور ہدایہ نمبر (۶۵) میں  
 ہم دیکھ چکے ہیں۔ صغالطہ ص ۱۱۱۔ اس قاعدہ سے خلاف کرنا مثل  
 ابن تیمیہ و صاحب ذراعات و من حذا حذو بہا تو ان کا اختلاف  
 بمقابلہ چہوایہ علماء محدثین اور اجماع ان کے کے کون سننا ہے۔

ہذا پیر معاہدہ محدثین سے کوئی مخالفت نہیں۔ البتہ جو قائلہ  
مصنف نے ایجاد کیا ہے۔ (کہ جب ہمیں کسی مسئلہ میں کوئی مخالفت  
معلوم نہ ہو۔ تو وہ مسئلہ ثابت یا لاچار ہے۔) اور اسی سے صحیح حدیثیں  
کو رد کرتا ہے۔ صاحب دراسات اور ابن تیمیہ بلکہ امام شافعی اور امام  
احمد بن حنبل اور سب آئمہ حدیث اس کو رد کرتے ہیں۔ اور ایسے اجماع  
کے مدعی کو کاذب کہتے ہیں۔ ہم ان سب عبارتوں کو بعض منہ ہذا حدیث  
نمبر (۱۳) تخریر کر چکے ہیں۔

مذاہب طریقیہ۔ کئی مسائل میں ابن تیمیہ وغیرہ نے غلطیاں کہی ہیں۔  
ہذا میں۔ بے شک بیان احکام شرعی میں سوائے انبیاء کے کوئی مدعی  
نہیں۔ ہر ایک کو معمولی چوک کا خوف ہے۔ ابن تیمیہ ہو یا اور کوئی مگر  
اس مسئلہ میں جس پر بحث ہو رہی ہے۔ ابن تیمیہ سے کچھ خطا نہیں  
کی۔ بلکہ جو جب قول آئمہ حدیث کے مصنف کی غلطی اور کذب  
ثابت ہوتا ہے۔ یاں کوئی اور غلطی بتلاوے تو دیکھا جاوے گا مصنف  
کا دوسرا اعتراض ابن تیمیہ پر یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب فرقان  
میں بے سند فقہی کرامات اولیاء کے لکھے ہیں۔ مصنف صاحب کرامات  
کے ذکر سے گھبراتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کرامات اولیاء اللہ سے  
انکار ہے۔ ہم پہلے بھی سنا کرتے تھے۔ اس تحریر کو دیکھ کر یقین ہو گیا۔  
جو دل میں ہو وہ کبھی نہ کبھی نہ بان پر آتا ہے۔ کل اذیاء ویتروہما  
فیہ تمام اہل سنت و الجماعت کے نزدیک اولیاء اللہ سے کرامات



کا ہونا برحق ہے۔ قرآن مجید میں کرامات کا ثبوت قصہ اصحاب کوفہ اور مریم صدیقہ اور قصہ صاحب سبلیمان علیہ السلام سے (جس نے کہا کہتا میں بلقیس کا تخت آکھوہ چمکتے لاتا ہوں) بخوبی پایا جاتا ہے اور کتب حدیث میں صحابہ اور تابعین کے کرامات کا بہت ذکر ہے۔ اگر ابن تیمیہ نے ایسی ثابت اور صحیح مشکوٰۃ کے واسطے شواہد لکھ دیتے تو کیا گناہ کیا۔ سب اصل مشکوٰۃ پر شواہد اور تالیف لکھتے ہیں۔ چونکہ اس مشکوٰۃ کی تحقیق متعصب نہیں۔ لہذا ہم اس بحث کو ختم کر کے مطالبہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ مطالبہ کا یہ ہے۔ شوکانی نے اپنے رسالہ میں توسل اولیاء اللہ سے جائز کر دیا۔ اور ابن حزم پر طعن کیا۔ **ہدایہ**۔ شوقانی نے عزالدین ابن عبدالسلام پر اعتراض کیا ہے۔ اور آپ لکھتے ہیں۔ (ابن حزم پر طعن کیا ہے۔) نماز صحت کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ کا ذکر کر کے جو جو اجتہاد کئے ہیں۔ ان کی خوبیاں انظر من الشمس ہیں۔ یہ مطالعہ اور مراد لیت و نگیر کتاب کا سلیقہ دکھلایا ہے۔ مثل مشہور ہے۔ نقل را چہ عقل۔ مصنف صاحب اس میں بھی غیبی کہا ہے ہیں۔ پھر اس فہم پر اجتہاد کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔

**مطالبہ اول**۔ اور ابن قیم نے اثبات اللہ فان میں راگ کی حرمت بیان کی۔ اور صحیح سند ایک بھی نہیں لایا۔ بلکہ صحاح کا خلاف کیا۔

**ہدایہ**۔ جہاں تاں سر کے ساتھ راگ لایا جاتا ہے۔ وہاں باجے بھی ہوتے ہیں۔ ابن قیم حرمت معارف کی سند بخاری سے لائے ہیں

صحیح بخاری وہ کتاب ہے جس کی صحت پر علماء اہل سنت کا اتفاق ہے۔ مصنف صاحب خود کچھ نہیں جانتے بہ تقلید ابن حزم اس حدیث پر جرم کرتے ہیں۔ ابن حزم نے اس حدیث کو معلق بتلا کر جرم کی ہے۔ مگر امام نووی اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث متصل الاسناد ہے۔ اور ہشام بن عمار بخاری کے استاد ہیں۔ اور انہوں نے تعلق کا جرم کیا ہے۔ انہوں نے غلطی کھائی ہے۔ مصنف کیسا شخص کا مسئلہ ہو کر اجماع امت کا خلاف کرتا ہے۔ اور تاواضعوں کو شرط تحریر میں ڈالتا ہے۔

مخالف طرز ہے۔ شیخ ولی اللہ نے قول الجلیل میں تسمیہ کی ہے۔ کہ نہ مانہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین و تبع اقسام بیعت اللہ و بیعت اللہ متروک تھی۔ ہذا عیب ہے۔ مصنف صاحب صفحہ (۱۱۱) میں لکھتے ہیں کہ قول الجلیل کی نسبت طرف شاہ ولی اللہ کے غلط معلوم ہوتی ہے۔ اور یہاں اس کتاب سے کس لگاتار ہے۔ اور غوی نسبت سے کیے معتقد ہوئے ہیں۔ جو اسی جرمول اللہ صحت کتاب پر اعتبار دیکر کہا گیا قطعاً اور حدیث صحیحہ کو روکتے ہیں۔ وہ تحقیق ہو تو ایسی ہو۔ ہم نے فرض کیا۔ قول الجلیل شاہ ولی اللہ کی تعریف ہے۔ اور یہ قول انہوں کا ہے۔ مگر ہم ہا یہ نمبر (۱۱۱) میں روایات دیکھتے ہیں۔ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ صحابہ کبار سوائے بیعت خلافت کے اور اقسام کی بیعت کرتے تھے۔ پس یہ خلاف ان روایتوں کے یہ قول ہرگز تسلیم نہ کیا جا سکتا۔ اور

یہ کہیں گے کہ شاہ صاحب نے غلطی کھائی ہے۔ آخر وہ بھی بشر تھے۔

سولے انبیاء علیہم السلام کے کوئی خطا سے معصوم نہیں۔  
مخالطہ سے۔ امام مالک نے صحیح سنن شرایں کو بعد <sup>تفحص و استقراء</sup>

حتی الوسع کے عدم و جہان روایت کو اصل ٹھہرا کر بدعت قرار دیا۔

ہذا ہے۔ مصنف نے اس مثال کے سوا اور بہت سی مثالیں

لکھی ہیں۔ مگر اصل بحث سے کسی کو تعلق اور مناسبت نہیں ناحق

اپنے اوقات کا خون کیا ہے۔ اور بہت سا لکھ کر لوگوں کو دھوکا

دیا ہے۔ بحث اس بات میں ہے کہ ایک امر کا سنت ہونا قرآن

مجید اور احادیث سے ثابت ہو چکا۔ مگر کسی شخص کو بڑے خود صحابہ

اور تابعین کا عمل کرنا اس پر معصوم نہیں ہوا۔ کیا یہ شخص اس

سنت کو نسخ کر سکتا ہے۔ یا نہیں اور اس بات میں اختلاف

نہیں کہ ایک امر کو قرآن و حدیث میں تلاقی کریں جب اس کا ثبوت

کتاب و سنت سے نہ پایا جاوے۔ تو اس پر حکم بدعت یا حرمت کا

دکاویں یا نہ اس بارہ میں تمام علماء کا اتفاق ہے۔ کہ جو مسئلہ دونوں

اعتباروں سے ثابت نہ ہو۔ وہ باجواز اور اس پر عمل کرنا حرام ہے۔

ناظرین رسالہ ہماری اس تحریر کو دیکھ کر اگر انصاف کریں گے۔ تو سمجھ

جاویں گے کہ شارجہ از مسجوت، مثالیں ذکر کر کے مصنف نے کس قدر

ابلہ فریبی کی ہے۔ مصنف کو لازم تھا۔ کوئی ایسی مثال نکالے کہ

قذال امر کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ مگر صحابہ کا تعامل اس پر

معلوم نہ ہونے کے سبب امام مالک یا کسی اور امام نے کرمہ حدیث سے اس کو منسوخ کہا ہے۔ تبلیغ اور تلاش اور اجتہاد پر اس جنگ اعتبار کیا جاتا ہے جہاں حکم شرعی وعتیاب نہ ہو مصنف ایسا پہلے سنت ثابتہ کو بھی رد کرنے لگے۔ تبلیغ اور استقراء وہاں کیا کرتے ہیں۔ جہاں کتاب و سنت سے حکم معلوم نہ ہو۔ اور نص کے مقابلہ میں اس کا ذکر کرنا اور حکم شائع کو اس سے منسوخ کرنا ظلم ہے۔ آگے چل کر آپ اور مٹھو کر کھاتے ہیں۔ اور چند مسطوروں کے بعد لکھتے ہیں۔ (سب اہل علم کی یہی عادت تھی۔ کہ مدار حکم تبلیغ اور استقراء پر رکھتے تھے۔ جب پیچھے ان کے روایت صحیح سے ثابت ہوا کہ صحابہ مستند مشورال سنتہ تھے۔ تو علماء متاخرین نے جاری کر دیا جس منہ سے دعویٰ کیا تھا۔ کہ جب تلاش کے بعد تعامل صحابہ و تابعین کا صحابہ پیشا پر نہ ملے۔ تو حکم منسوخ لگایا جاوے گا۔ اسی منہ سے یہ بھی اقرار ہے کہ علماء کو جب روایت صحیح ملی۔ تو تفحص اور تلاش امام مالک وغیرہ اہل علموں کو اعتبار نہیں دیا۔ بلکہ حدیث صحیح پر عمل جاری کر دیا۔ پھر یہ بولے ہیں سے لکھتے ہیں۔ ہمارا دعویٰ ثابت ہے۔ اتنا نہیں سوچتے ہیں۔ کہ اس قول سے تو ہمارا دعویٰ بالکل باطل اور رد ہوا۔ اور اس ردی مثال کے یہ فقرے کہہ کر مرتکب کرتے ہیں۔ کہ مثالوں پر کچھ جھگڑا نہیں۔ جبکہ فراغت شد دعویٰ بھی ثابت ہو گیا۔ اور مثال بھی مطابق آگئی۔

مغالطہ ۵۔ اگر کوئی کہے اس بیعت کے انکار کا کاتب الحروف



یہی منقروہ ہے۔ اور کوئی شامل نہیں۔ اس لئے کتاب الحروف کہتا ہے۔ کہ میں اس میں منقروہ نہیں ہوں۔ بلکہ اکثر آئمہ دین صیبر سے سناؤ ہیں۔ حد ایسے۔ مصنف کا دعویٰ ہے کہ اکثر آئمہ میرے سناؤ ہیں۔ میں کہتا ہوں آپ اکثر اور کثیر کو جاسے دیکھئے۔ اگر صحیح کثیر ہو تو ایک کا نام بتلائیے۔ فی الواقع کوئی تمہارے سناؤ نہیں۔ فقط وہ سالہ قول الجلیل میں اتنا فقروہ دیکھ کر فطن قوم انہا مقصودہ عسلی قبول انخلافتہ اس لئے وہ شوریہ سے دعویٰ کیا ہے کہ اکثر آئمہ دین کو ایسے سناؤ متفق ہو گیا ہے۔ اگر ایک شخص کے نام کا پتہ لگ جاتا تو پھر کیا تھا۔ صاف کہتے کہ تمام جہان میرے سناؤ ہے۔ سلف و خلف کا اجماع ہے۔ قول الجلیل وہی کتاب ہے جس کو آپ اس لائق نہیں سمجھتے۔ کہ شاہ صاحب کی طرف نسبت کی جاوے۔ علاوہ انہی اس قول کا یہ مطلب بھی نہیں جو آپ سمجھتے۔ ہم انشاء اللہ عنقریب اسس کا بیان کریں گے۔

صرف الظہار ہے۔ کیونکہ قوم علماء مجتہدین جن کے انکار کی شیخ نے نقل کی ہے۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ بیعت صحیح اقسامہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باجماع متروک ہے۔ الابیوت قبول خلافتنا اور یہ شیخ کا جواب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بیعت کرتے تھے۔ اقامت اہکان اسلام کی اور کبھی تمسک بالسنہ کے اور کبھی عدم سوال پرالی آخرہ جو اب لغو ہے۔

ہدایہ۔ شاہ صاحب نے لفظ قوم بولا ہے۔ اور مصنف صاحب  
 بمقتضائے دیانت۔ اس پر حاشیہ کرتے ہیں۔ (قوم علماء مجتہدین) اگر  
 منکروں میں کوئی مشہور عالم یا مجتہد ہوتا۔ تو ضرور مفسرین اور شاہجان  
 حدیث کسی آیت یا حدیث کے نیچے اس اختلاف کا ذکر کرتے۔ اور مخالف  
 کا نام لیتے۔ دراصل یہ ایسے لوگوں کا قول ہے جن کو فن حدیث سے کچھ  
 واقفیت نہیں۔ اور مصنف کی طرح بالکل علم سے کورسے ہیں۔ اسی قوم  
 بعلم چہول الاسم نے تو سوائے بیعت خلافت کے تمام اقسام بیعت  
 کے وجود سے انکار کیا ہے۔ اور آپ وہینکا وہینگی ان کے قول۔ گئی یوں  
 تاویل کرتے ہیں۔ (ان کا دعویٰ یہ ہے کہ بیعت، کچھ اقسام بعد وفات  
 نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باجماع متروک ہوئی۔ الا بیعت قبول خلافت  
 اور شیخ کا جواب لغوی ہے۔ کیونکہ خلافت دعویٰ کے لیے مصنف نے کوئی  
 منکروں کی تحریر دیکھی ہے۔ نہ ان کا دعویٰ سنا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب  
 نے کسی کی زبان سے ایسا باطل دعویٰ سنا۔ اور فتنن قوم کہہ کر قتل کیا۔  
 اور بخوبی نوکر دیا۔ خیر بدولت نے نہ کہیں ان کا قول دیکھا ہے۔ اور نہ  
 ان لوگوں کو غم غیب الغیب سے یونہی مطلب سمجھ کر شاہ ولی اللہ صاحب  
 سے لڑائی پانہ صی ہے۔ شاہ صاحب کی ظاہر عبارت سے یہی مستناد ہوتا  
 ہے۔ کہ اس طائفہ کو وجود جملہ اقسام بیعت سے انکار ہے۔ اور اسی کا  
 رد کیا ہے۔ واللہ اعلم قصیدی صاحب کیا سمجھ کر شیخ کے جواب کو مخالف  
 دعویٰ بتلاتے ہیں۔ اور جناب شیخ کی طرف لفظ لغو نسبت کرتے ہیں۔

مثل مشہور ہے۔ حجوتنا منہ بڑی بات۔ کہاں قصور ہی اندر کہاں ولی اللہ  
 دہریہ ایبن المثنیٰ من اللثریا۔ یاں اتر کہیں سے قوم کی عبارت نقل  
 کر سکتے ہو۔ تو لاؤ اہل علم دیکھیں گے۔ اور انصاف کریں گے۔  
 مخالفہ ۵۔ اور پھر کہا ہے۔ کہ غیر خلفاء راشدین کے وقت میں  
 متروک تھی۔ اس کا جواب یہ دیا۔ کہ اکثر خلیفوں سے ظالم اور فاسق تھے۔  
 اس واسطے ان سے بیعت نہ کی گئی۔ اس پر یہ اعتراض ہے۔ کہ کل خلیفہ  
 فاسق نہ تھے۔ عمر بن عبدالعزیز نے کیوں نہ جاری کی۔  
 ھذا ایہ۔ اصل جواب یہ ہے۔ کہ خلفاء کے وقت میں بیعت متروک  
 نہ تھی۔ اور اس بات کو ہم نے بضم ہدایت نمبر ۲۴، ثابت کر دیا ہے۔  
 اگر صاحب قول الجہیل کی طرز اختیار کریں۔ تو یہ جواب ہے۔ کہ بیشک خلفاء  
 راشدین کے بعد اکثر خلفاء فاسق گذرے ہیں۔ اور جو پرہیزگار تھے سنتوں  
 میں ان سے بھی قصور ہوتا تھا۔ چنانچہ بعض خلفاء رکوع و سجود کی وقت،  
 بعض تکبیرات نہ کہتے۔ اور عمر بن عبدالعزیز نماز اول وقت نہ پڑھتے۔  
 جب صلحاء بھی سنتوں میں سستی کرتے تھے۔ تو کیا تعجب ہے۔ اس  
 سنت میں بھی سستی کی ہے۔ بالفرض اگر خلفاء کسی سنت کو ترک کر دیں۔  
 تو کیا وہ سنت سنت نہ رہے گی۔ اور کیا حضرت رسالت کا قول و فعل  
 عمر بن عبدالعزیز کی تصحیح کا محتاج ہے۔ استغفر ربک و اطع  
 نلیک۔ مخالفہ ۵۵۔ اور اگر خلیفہ فاسق تھے۔ تو اور علماء  
 مجتہدین تبع تابعین موجود تھے۔ انہوں نے کیوں نہ بیعت کی معلوم

ہوتا ہے۔ کہ شیخ کے زعم میں بیعت صرف خلیفہ پر منحصر ہے۔ فتدبرع  
 مراخواندی و خود بدام آمدی۔ **ھذا**۔ قول الجیل والے نے  
 اس اعتراض کو بخوبی رفع کر دیا ہے۔ مگر مصنف کو قصور حافظہ کے سبب  
 کچھ یاد نہیں رہتا۔ شاہ صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ بیعت کے سبب  
 فتنہ کا خوف تھا۔ لوگ شاید بیعت خلافت کا گمان کرتے۔ اور خلیفہ دشمن  
 ہو جاتا۔ اختیاطاً علماء نے اس کو ترک کر دیا۔ آئندہ اس جواب کو یاد  
 رکھئے اور کہیے اور بجائے مراخواندی و خود بدام آمدی کے یہ بیعت ورد  
 کیجئے۔ **۵۰**۔ مشرغلابی کہ ہے پھر آورو۔ آپ جو آمد و غلام بہ برد  
**۵۱**۔ پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ بیعت تمسک بحبل  
 الثقوی بھی متروک تھی۔ خلفاء راشدین کے وقت میں اس واسطے کہ وہ  
 صحابہ تھے۔ ان کو جہنم کی صحبت کی برکت سے کسی کے سوائے بیعت  
 کی حاجت نہ تھی۔ راقم کہتا ہے۔ اگر صحابہ کو حاجت نہ تھی۔ تو اور لوگ  
 جو روم و شام وغیرہ ملکوں کے جوئے مسلمان ہوتے تھے۔ ان کو بھی حاجت  
 نہ تھی۔ اقامت سنت کی کس کو حاجت نہیں ہوتی۔ پھر السلام علیکم بھی  
 ترک کرنا چاہیے تھا۔ **ھذا**۔ پہلے تو صحابہ کرام کا ترک ناسخ  
 حایث بتلایا تھا۔ اب شام و روم کے نو مسلموں کو ترک ناسخ مٹھرایا۔  
 روم و شام کے نو مسلم کسی سنت کو ترک کر دیں۔ تاہم وہ سنت رہے گی۔  
 اور یہ جو آپ لکھتے ہیں کہ السلام علیکم ترک کرنا چاہیے تھا۔ واہ کیا خوب  
 سخن سے اور تہجد میں غفلت ہو جائے۔ یہ وہ اوقات ہیں کہ نہ کی سنتیں بھی



چھوڑ دے۔ یہ مثل مشہور ہے۔ سارا جانا دیکھئے آدھا دیکھے بانٹ ملا

میرکے لائیکر کھڑے کہیں مستعدین کو یہ قاعدہ نہ بتلا دینا۔

مغالطہ ۵۴۔ برکتِ صحبتِ اقامتِ سنت کی دلیل ہے نہ ترکِ سنت کی۔ ہل ایسا۔ بیعت ان سنتوں میں سے نہیں ہے جو روئے ترک کی جاوے۔ بلکہ اگر کوئی ایک ہی دفعہ کرے تو بھی کفایت کرتی ہے۔ صحابہ کبار کبھی بیعت نہیں ہوئی تھی۔ اول وہ آنحضرت کے ہاتھ پر بیعت کر کے فیضیاب ہو چکے تھے۔ انصاف سے کہو۔ کہ ان کو دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی کیا حاجت تھی۔ انصاف کے سامنے مشعل کون جلاتا ہے۔

مغالطہ ۵۵۔ بلکہ اتنا ہی کافی تھا کہ کئی بیعتیں سن اولہ الی آخرہ اسی

خوف سے (یعنی خوفِ تفرق و فتنہ و فساد) ترک ہوئیں۔ الابیہت قبول

خلافت۔ ہل ایسا۔ جو انکے اللہ آپ نے سچ کہا۔ ہم کبھی مانتے

ہیں۔ کہ خوفِ فتنہ سے صلحاء امرت نے بیعت کو ترک کر دیا تھا۔ اولہ

یہی شاہ صاحب نے فرمایا ہے۔ اب آپ کی سالہی بحث لغو ٹھہری۔ آیتوں

بیعت کو کہی بدعت نہ کہنا۔ عذر شود بیعت شیر گز خدا نوا بد خمد ما یہ

وکان شیشہ گر سنگ است۔

مغالطہ ۵۶۔ صوفیوں نے بیعت کی جگہ خرقہ رکھا۔ اب فرمائیے تغیر

سنت کے کیا معنی یہی ہیں۔ کہ ایک سنت کو ترک کر کے اسی کی

جگہ ایک نئے مستقر ثقف قائم کر لینی۔

ہل ایسا۔ بعض محدثین کہتے ہیں۔ خیر القرون میں خرقہ جاری ہو گیا ہے۔

اور جس امر کا خمیر القرون میں رواج ہو۔ علمائے محققین کے نزدیک وہ داخل بدعت نہیں ہوتا۔ خاص کر جب کہ داخل فی الدین نہ سمجھا جاوے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اثناف المشرقین اور المشرقین اور قلا علی قاری نے موضوعات کبیر میں ناقلاً سے اور قسطلانی نے حافظ ابن حجر سے اور حمید العزیز طناتی نے اپنی کتاب کوثر الشیخ میں رواج شرقیہ کو خمیر القرون سے (جس کی غیر پوسنے کی حضرت رسالت کے شہادت دی ہے) ثابت کیا ہے۔ مصنف کوراه نظر ہے۔ سوائے چند رسائل متداولہ کے اور کسی کتاب کی خمیر نہیں داری سے بن دیکھے رستہ چلتا ہے۔ اور قدم قدم پر گھوم کر میں کھاتا ہے۔ شیعہ القرون کو اہل بدعت ٹھہرانا اور ان کے رواج کو بدعت کہنا خواجہ کا کام ہے۔ اگر مصنف کو شہر ہوتی۔ تو غالباً طعن نہ کرتا۔ بالفرض اگر خمیر القرون کی طرف نظر نہ کریں۔ اور روایات مذکورہ کو صحیح نہ سمجھیں۔ سمجھیں کہ بعض محدثین کا قول ہے۔ تاہم طائفہ صوفیا حدیث امم خال اور حدیث سے استنباط کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت نے امم خال کو کوئی عنایت نہ فرمائی اور معاذ کو جوہر بن کی طرف رخصت کیا۔ تاہم یہ بتایا۔ اگرچہ ہمارے نزدیک بھی یہ استنباط صحیح نہیں۔ مگر چونکہ یہ ایک اجتہادی خطا ہے۔ اس لئے ان کو معذور سمجھ کر صرف خطا پر مبالغہ کر دینا چاہیے۔ باہن اور عیب گیری بائکل بھیجنا ہے۔

مخالف اول ص ۵۹۔ پھر اگر خوب سے ترک مقدار تو بلا ہمت، انہوں نے

کیوں کی۔ چاہئے تھا کہ وہاں سے ہجرت کرتے۔ جہاں سنت قائم  
 ہوتی۔ وہاں جا کر رہتے۔ **ہدایہ**۔ اس وقت تمام دارالاسلام  
 تو خلیفہ کا قلم رو تھا۔ اور جو مخالفوں کے ملک تھے۔ وہ دارالحرب تھے  
 ایک سنت کیواسطے دارالاسلام کو چھوڑ کر دار کفر میں جانا اور ہزار قبائل  
 اور مصیبت کے مرتکب ہونا کوئی مسلمان پسند نہ کرے گا۔ اگر مصنف  
 صاحب ہوتے۔ تو فتوے جاری کر دیتے۔

**مخالطی**۔ اگر ہجرت نہ ہو سکتی۔ تو ہجرت کی استطاعت  
 پانے تک تقیہ کرتے۔ چھپ چھپ کر ایسے طریق سے سنت ادا کرتے  
 جس سے وہ بیعت خلافت کا نہ پڑتا۔

**ہدایہ**۔ بھلا اگر کوئی کہے۔ کہ وہ لوگ ضرور چھپ کر بیعت  
 کرتے تھے۔ تو آپ کس طرح اس کو جھٹلا سکتے ہیں۔ پردہ کی بات  
 کو سوائے اللہ کے کون جانتا ہے۔ کسی کو غیب کا علم ہو تو اثبات  
 یا انکار کا دعویٰ کرے۔ اس کا علم خدا کے سپرد کر دے اس معاملہ میں جان  
 کا خوف تھا۔ اس کو حتی الوسع لوگ چھپاتے تھے۔ جب اس وقت کے  
 حاکموں تک کو خبر نہ ہوتی تھی۔ تو آج ہزار سال بعد ہمیں کس طرح حالی  
 معلوم ہو جاوے۔ کہ بیعت کرتے تھے۔ یا نہیں۔ اگر ہم فرض کریں۔ کہ  
 ان لوگوں نے خوف حکام سے بیعت کو ترک کر دیا تھا۔ تو بھی شرعاً کچھ  
 الزام اور مواخذہ نہ ہوگا۔ بلکہ بلا عذر تارک السنن پر الزام نہیں۔ اور  
 یہ جو آپ نے تقیہ کا ارشاد کیا ہے۔ آپ پہلے یہ ثابت کر دیں۔ کہ بیعت

واجب تھی۔ اور وہ لوگ زہ پر وہ بھی نہ کرتے تھے۔ (تو ہم آپ کیساتھ متفق ہو کر ان کو ملامت کریں گے۔ اور آپ کو محافل بیعت سمجھ کر بھڑکا چھوڑ دیں گے۔ **مخالطہ**۔ کیا یہ بھی دوائی طبی ہے۔ کیا ایک دوا نہ تھی۔ تو دوسری دوا قائم مقام اس کے ڈال دیں۔

**ہدایہ**۔ دین محمدی میں حکیم مطلق نے بہت سہولت رکھی ہے۔ مثلاً اگر پانی نہ ملے۔ یا استعمال نہ کر سکے۔ تو ٹیمیم جائز ہے۔ اور قرآن مجید یاد نہ ہو۔ تو صرف سبحان اللہ والحمد للہ کہنا نماز میں کافی ہے۔ اور جو قیام نہ کر سکے، وہ بیٹھ کر اور بیٹھ نہ سکے تو لیٹ کر نماز اور ضعیف العمر روزہ نہ رکھ سکے، تو قدر ادا کرے۔ نماز کے وقت مسجد پاس نہ ہو۔ تو تمام زمین مسجد ہے۔ یہ سب بدل ہیں۔ اور بھی شریعت میں ایسی بہت صورتیں ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ طب روحانی میں طب یونانی کی نسبت زیادہ آسانی رکھی گئی ہے۔ پروردگار فرماتا ہے۔ **وما جعل علیکم فی الدین من حرج اللہ نے دین میں تم پر تنگی نہیں کی۔ جب طب جسمانی میں اصلاح بدنی کے واسطے اطمینان سے بدل تجویز کی ہیں۔ تو علاج روحانی کے لئے حکیم حقیقی واسطے رفع حرج کے کیوں بدل مقرر نہ فرمادے گا۔ ہاں دوا کے تغیر و تبدل میں بیسارہ کو کچھ اختیار نہیں یہ حکیم کا کام ہے۔**

**مخالطہ**۔ اور کسی تواریخ سے بھی ثابت نہیں۔ کہ خلفائے کسی مشائخ کو جب گناہوں نے بیعت شروع کی منع کیا ہو۔



تھدا ایلا۔ جب تک رسم بیعت خلیفوں میں جاری تھی۔ ان کے  
 فوت سے دوسرے کے ہاتھ پر بیعت نہیں ہوتی تھی۔ جب خلیفوں نے  
 رسم بیعت کو ترک کر دیا۔ اور بیعت ان کی رسم نہ رہی۔ تو لوگوں کو اس  
 کام سے کیوں منع کرتے۔ پھر بھی جس کے ہاتھ پر بیعت اور بیعت کثیر  
 ہوتی تھی۔ حکام ان سے دشمنی رکھتے تھے۔ قصوری صاحب آپ تاریخ  
 سے واقف نہیں۔ ابھی ہندوستان میں یہ واقع گزرا ہے۔ شیخ  
 نظام الدین المعروف سلطان الاولیاء کے ہاتھ پر جب لاکھوں مسلمانوں  
 نے بیعت کی، تو بادشاہ وقت کو دل میں غد شدہ ہوا۔ اور شیخ کا دشمن  
 ہو گیا۔ مخالطہ سے ۶۳۰۔ شیخ صاحب تو خود اور ان کے والد  
 ماجد اس بلا میں مبتلا تھے۔

تھدا ایلا۔ دیکھو قصوری کے فہم کا قصور اور عقل کا فتور یہاں عامل  
 سنت کو گرفتار بلا کہا ہے۔ اور آگے چل کر اسی رسالہ میں فتویٰ دیا  
 ہے۔ راگہ کوئی کسی کے آگے کھانا رکھ کر بطور اجازت کے کہے بسم اللہ  
 جیسا کہ عام رواج ہے، کہتے ہیں۔ بسم اللہ کہنے والا کافر ہو جائے  
 گا۔ کوئی ان سے پوچھے کہ بسم اللہ کہنے سے اور سنت پر عمل کرنے سے  
 نو آدمی کافر اور بدعتی ہو جاتا ہے۔ اب ہدایت کس چیز میں باقی رہی۔  
 ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدانا۔

مخالطہ سے ۶۳۰۔ میں کہتا ہوں شیخ صاحب نے جاری رکھے کیوں  
 فرمایا۔ بلکہ لفظ استحداث کہنا چاہیے تھا۔

عہد ایسا۔ ملا صاحب شیخ کی عبارت کو دیکھو۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ  
 (بیعت مسنونہ جاری کی) اگر لفظ استحداث لکھتے۔ تو یوں عبارت  
 ہو جاتی۔ بیعت مسنونہ استحداث کی بجلا مسنون بھی کہی رہے  
 ہوتا ہے۔ کچھ تو آگے پیچھے دیکھا کرو۔ اور بیعت مسنونہ کوئی ایسے  
 اجزاء سے مرکب چیز نہیں۔ کہ جس میں یہ تاویل کیے (جو کچھ سنت  
 ہے۔ اور کچھ بدعت مستحیثہ) آپ کی اصطلاح کو صحیح بنایا جاوے ایک  
 ہی چیز کو سنت اور بدعت کہنا عقلمندوں کا کام نہیں۔

مخالفوں سے ۹۵۔ اور سنت متروکہ اور منسوخہ یا جماع کو جاری کرنے  
 والے کی مصداق ہوئی۔ وہیں ایسا۔ مصنف نے صحت میں کہا ہے  
 (اکثر آئمہ میرے ساتھ ہیں) چنانچہ اس کا رد ہدایہ نمبر (۵۲) میں ہم کر چکے  
 ہیں۔ اور یہاں لکھتا ہے۔ (سنت منسوخہ یا جماع) مصنف مبالغہ کرنے  
 میں استوار ہے۔ اگر شاہ عمر بہو تانویب نام پاتا۔ اصل بات تو اتنی تھی۔  
 فظن قوم ہم آپ نے اس کے معنی کئے۔ (قوم علماء مجتہدین) پھر  
 اس پر حاشیہ کیا۔ (اکثر آئمہ میرے ساتھ ہیں) اور یہاں پہنچ کر طبیعت  
 جولانی پر آئی لکھ دیا (بیعت سنت منسوخہ یا جماع ہے) بے دلیل  
 دعوے کرنا دروغ گوئی کی علامت ہے۔ اگر آپ کا رد ہو جائے صحیح ہے۔  
 تو ایک ہی معتبر عالم کا قول نقل کیجئے۔ اجماع یا اکثر اماموں کا اتفاق  
 ثابت کرنا تو امر محال ہے۔ کم فہمی سے مصنف نے اور بھی اعترافات  
 قول الجہیل پہ کئے ہیں۔ چونکہ ہماری بحث سے ان کو علاقہ نہیں اس

سب سے ہم کچھ تعرض نہیں کرتے۔ معرفت نے یہاں تک بڑھ کر لکھا ہے۔  
 کہ شاہ صاحب نے قول الجہیل کو کفر و شرک سے بہرہ دیا ہے۔ استغفر اللہ  
 شاہ ولی اللہ وہ شخص ہے۔ جس نے اتباع سنت اور توحید  
 کا سب سے پہلے ہندوستان میں بیج بڑیا ہے۔ بلکہ ان کے بعد  
 بھی آج تک اس ملک میں ایسا شخص کم معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس  
 نے یہ شرک و بدعت اور اسیائے سنت میں ویسی کوشش کی۔  
 ہو۔ شاہ صاحب کا علم و فضل اور اتباع سنت ان کی تصانیف کو  
 دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ خاص کر حجتہ اللہ البالغہ عقد الجید الفاضل  
 تفسیرات کے مطالعہ سے یقین ہوتا ہے۔ کہ یہ شخص لاٹانی تھا۔  
 متاخرین تو کیا متقدمین میں بھی کوئی ایسا کم گذرا ہو گا۔ ان کتابوں  
 میں اتباع کتاب و سنت کی طرح طرح سے تائید کر کے تقلید و بدعت  
 کی خوب بڑھ اکھاڑی ہے۔ اس نہ ماننے کے سبب علماء اسی خاندان  
 کے نوشتہ چین ہیں۔ انہیں سے فضیلت ہونا اور انہیں برا اعتراض  
 بیجا کرنا کفرانِ نعمت کی علامت ہے۔ ہم سب مسلمانوں کو چاہیے۔  
 کہ ایسے پیشوائے دین سے محبت رکھیں۔ انحضرت دُعا کیا کرتے  
 تھے۔ **اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي حُبَّكَ وَ حُبَّ مَنْ يَحِبُّكَ** اسے  
 پروردگار تو ہمیں اپنی اور اپنے دوستوں کی محبت نصیب کر۔  
 مخالفہ ۶۶۔ اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ کوئی ہوا اللہ کے  
 کسی کو دل میں توبہ القاء نہیں کر سکتا۔

ہوا ہے۔ جو آیت مرعوف نے لکھی ہے۔ اس کا مضمون یہ ہے۔  
 کہ جس کو اللہ گمراہ کرے۔ اس کا کوئی لادری نہیں۔ یہ بات بیشک  
 حق ہے۔ جس کی قسمت میں گمراہی لکھی گئی۔ وہ کبھی ہدایت نہیں پاتا۔  
 مگر اس آیت کا یہ مطلب نہیں۔ کہ انبیاء اور اصفیاء سے خلقت کو  
 کچھ ہدایت حاصل نہیں ہوتی۔ پروردگار فرماتا ہے۔ **وَمَا تَأْتِي السُّبُلَی**  
**الْبِیِّنَاتِ صِرَاطٍ مُسْتَقِیْمٍ** اے نبی تو ہدایت کرتا ہے۔ سیدھے راہ  
 کی طرف اور فرمایا۔ **کِتَابٌ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ لِنُفِیْجَ النَّاسَ**  
**مِنَ الظُّلُمَاتِ الّی النُّورِ** یہ کتاب ہم نے تجھ پر نازل کی ہے تاکہ  
 تو لوگوں کو اندھیروں سے طرف روشنی کے۔ اور فرمایا۔ **وَلِیُکَلِّمَ**  
**قَوْمٍ هَادٍ** ہر گروہ کے واسطے ایکسا رہتا ہے۔ اور فرمایا **وَمَنْ یَخْلُقْنَا**  
**اُمَّةً یَهْدِیْهِمْ** بالحق ہماری مخلوقات میں سے ایسے ہیں۔ جو  
 سچی راہ بتلاتے ہیں۔ ان آیات سے صاف پایا جاتا ہے۔ کہ حضرت  
 عثمان المرسلین ہمیں سیدھے راہ دکھلانے کو آئے اور موافق ہدایت قرآن  
 کے ظلمات سے طرف نور کی پہنچ کر لاتے ہیں۔ اور ہر امت کی طرف  
 رہنمائی کے واسطے رسول آتے رہتے ہیں۔ اور ہر وقت بندگاہ  
 خدا میں سے ایسے لوگ موجود رہتے ہیں۔ جو گمراہوں کو راہ حق  
 بتلاویں۔ ہدایت اور ضلالت تقدیر الہی کے تابع ہے۔ وہ چاہے تو  
 ہدایت کرے نہ چاہے تو نہ کرے۔ اس میں کسی کو انکار نہیں۔ فاعل حقیقی  
 وہی ہے۔ مگر انبیاء اور کتب آسمانی اور صلحاء اور علما کو پروردگار



نے اسباب پر ایت فرمایا ہے۔ اگر ان کو ہدایت نخل میں کچھ دھل  
 نہ پھیرتا تو پروردگار رسول نہ بھیجتا اور کتابیں نازل نہ فرماتا۔ اور امر  
 بالمعروف کی تاکید نہ کرتا۔ اب جو فراید صحبت صلحاء اور علماء کا  
 انکار کیے۔ وہ معاذ اللہ تمام اسباب ہدایت کو لغو ٹھہراتا۔ ملاحظہ  
 فرمائیے کہ اللہ ہی مرشد ہے۔ اور کسی کو مرشد کہنا قرآنی  
 شریف کے خلاف ہے۔ اور قہیدہ کلیا میں جو اس رسالہ سے  
 پیچھے بنا یا ہے۔ لاکھ ہوں۔ کہ میرا مرشد رسول اللہ ہے۔ معلوم ہوا کہ  
 اس نزول سے تائب ہو گئے ہیں یا اپنے واسطے قرآن شریف کا خلاف  
 جاننا سمجھتے ہیں۔ اور ان کے لئے ناجائز۔

در خال علم بلایا اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی ہندہ کا دل  
 کو حکم نہیں۔ کہ کسی کو اپنا عبد یا مرید یا چیلہ کہے۔ اور یہ حکم ہے کہ  
 مدبر بانی اور اللہ والے ہوں۔

اللہ اعلم۔ اس آیت کی شان نزول مفسرین یوں لکھتے ہیں  
 کہ جب آنحضرت کو نبوت ملی۔ اور آپ نے تمام خلقت کو طرف توحید  
 اور اقرار رسالت کے بلایا۔ تو یہودیوں نے لوگوں میں یہ بات مشہور  
 کی۔ کہ خدا کو ہم بھی مانتے ہیں۔ مگر یہ شخص (مدعی نبوت) چاہتا ہے  
 کہ مجھ پر ایمان لاؤ۔ یعنی توحید کو اپنا معبود سمجھو۔ غرض اس تہمت سے  
 آنحضرت کو بے نام کرنا چاہا۔ تاکہ کوئی شخص آپ کی بات نہ مانے۔  
 اور آپ کا دین اختیار نہ کرے۔ اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرما

کہ ان کا فریب کھول دیا۔ اور ارشاد کیا کہ نبی شرک نہیں بتلا یا کرتے۔  
 ہمارا رسول پر حکم کرتا ہے۔ کہ تم خدا پرست بنو۔ اس واسطے جو تم  
 (اسے اپنی کتاب) کتاب پڑھتے پڑھاتے رہو۔ قصور کی صاحب  
 یہی احباب کی پیروی کرتے ہیں۔ اور اہل التذکرہ تعلیم شرک و بدعت کی  
 تہمتیں لگا کر خلیفہ کو ان سے نفرت دلاتے ہیں۔ عباد کے معنی اس  
 جگہ عبادت کرنے والے ہیں جیسا کہ مصنف نے بھی تصریح کی ہے۔  
 پس اس لفظ سے پیروں پر پڑنے کی نہایت استنباط کرنا ظلم اور تحریف  
 ہے۔ پیروں پر پڑنے کو شاکر و استاد والی نسبت ہے۔ جس  
 سے کوئی فن یا علم یا خاص کراہت کا نام اسلام سمجھے۔ اس کو استاد  
 اور پیروں کہتے ہیں۔ اور جو مرد کامل طریقہ حضور و انبی کا (جس کو اصلاً  
 شرع میں احسان کہتے ہیں) بتلا دے اس کو مرشد اور پیروں کہتے ہیں۔  
 احسان کا درجہ سب گناہوں سے بڑھ کر ہے۔ اور جو اس  
 عالی منصب پر مرقی ہو جائے۔ وہی پیروں اور شیوا سمجھے جاتے ہیں۔  
 اگرچہ یہ صوفیوں کے ڈھکوسلے ہیں۔ اسلام کے سوا اور کچھ نہیں۔ تو  
 ہم آپ کو پتہ بتلا دیتے ہیں۔ مشکوٰۃ کتاب الایمان فصل الاول کا  
 مطالعہ کرو۔ درجہ احسان کا اس میں صاف صاف ذکر ہے۔ میں  
 کہتا ہوں قصور کی سے نہ یادہ کس کی سعادت قابل افسوس ہوگی۔  
 تعلیم مرتبہ احسان کو شرک اندہ بدعت کہتا ہے۔ اور ان کا ملیں  
 کے حقیقین جو اس طریقہ کے معلم ہیں۔ آیت کو ذرا احباب الی صحت

درون اللہ پڑھتا ہے اس بے محل آیت لانے سے معلوم ہوا کہ  
 تحریف جو عادت یہود ہے۔ آپ میں یہ بھی موجود ہے۔ بعض علماء  
 ہمعصر ہمارے کہتے ہیں۔ کہ بیعت صالحوں کے ہاتھ پر بیشک سنت  
 ہے۔ مگر پیری مریدی بدعت ہے۔ میں کہتا ہوں یہ ان کی بڑی بھاری  
 غلطی ہے۔ جب بیعت صالحوں کے ہاتھ پر سنت جانتے ہیں۔ پس  
 پیری مریدی کہ عبارت ہے۔ بیعت کرنے اور طریقہ احسان بتلانے  
 سے جو دونوں کتاب و سنت سے ثابت ہیں۔ کیوں بدعت ہوئی۔  
 بلکہ اس وقت میں پیری و مریدی فقط بیعت لینے اور کرنے کا  
 نام ہے۔ جس شخص کے ہاتھ پر بیعت کی جاوے۔ اٹھو اور پھر  
 نہ بتاؤ۔ اس کو پیر کہتے ہیں۔ اور بیعت کرنے والے کو مرید  
 تعجب ہے جب بیعت سنت ہے۔ تو عمل اس کا کیوں بدعت ہو۔  
 اور عامل اس کا کیوں مبتدع ہو۔ اس تقریر سے جب وہ لاجواب  
 ہو جاتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ کہ ہمارا مطلب یہ ہے۔ کہ بیعت  
 لینے والے پیر کا نام رکھنا اور کرنے والے کو مرید کہنا بدعت  
 ہے۔ اور یہ قول ان کا بھی غلط ہے۔ کیوں کہ اسما امور عاویہ سے  
 ہیں باور امور عاویہ میں بالاتفاق بدعت نہیں ہوتی۔ مثلاً غلام علی  
 احمد اللہ، غلام اللہ، عطاء اللہ و امثال ذلک نام رکھنا اور استاد  
 شاگرد کہنا بھی بدعت ہو جائے گی۔ کیوں کہ یہ نام سلف سے منقول  
 نہیں۔ ہاں اگر کوئی فقط اس مخالی نام کو ثواب اور عبادت سمجھے۔

تو بے شک اس کے حق میں بدعت ہوگی۔

مخالفات سے ۶۸۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ قرآن ہی کی تعلیم کریں۔ اور اسی تعلیم سے راہ دین دکھادیں۔ نہ بذریعہ کسی اور طریقہ شریعت کے۔  
 ہدایہ۔ کلمہ حق دار اور باطلہ مصنف نے بات تو ٹھیک کہا ہے۔ مگر اس کی غرض باطل ہے۔ دیکھو مخالفہ (۱۲) ص ۶ میں تعلیم فاتحہ پر انکار کیا ہے۔ اور یہاں قرآن کی اجازت دیتا ہے۔ کیا الحمد قرآن مجید میں سے نہیں۔ کامل مصنف اپنے ہی قول کے موافق عمل کرتا اور ضد میں آکر طریقہ مسنونہ پر جو قرآن و حدیث اور تعامل صدیقین امت سے ثابت ہے۔ اعتراض نہ کرتا۔ منہ سے حق کہنا اور خود گفرت قواعد سے اس کو روک کر کے خلافت عمل کرنا اپنی حق سے بعید ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ یا ایہا الذین امنوا لعلکم توفون ما لا تفعلون اسے ایمان والو ایسی بات کیوں کہتے ہو۔ جو تم نہیں کرتے۔ اللہ کے نزدیک تمہارے غضب کا باعث ہے۔ جو تم منہ سے کہو اور نہ کرو۔

مخالفات سے ۶۹۔ اور شیخ صاحب اور ان کی اولاد انجاد اپنی کتابوں میں صریح لکھتے ہیں۔ کہ یہ سب باتیں شرک ہیں۔ شاید شیخ صاحب نے کسی مصلحت سے لکھا ہوگا۔  
 ہدایہ۔ مناسب تھا۔ کہ آپ یوں کہتے (شاید شیخ علیہ الرحمہ



کی کلام میری سمجھ میں نہیں آئی، ورنہ نہ یہ کیا عذر ہے کہ شیخ نے  
 کسی مصنفت سے لکھا ہوگا۔ کوئی ایسی مصنفت بھی ہے جس کے  
 سبب شرک اور بدعت کا رواج دینا جائز ہو جائے۔ غالباً آپ  
 کے نزدیک مصنفت جھوٹ بولنا وہی مسائل میں درست ہوگا۔ بھی  
 آپ کا رسالہ بہتان اور جھوٹ کا مجموعہ ہے۔

مخالفانہ بیانیہ۔ اور ظاہر ہے۔ قوم سے مراد شیخ کے قول میں  
 قوم مجتہدین کی ہے۔ الی قولہ اس بیان سے ثابت ہوا کہ راقم  
 اس بات میں منفرد نہیں ہے۔ بلکہ اور مجتہدین بھی میرے ساتھ ہیں  
 اللہ فرمے۔ شاہ صاحب نے صرف اتنا لکھا ہے۔ کہ ایک قوم  
 نے بیعت کو خلافت پر منحصر سمجھا ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے  
 وھذا خلق فاسد منہوہر یہ ان کا گمان غلط ہے۔ شاہ صاحب  
 تو اس قول کو رد کر چکے ہیں۔ قصور می صاحب کے پاس اور کوئی  
 سند نہیں۔ یہی عبارت جس کا قائل بھی مصنفت کے نزدیک جھوٹ  
 ہے۔ بار بار نقل فرماتے ہیں۔ اگر کوئی مجتہد یا امام یا معتبر عالم بیعت  
 کو قبول خلافت پر منحصر سمجھتا۔ تو ضرور مفسرین و محدثین کسی کتاب  
 میں اس کا قول نقل کرتے اور نام بھی لکھتے۔ صد ہا کتابیں موجود  
 ہیں۔ کسی میں یہ مسئلہ پایا نہیں جاتا۔ پھر اس بنا پر فاسد پر جو آپ  
 نے دعویٰ کیا ہے۔ اس میں بڑا خلل اور اختلاف ہے۔ حدیث  
 میں لکھتے ہیں۔ (باجماع امت بیعت منسوخ ہے) اور صفحہ ۵۱

نکھتا ہے۔ (اکثر ائمہ دین میرے ساتھ ہیں) اور یہاں کہتے ہیں۔  
 زیادہ اس بات میں منفرد نہیں، مصنف نے اظہارِ فیصلہ اور جنون  
 میں کوئی کسر نہیں رکھی۔ اگر لوگ اب بھی نہ سمجھیں۔ تو ان کا قصور ہے۔  
 ہم قصور کی صاحب سے رعایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اجماع  
 امت اور اتفاق اکثر ائمہ کا ثبوت ان کو معاف صرف ایک مجتہد یا معتبر  
 عالم کا نام بتلا دیں۔ تب ہم ان کو معذور سمجھیں گے۔ ہدایہ نمبر ۱۵۱  
 نمبر ۱۵۲ میں اس مسئلہ کو ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ ناظرین اگر توہم کریں  
 گے۔ تو حق ظاہر ہو جائے گا۔

مخالفین کے جیسا کہ تخذیر ابن حبان کی اور ابن جوزی کی کتاب  
 تلخیص ابلیس اور شیخ احمد موصوف کے قواعدوں سے اور عبدالحق صاحب  
 کی شروع سے جو ان قواعد کی ہیں۔ یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ بہت علماء  
 نے عتصوفہ کے طروق کا انکار کیا ہے۔

ہذا یہ علماء نے اس طائفہ کی بدعتوں کو بہت رد کیا ہے اور  
 روایات میں کتابیں تصنیف کی ہیں۔ مگر کسی نے آپ کی طرح بیعت  
 توہم اور بیعت اسلام اور بیعت اتباع سنت کو رد نہیں کیا۔ انکار  
 حق خاص آپ کا حصہ ہے۔ ابن جوزی نے حتمہ اللہ نے جیسے موصوفوں  
 پر نکتہ چینی کی ہے۔ ویسے محدثین اور فقہاء اور واعظین کے عیوب  
 یہی ظاہر کئے ہیں ہم نے فرس کیا اس طائفہ کے روایع سے اس روایت  
 ہیں۔ ابن جوزی یا کسی اور سے بیعت کا انکار ثابت کرے۔ بخاری

مطلب جمع کرنا کرنے سے کچھ حاصل نہیں۔

مخالف طرز ہے۔ راقم کہتا ہے کہ نووی کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیعت توبہ واستغفار کی اول امر میں تھی۔ یعنی قبل ازہ ہجرت اور بعد ازہ ہجرت متروک ہوئی۔ ہذا ایس۔ نووی رحمۃ اللہ نے جو فرمایا۔ درست فرمایا مگر آپ کا استنباط اس سے غلط اور بہتان ہے۔ انہوں نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ بعد ازہ ہجرت بیعت متروک ہو گئی تھی یہ قصوری صاحب کا الحاق ہے۔ واسطے تسلی ناظرین کے ہم ان روایتوں کو نقل کرتے ہیں۔ یا یعنای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ان لا تشرك بالله شیئاً ولا تنزی ولا تسرق ولا تقتل النفس التي حرم الله، الا بالحق عبادہ بن صامت فرماتے ہیں۔ ہم نے بیعت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو ہم کبھی شرک اور نہ نا اور چوری اور خون ناحق نہ کریں گے۔ امام نووی بعد نقل روایت کے کہتے ہیں۔ یہ معاملہ قبل ازہ ہجرت ہوا تھا۔ مگر یہ نہیں کہا کہ ہجرت کے بعد کبھی آنحضرت نے بیعت توبہ نہیں لی اور نہ امام موصوف ایسا کہہ سکتے ہیں۔ کیوں کہ صحیحین کی روایت سے اس کا خلاف ثابت ہوتا ہے۔ مصنفین نے کچھ نہیں سے ایسا سمجھا اور امام کے ذمہ لگا دیا۔ صحیحین میں ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وحوارہ عصایہ من ..... عاقبہ والنساء عفا عنہ قال فی یعنای علی خذک آنحضرت کی مجلس میں

اصحاب کبارہ حاضر تھے۔ آپ نے ارشاد کیا۔ آؤ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو۔ جو ہم شرک اور چوری اور زنا نہ کریں گے۔ اور اپنی اولاد کو نہ مالیں گے اور کسی پر بہتان نہ کریں گے اور حکم ہی کا خلاف نہ کریں گے۔ اور صحیح بخاری اور نسائی کی روایت میں ہے۔ کہ آپ نے یہ آیت بھی پڑھی۔ اذ اجابك المؤمنات پیا یعدنك الخ پس فرمایا جو شخص اس وعدہ کو پورا کرے گا۔ اللہ اس کو اجر دے گا۔ اور جو ان گناہوں کا مرتکب ہوا۔ اور سزا دیا گیا۔ پس سزا اسکے لئے کفارہ ہے۔ اور جسے گنہگار کی خدا پر وہ پوشی کرے۔ اس کا معاملہ خدا کے سپرد ہے۔ خواہ عذاب دیوے۔ خواہ بخشنے راوی کہتا ہے پھر ہم نے اس بات پر آنحضرت سے بیعت کی۔ لفظ عوقب سے اور آیہ اذ اجابك المؤمنات پڑھنے سے صاف ثابت ہے۔ کہ یہ بیعت آنحضرت نے بعد از ہجرت کی تھی۔ کیوں کہ لفظ عقاب سے مراد حدود شرعی ہیں۔ اور حدود کا حکم بعد ہجرت نازل ہوا تھا۔ اور ایسی ہی آیت مذکورہ بھی نہ مانہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی تھی۔ گویا یہ حدیث دو طرح ہمارے دعویٰ کے موافق شہادت دیتی ہے۔ مصنف نے الفاظ صریح کو چھوڑ کر کج فہمی سے الطاء دعویٰ کر کے اس کو نووی کی طرف ناحق منسوب کیا ہے۔ متوجہ ہوا کہتا ہے۔ قصوری صاحب کی تحریروں کے مطالعہ سے ہمیں اندر دئے انصاف اس طرح کی ریلو بکھنے کا اور رائے دینے کا موقع ملا ہے۔ کہ اس سالہ کے اکثر دعویٰ غلط اور دلائل



مخالطات اور روایات منقولہ محض افتراء ہیں۔

مخالطہ ہے۔ اس حدیث سے تصدیق ہوتی ہے۔ قول مسلم کی اس نے کہا ہے۔ کہ یہ بیعت اول اسلام میں تھی۔ خدا آپ سے نصیر کی صاحب سوچ سمجھ کر منہ سے بات نکالو۔ صحیح مسلم میں تو اس کا اشارہ بھی نہیں ہاں نووی نے اتنا کہا ہے۔ کہ یہ بیعت لیاۃ العقبہ میں ہوئی ہے آپ نے اس پر حاشیہ کیا۔ کہ بعد از ہجرت بیعت متروک ہوئی اور آپ نے حاشیہ کو امام موصوف کے ذمہ لگا یا۔ اس افتراء کو ہم بخوبی رد کر چکے۔ کیا آپ مسلم اور نووی کو ایک سمجھتے ہیں۔ یا افتراء کی عادت ہو گئی ہے۔ **إِنَّ تَامِرَ هَمَّ أَحْرَامَهُمْ بِهَذَا أَمْرَهُمْ قَوْلَهُ طَاغُوتِ نووی** اور مسلم اگر ایک ہیں۔ تو آپ کیوں غیب ہو گئے۔

مخالطہ ہے۔ پھر آپ نے بیعت مردوں سے بھی ترک کر دی۔ خدا آپ سے۔ حدیث متفق علیہ جس کو ہم ابھی لکھ چکے ہیں۔ اس باطل دعویٰ ابطال کے واسطے کافی ہے۔ **مخالطہ ہے۔** بیعت نو بہرہ استغفارہ کہ اول میں تھی۔ یعنی قبل از ہجرت اور بعد از ہجرت متروک ہوئی۔ اس پر وال ہے۔ یہ آیت شریف یا ایہا النبی اذا جاک المؤمنات وجہ استلال کی ہیں۔ کہ اس کے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو بیعت کہی نہیں کی۔ مردوں سے بیعت جہاد و اسلام کی کرتے تھے۔ اور بیعت نو بہرہ بھی پھر آپ نے بیعت مردوں سے بھی ترک کر دی۔

ہدایہ مصنف کے قول راس کے پہلے الخ میں دو معنوں کا احتمال ہے۔ یا مصنف کی مراد اس کلام سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے پہلے سورتوں سے بیعت نہیں کرتے تھے۔ بلکہ مردوں سے بیعت اسلام جہاد تو بہ کرتے۔ اور یہ محض غلط ہے۔ کیوں کہ ہجرت سے پہلے بیعت جہاد نہ تھی۔ بلکہ حکم جہاد ہجرت سے پہلے ہوا تھا۔ اور یا مراد مصنفہ کی یہ ہو۔ کہ قبل از نزول اس آیت کے مردوں سے بیعت اسلام جہاد تو بہ کرتے تھے۔ اور سورتوں سے نہیں کرتے تھے۔ اس صورت میں بھی غلط ہے۔ کیوں کہ مصنف کا قول ہے۔ (بیعت تو بہ بعد از ہجرت متروک ہوئی۔) حالانکہ یہ آیت صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی۔ اور صلح حدیبیہ ہجرت سے چھ سال میں ہوئی۔ چنانچہ کتب سیر میں ہے۔ پس بیعت بعد از صلح حدیبیہ متروک ہوئی۔ نہ بعد از ہجرت۔ یہ صرف مصنف کتاب میں تناقض اور اس کی کند فہمی کا بیان ہے۔ ورنہ اگر حقیقت بیعت نہ بعد از ہجرت متروک ہوئی۔ اور نہ بعد از نزول آیت چنانچہ مفصل بیان ہدایہ نمبر ۲۶ میں ہو گیا۔ معطلہ ہے۔ اور کہیں ثابت نہیں۔ کہ بعد از ہجرت یہ آیت پڑھ کر کسی مرد سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کی ہو۔ اور حالانکہ ہجرت کے بعد ایسے واقعات صحیح روایتوں سے ثابت ہیں۔ بخالی اور مسلم، ترمذی اور نسائی

مستند علیہ الرزاق اور مستند احمد سعید بن منصور اور ابن سعد عبد بن حمید  
 اور ابن المنذر اور ابن مردویہ یہ سب عبادہ بن صامرت سے راوی ہیں قال  
 لنا عند النبي صلى الله عليه وسلم فقال بالعمري على ان لا تشي  
 كوا بالله شيئاً واد تسي قواد تين نوا وقد آية النساء فبايعناه  
 على ذلك عبادہ کہتے ہیں۔ کہ لوگ حاضر خدمت تھے۔ تو آنحضرت  
 نے فرمایا۔ مجھ سے بیعت کرو۔ اس بات پر کہ شرک اور چوری اور زنا نہ  
 کریں گے۔ اور آپ نے آیت النساء اذا جاءك المؤمنات یعنی جو  
 عورتوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ پڑھی، پس ہم نے ان امور پر آپ  
 سے بیعت کی۔ اس حدیث میں دو قرینہ شاہد ہیں۔ اور اس کی تفصیل  
 ہدایت نمبر ۷۲ میں ہم کر چکے ہیں۔ ادنیٰ توجہ کے ساتھ آدمی ان مسائل کو  
 کتب حدیث سے نکال سکتا ہے۔ مگر مصنف کو غرور اور خود پسندی  
 نے مارا۔ خود علم نہیں۔ دوسرے سے پوچھنے کو عیب جانتا ہے۔ انما شفاء  
 الی السؤال بے علمی کا علاج ہے۔ پوچھ لینا جو شخص بے علم ہو۔ اور  
 عالموں سے دریافت نہ کرے۔ وہ آخر جہل مرکب میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ قصود  
 صاحب کے اکثر دعویٰ ایسے ہیں۔ کہ جب کتب صحاح کو دیکھیں۔ تو سب  
 روایتیں اس کے خلاف نکلتی ہیں۔ مغالطہ ہے۔ اور یہی معلوم ہوا۔  
 کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت کے بیعت توبہ ترک  
 کر دی۔ تو اس کو عورتوں پر جاری کرنے کی واسطے یہ آیت اتری۔ کہا مرد نہ  
 اس آیت کے نزول کی کیا حاجت تھی آگے بیعت مرد چلتی۔

وصل ایہ۔ قصوری کی عجب حالت ہے۔ پرلے سرے کا پھی ہو کر پھر  
 بھی اپنی راسے پر چلتا ہے۔ نقل سے خبر نہیں۔ اور درایت سے حصہ نہیں مگر  
 قرآن و حدیث پر راسے لگا۔ کو تیار بیٹھے ہیں۔ حضرت رسالت فرماتے  
 ہیں۔ من قال فی القرآن باریہ فلیتبرا متفعدہ من النار یعنی جو  
 قرآن میں اپنی راسے لگا کر مطلب کچھ سمجھے کچھ بتاتا ہے۔ وہ دونوں میں اپنا  
 ٹکنا کرے۔ اور یہ بھی ارشاد ہے۔ ایک زمانہ آوے گا۔ لوگ اپنی راسے پر  
 ٹوڑ پندی کریں گے۔ خدا کے بندے اس وعید کو دیکھ۔ اور نزول آیات  
 کے سبب اپنے دل سے پنا بنا کر لوگوں کو خبر دے دیں نہ ڈال۔ بخاری نے مروان  
 ابن الحکم اور مسود بن حمزہ سے حدیث نقل کی ہے۔ جس سے سبب نزول صاف  
 معلوم ہو رہے۔ ناظرین اس روایت کو پڑھ کر قصوری کے علم اور دیانت کا  
 اندازہ کریں۔ روی البخاری عن مروان بن الحکم والمسور بن مخرمہ  
 انہما قالہ . . . . . یا ایہا الذین امنوا اذا جاءکم  
 المرثات منہا جرات الی عفور الرحیم مروان اور مسور بیان کرتے  
 ہیں۔ کہ جو شرط سہیل بن عمرو نے آنحضرت سے منظور کروائی تھی وہ  
 ہیں ایک یہ بھی شرط تھی کہ جو ہمارا آدمی تمہارے پاس آوے۔ خواہ وہ  
 مسلمان ہو گیا ہو۔ ہمارے حوالہ کر دینا۔ آنحضرت نے یہ شرط منظور کر  
 کے عہد نامہ لکھ دیا۔ اور اسی روز ابو جندل رضی اللہ عنہ کو ابو حضرت کے  
 ساتھ ہجرت کرنے کو تیار تھا۔ آنحضرت نے لوٹا دیا۔ اور جو شخص حاضر  
 خدمت پا کر ہوتا۔ گو وہ مسلمان ہو کر آتا۔ اس کو بھی لوٹا دیتے۔ اور



ایمان والی عورتیں مگر باہر چھوڑ کر آپ کی جناب میں حاضر ہوئیں۔ بی بی ام کلثوم انہیں میں تھی۔ ان کے رشتہ داروں نے آکر درخواست کی کہ ہم ام کلثوم ہمارے حوالہ کی جائے۔ پروردگار نے یہ چند آیتیں جو سورہ ممتحنہ کے آخر میں ہیں۔ نازل فرمائیں۔ یا ایہا الذین آمنوا اذا جاءکم المؤمنات مهاجرات فامتنوهن۔ اسے ایمان والوں! تمہیں وقت تمہیں رشتہ پاس عورتیں ایمان والی اور مگر باہر چھوڑنے والی آئیں۔ تم ان کا امتحان کرو۔ اور آنحضرت ان آیتوں سے ان کا امتحان کیا کرتے تھے۔ مقام حدیبیہ میں جو عہدہ پیمان ہوا تھا۔ اس میں یہ شرطیں درج تھیں۔ اور اس شرط میں ذکر ہوا کہ جو ہمارا آدمی تمہارے پاس جاوے اس کو واپس کر دینا۔ عورتیں بھی داخل تھیں۔ پروردگار کو ان کا پھر نامنظور نہ ہوا۔ یہ آیتیں نازل فرما کر کافروں کا عہد توڑ دیا۔ دیکھو اس حدیث میں ان آیتوں کے نازل ہونے کا سبب کیا واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ پس جو شخص نیک روایت کو چھوڑ کر اپنی رائے سے تو جہنم تراش تراش کر اس کا مقابلہ کرے۔ اس کو پرلے سرے کا متدصب یا ناواقف سمجھنا چاہیے۔

مقالہ نمبر ۱۰ اور نیز آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کرنی عورتوں کو جائز تھی۔ جیسا کہ خطاب آیت اذا جاءک وال اسی پر ہے۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کرنے والی عورتوں کا

حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنا بخوبی دکھایا گیا ہے۔ اور قریباً ہم یہ بھی ثابت کریں گے۔ جو قریشی عورتوں نے مکہ معظمہ میں عمر فاروقؓ سے بیعت کی تھی۔ تمہارے عقلی استنباط کے رو کرنے کو یہ دو روایتیں شاید عدل بھی۔ **مخالطہ** ۲۹۔ مومنات کے لفظ سے مومن مرد نکلے گا۔ **فہذا یہ**۔ مرد آدمی خدا کا خوف کر۔ **بِسْمِ اللّٰهِ** کہنے پر لوگوں کو کافر بتلاتے ہو۔ اور خود قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے سے کرتے ہو۔ یہ کیا ایمان دار می اور اتقاء ہے۔ صحیحین اور سنن اور مسانید کی روایات سے (جس کو بعض ہدایت نمبر ۲۴ ذکر کر چکے ہیں) صاف ثابت ہے۔ کہ آنحضرت نے مردوں سے بیعت لی۔ اور آیت النساء درجہ کو قصوری نے عورتوں کے ساتھ خاص کیا ہے۔ پڑھی۔ اور نسائی میں ہے۔ **ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اکا قبا لجنی علی ما باج عابہ النساء قلنا بلی یا رسول اللہ فبا لجننا علی ذلک۔** آنحضرت نے اصحاب سے ارشاد کیا۔ کہ کیا تم مجھ سے بیعت نہیں کرتے۔ اس شہد پر جس پر عورتوں نے بیعت کی ہے۔ ہم نے عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ پس ہم نے اسی شہد پر بیعت کی۔ ناظرین پہلے اسباب کو سمجھ لیں۔ کہ اس آیت میں بینک خاص کر عورتوں کا ذکر ہے۔ اور انہیں سے خطاب ہے۔ مگر آنحضرت نے مردوں کے معنی میں یہ آیت پڑھ کر باوجود کہ آنجناب لفظ مومنین اور مومنات میں فرق کر سکتے تھے۔ زن اور مرد سب کو اس حکم میں شامل کر دیا۔ اور پھر قصوری صاحب کو دیکھیں۔ جو بیان و توضیح



کیا تم مجھ سے اس طرح کی بیعت نہیں کرتے۔ جس طرح عورتوں نے کی ہے۔  
**مخالفتہ ۸۱**۔ اور کاف خطاب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی خصوصیت معلوم ہوتی ہے۔

**حدیث ۱۰**۔ قصوری صاحب اسباب سے مزہ لیتے ہیں۔ اور بار  
 بار کہہ کر رول خوش کرتے ہیں۔ تو ہم بھی آپ کی اقتدا کر کے واسطے یاد دہانی  
 ناظرین کے ان احادیث کا اعادہ کرتے ہیں۔ جن کو ہم بضمین ہدایہ (۲۲)  
 و (۲۵) تحریر کر چکے ہیں۔ صحابہ کرام نے حضرت ابو بکر و عثمان و علی  
 رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور بیعت کرتے وقت یہ بھی کہا کہ ہم  
 کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر آپ سے بیعت کرتے ہیں۔ دیکھو  
 صحیح بخاری اور مسند امام احمد بن حنبل میں فقہ بیعت عثمان رضی اللہ عنہ  
 اور ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے۔ کہ بروز فتح مکہ کوہ صفا پر آنحضرت  
 مرواں سے بیعت لیتے تھے۔ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ پہاڑ سے نیچے  
 عورتوں سے بیعت کرتے تھے۔ اور ابو داؤد اور بیہقی اور طبرانی اور ابویعلیٰ  
 وغیرہم راوی ہیں۔ ام عظیمہ سے کہ جب حضرت رسالت دارینہ میں قدم فرما ہوئے۔  
 انصار کی عورتوں کو ایک مکان میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ اور عمر کو اپنی جگہ  
 بیعت کیواسطے بھیجا۔ دیکھو اگر کاف خطاب سے خصوصیت آنحضرت کی  
 مراد ہوتی۔ تو آنحضرت عمر فاروق کو ہرگز تائب نہ کرتے۔ اور صحابہ کبار خلفاء  
 سے بیعت کرنے کو جائز نہ سمجھتے۔ ان روایتوں سے صاف ثابت ہے۔  
 کہ بیعت توبہ اور بیعت خلافت کوئی بھی خاصہ آنحضرت نہیں۔





تاکہ ہجرت پر بیعت کرے۔ اور تیسری روایت میں ہے۔ کہ میں  
 اپنے بھتیجے کو لے کر آیا۔ دوسرے اختلاف کیسے۔ کہ ایک جگہ  
 اسلام اور جہاد اور خیریتوں کا ذکر ہے۔ اور دوسرے مقام  
 میں لفظ علی الخیر نہیں کہا۔ اور بعض موقرہ پر لفظ علی الایمان  
 بڑھایا گیا ہے۔ پہلے اعتراض کا یہ جواب ہے۔ کہ اگر حدیث  
 صحیح الاسناد میں ایسا اختلاف ہو۔ کہ اس میں تطبیق کر سکیں۔  
 تو اس اختلاف کو کالعدم سمجھا جائے گا۔ اور اس حدیث کو پایہ  
 صحت اور اعتبار سے ساقط نہ کریں گے۔ یہ قاعدہ تمام محدثوں  
 کے نزدیک بالاتفاق مسلم ہے۔ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔  
 اگر احادیث مختلف میں تطبیق ممکن ہو۔ تو دونوں روایتوں پر عمل واجب  
 ہوگا۔ اور حافظ ابن حجر نے تہذیب الفکر اور اس کی شرح میں  
 لکھا ہے۔ کہ حدیث مختلف ممکن الجمع مقبول ہوتی ہے۔ اور جو شخص  
 صحیح بخاری کے الفاظ پر غور کرے۔ وہ ان روایات کی جمع  
 اور تطبیق بخوبی کر سکتا ہے۔ مگر مصنف تحقیق الکلام قصور فہم  
 کے سبب معذور ہے۔ صحیح بخاری میں ہے۔ عن صحابہ  
 اذیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بائعہ فقلت بائعنا  
 علی الاہبۃ الحدیث مجاشع کہتے ہیں۔ اپنے بھائی کو لے کر آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ پس میں نے عرض کیا۔  
 کہ آپ ہم دونوں سے بیعت کیجئے۔ ہجرت پر دراصل مجاشع رضی اللہ عنہ

اور ان کا بھائی دونوں حاضر خدمت ہوئے تھے۔ اور دونوں بیعت کے واسطے آئے تھے۔ مگر آپ جب قصہ بیان کرتے۔ تو کبھی فقط اپنا ذکر کرتے۔ اور کبھی صرف اپنے بھائی کا حال بیان کرتے۔ اور کبھی اپنا اور اپنے بھائی کا اکٹھے ذکر فرماتے۔ چنانچہ اس روایت میں لفظ یا یعنی سے دونوں کی بیعت صاف ظاہر ہوتی ہے۔ اب تین اختلاف تو مل گئے۔ صرف ایک اختلاف باقی رہا۔ یعنی (ابن اسحاق) کا نسخہ ہم کہتے ہیں۔ یہ نسخہ صحیح نہیں۔ بلکہ نسخہ صحیحہ (انا و اخ) ہے۔ اور اسی سبب سے شارحین نے اس نسخہ پر صحت لکھا ہے۔ جو کل روایات صحیحین کے مطابق یہی نسخہ ہے۔ اعتراض ثانی کا یہ جواب ہے کہ اگر نقد اور معتبر راوی اپنی روایت میں ایسا لفظ زیادہ بیان کرے۔ جو دوسری روایتوں میں نہ ہو۔ اور وہ زیادتی باوث ثبات بھی نہ ہو۔ تو وہ روایت ایسے حدیث کے نزدیک مقبول ہوگی۔ جس کو شک ہو۔ وہ مقدمہ نووی شرح صحیح مسلم اور شرح تخبیۃ الفکر ص ۱۵۷ ابن حجر کا مطالعہ کرے۔

مفالمطہ ۸۳۔ دوم یہ کہ پہلی حدیث سے صریح معلوم ہوتا ہے۔ کات علی الجہاد والاسلام والخیر۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اور علی کا متعلق استنقم رکے گا۔ معنی یہ ہوئے۔ کہ اب بیعت نہیں رہی۔ لیکن قائم رہو۔ تم اوپر اسلام اور جہاد اور خیر کے اور یہ

بھی احتمال ہے۔ کہ علی کا متعلق ابابعد علی الاسلام والجمہاد  
 نکلے جیسا کہ نووی نے نکالا ہے۔ لیکن اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال  
 هذا یہ۔ مصنف صاحب آپ مولوی اور موحد کہلاتے ہیں آپ  
 کو ایسی جرأت مناسب نہیں۔ اس کو احتمال نہیں کہتے۔ اس کا نام  
 تحریف ہے۔ یہ صرف الکلمہ عن مواضعہ ایک بمعنی ہیں۔ آپ  
 بناوٹی متعلق کون مانے گا۔ متعلق علی صحیح بخاری میں ابابعد لفظ  
 موجود ہے۔ جب حدیث میں شارح کی طرف سے صراحت آچکی تو  
 دوسری روایتوں کے حکم یقیناً بعضاً کی وہی تشریح سمجھنی  
 چاہیے۔ اگر آیات و احادیث کی ایک دوسرے سے تفسیر نہ کریں۔  
 اور ایسے مقدرات اور متعلقات نکلنے کی اجازت دیں۔ تو تمام کارخانہ  
 دین برباد ہو جائے گا۔ مثلاً۔

فرعون نے کہا۔ انا ربکم الاعلیٰ۔ اگر یہاں لفظ عبد مرصوف  
 مقدر نکالیں۔ تو معنی یہ ہوں گے۔ تمہارے بڑے رب کا بندہ ہوں۔  
 پروردگار ہم سب کو تحریف سے بچا دے۔

مغالطہ علیہ۔ بعد تسلیم یہ نہیں صریح معلوم ہوتا ہے۔ کہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے بیعت کی ہو۔ اور  
 دوسری روایات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے بیعت نہیں کی۔ الی قولہ کیوں کہ اگر بیعت کرتے۔ تو راوی کو  
 چاہیے تھا۔ بیان کرتا۔



**حصہ ایدہ۔** کیوں صاحب وہ دوسری روایات کہاں ہیں۔  
 شاید ان کو کتب خانہ سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں۔ کاش  
 آپ نقل کر دیتے۔ تو ہمیں بھی زیارت نصیب ہو جاتی۔ اچھا  
 یہ تو فرمائیے۔ کہ ایک وقت کے تمام وقائع کا بیان کرنا لادھی کے  
 ذمہ کیوں واجب تھا۔ اور کس نے عرض کر دیا تھا۔ ہاں  
 جب مطلب کے اظہار کے واسطے کلام شروع کی جائے۔  
 اس کا پورا کرنا البتہ لازم ہوتا ہے۔ اس راوی کا مقصود  
 یہ ہے۔ کہ بعد فتح مکہ ہجرت کا حکم منسوخ ہو گیا تھا اتنا  
 ہی بیان کر دیا۔ اگر بیعت کا ذکر مقصود بالذات ہوتا۔ تو  
 بے شک اس کے وقوع کی خبر بھی دیتا۔ اور واضح رہے  
 کہ لفظ ابایعہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے بیعت کی تھی۔ صحابہ شیعہ اور اس کے بھائی نے درخواست  
 کی۔ اور آپ نے ان کی عرض کو پذیرا فرمایا۔ کیا یہ ممکن ہے۔  
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے وعدہ فرمائیں۔ اور وفا  
 نہ کریں۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی یارِ سہانہ سے بیعت  
 چھاپیں۔ اور وہ ٹلا چارے سے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ لفظ ابایعہ  
 کا ایسے موقع پر لانا۔ راہی صحابہ شیعہ اور اس کے بھائی نے درخواست  
 کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھ سے بیعت کریں، العقاد  
 بیعت کے لئے کافی ہے۔ جو شخص ایسے ظاہر واقعہ کا انکار کرے۔

سوائے تکذیب لہو ص کے اس کے پاس اور کیا دلیل ہو گی۔  
بالفرض اس روایت سے ہم منکر کا عذر مان لیں۔ تو روایت صحیحین  
اور روایت نسائی سن کر کیا عذر کرے گا۔

**مفاد الحدیث**۔ جواب اس کا کئی طرح پر ہے۔  
**ہدایہ**۔ پہلے ہم اصل قصہ کو نقل کرتے ہیں۔ پھر  
مصنف کی بے اصل توجیہات کا ذکر کریں گے۔ صحیح بخاری  
میں ہے۔ جس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
جنگ تبوک سے واپس تشریف لائے۔ جنہوں نے تخلصاً  
کیا تھا۔ اور شامل غزوہ نہ ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عذر کرنے لگے۔ اور اظہار  
صداقت کے لئے حلف کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان  
کے ظاہری عذر قبول فرما کر ان سے بیعت کی۔ اور دعائے مغفرت  
فرمائی۔ اور معاملہ باطنی ان کا خدا کے سپرد کیا۔ چونکہ اس  
قیمہ سے نفاہت ہوتا تھا۔ کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
نے بعد ہجرت فتح مکہ لوگوں سے بیعت تو لی۔ اس لئے مصنف  
نے دو وجہ سے اس بیعت کے بیعت التوبہ ہونے سے انکار  
کیا ہے۔ وجہ اول یہ بیان کی ہے۔ کہ جن کا عذر آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا۔ ان کے ذمہ تو گناہ ثابت

نہ ہوا۔ اور جس نے خطا نہیں کی اس کی توبہ کیسی۔ پس  
یہ بیعت، بیعت توبہ نہ تھی۔ بلکہ ان کی تالیف قلوب کے لئے  
اور ان لوگوں میں ان کی برائت ثابت کرنے کے واسطے اور ان  
کے سمجھانے کے لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان  
سے ظاہراً باطناً راضی ہیں۔ بیعت کی تھی۔ اور آیت:-  
يَعْتَن رُؤُوفَ الْبَيْعِمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ قُلُوبًا  
تَعْتَدُوْا وَاللّٰهُ لُوْعْمٌ لِّكُمْ رُوْهُ قَمَّارِمْ  
سامنے عذر کریں گے۔ جب تم لوٹ کر جاؤ گے  
تو کہہ بہانے مت بناؤ۔ ہم ہرگز تمہارا اعتبار  
نہ کریں گے۔

رحمیں سے ان کا گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے، کیا یہ تادیب  
کی ہے۔ کہ وہ اور ہی لوگ تھے۔ منافق اور مجاہد جن کا نہ عذر  
قبول ہوا۔ اور نہ عذر کرنا ان کا ثابت ہے۔ جو خود اپنا نفاق  
ظاہر کیا کرتے تھے۔ پس جن کا اس آیت میں ذکر  
ہے۔ وہ گنہگار تھے۔ مگر انہوں نے توبہ نہیں کی۔ اور جو  
لوگ تائب ہوئے۔ وہ گنہگار نہ تھے۔

دوسری وجہ کہتے وقت ایسی طور کر رکھی ہے۔  
جو سر پاؤں کی تمیز نہیں رہی۔ پہلے ایک بات کو لکھ

کمر آگے سجا کر جھٹلا دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔  
 کہ اس بیعت کو بیعت توبہ نہیں کہہ سکتے۔ توبہ  
 کا پہلا کیا ذکر ہے۔ اگر کہیں تو اس کو بیعت اسلام  
 کہہ سکتے ہیں۔ کیوں کہ مخالفین پر آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم نے حکیم کفر جاری کر کے زمرہ اہل  
 اسلام کو ان کے ساتھ بات چیت کرنے سے  
 منع کر دیا تھا۔ اور پھر کہتے ہیں۔  
 ”کہ یہ لوگ عذر اور سوگند سے بری الذمہ ہو گئے  
 تھے۔ ان سے بیعت توبہ اور بیعت اسلام کا لینا  
 بے موقع ہے۔“

واہ اب بیعت اسلام کہنے کو بے موقع کہتے ہو۔ اس  
 کا نام بیعت اسلام کیسے رکھا تھا۔ اچھا اس  
 کا قصور معاف ہو گا۔ تصنیف کا نام نہ لینا۔ تصنیف  
 بڑا مشکل کام ہے۔ الغرض یہ ایک ایسا کلام ہے۔ کہ  
 اس کے معنی وہ بطور قائل بھی نہیں۔ وجہ اول کا جواب  
 یہ ہے۔ کہ۔

”مخالفین چہاں قسیم کے لوگ تھے۔  
 ایک وہ لوگ جو قبل روانگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے



پاس آئے۔ اور عذریں سنا کر اجازت چاہی رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا عذر قبول کر کے اجازت  
 دی۔ آیت :-

وَجَاءَ الْمُعَذِّرُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ  
 لِيُفِيَّ عَلَى الْضُعَفَاءِ وَالْمُؤْمِنِينَ

## مقدمہ

سکولوں کی کتابوں کا پتہ کے علاوہ دینی

ورسی۔ اخلاقی کتب نیز قرآن مجید اور

سپارے خریدنے کیلئے

حق سٹیٹسٹی مارٹ لہائی بازار سیالکوٹ

کو یاد رکھیں

میں اُن کا ذکر ہے۔ دوسرے دن غابازہ منافق جنہوں نے لڑائی کے  
 وقت ساتھ نہ دیا۔ اور جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم میدان  
 سے لوٹ کر آئے۔ تو چھوٹے حیلے بہانے بنا کر اور قسم سوگند  
 کھد کر اپنی صفائی کا اظہار کیا۔ چنانچہ آیت یعتذرُونَ لَیْکُمْ  
 اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَیْہِم اور آیت سِیَحْفُونَ بِاللَّہِ دَکْرًا  
 لِقَلْبِہُمْ اِلَیْہِم اور آیت یَحْفُونَ لَکُمْ لَتَرْضَوْا عَنْہُمْ  
 میں ان کا بیان ہے۔ تیسرے لوگ جو دل کے سچے اور مخلص  
 تھے۔ مگر کوشح کے وقت تیار ہی نہ کی۔ اور آج کل کہتے ہوئے  
 وقت کھو بیٹھے۔ جب آنحضرت تشریف لائے۔ تو مارے  
 زحمت کے سامنے نہ آسکے۔ اور آپ نے آپکو ستوں سے  
 جکڑ دیا۔ اس طائفہ کا اس آیت میں ذکر ہے۔ وَاٰخِرُ دِیْنِ  
 اَعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِہُمْ فَخَلَعُوْا اَعْمَالِہُمْ اِلَّا خِرَ سَبِیْۃً یَّوْمَئِذٍ  
 وہ لوگ جو مخلص ہیں تیسرے گروہ جیسے تھے۔ فقط سستی  
 کے باعث شامل نہ ہوئے۔ اور جناب رسالت کے روز  
 حاضر ہو کر قصور کا اقرار کیا۔ آنحضرت نے مسلمانوں کو ان  
 کے ساتھ کلام کرنے سے منع کر دیا۔ اور حکم الہی کے مستطرب  
 چنانچہ آیت وَاٰخِرُ دِیْنِ حُرُجُوْنِ لَاحِسِ اللّٰہِ اِن کَے  
 حق میں نازل ہوئی ہے۔ ایک فرقہ بر وقت تار و تار کے  
 آنحضرت کی اجازت سے پیچھے رہ جانے والا جنکو معذرت

کہا گیا ہے۔ اور تین گروہ نے اذن رہ جہانے والوں میں چمکتی  
 قسم پر مصنف نے نکالی ہے۔ اس کا قرآن و حدیث میں بلکہ  
 کسی تفسیر میں بھی ذکر نہیں۔ مخالفوں میں سے وہ لوگ جن کا  
 قسم دوم میں ذکر کیا ہے منافق تھے۔ انہوں نے آنحضرت  
 کے نہ پر و چھیرے عذر بنا کر معافی چاہی اور بیعت کی۔ اہل  
 نفاق کے ظاہر حال پر حکم کیا جاتا ہے۔ باطل سے کچھ تعرض  
 نہیں ہوتا۔ اس لئے ظاہر ان کا عذر پذیر ہے۔ ہماریسے بھرنے  
 مصنف کو یہ وہم گذرا۔ کہ اگر وہ منافق ہوئے۔ تو آنحضرت ان  
 کو بیعت نہ کرتے۔ اور نہ ان کا عذر قبول کرتے۔ کیوں کہ اللہ  
 عزوجل فرماتا ہے۔ قل لا تعتذروا لن نعم اللہ علیہم انہم  
 کہوئے عذر مرت کر۔ ہم ہرگز یقین نہ کریں گے۔ پس باوجود  
 اس حکم کے کس طرح ان کا عذر قبول کیا۔ اور یہ نہیں سمجھا کہ  
 لن نعم اللہ علیہم کا معنی تو یہ ہے۔ کہ ہم تصدیق اور یقین نہ کریں  
 گے۔ تمہارے عذر کی اور ظاہر ان کا قبول کرنا اور باطن ان کا  
 سپرد خدا کر دینا یہ تو اعراض اور در گذر ہے۔ رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم تو تصدیق اور سچا جاننے ان کے سے منع ہوئے۔  
 نہ اعراض اور در گذر سے بلکہ اعراض پر تو امر آیا تھا۔ چنانچہ آیت  
 سجالفون لکم اذا انقلبتم الیہم لئلا تعذر علیکم لیا علیہم  
 ضوا علیہم فانہم حسبن علیہ ان یشاءوا۔ اس واسطے

ان سے درگزر کیا اور حسبِ ترحم و عبادت اپنی کے ان کیلئے  
 مغفرت مانگی اور ان سے بیعت تو یہ لی۔ مصنف بمقتضائے  
 نفسانیت یا سفاہت کہتا ہے۔ (کہ آیت بعذرہ و ان الیکم سے مراد  
 منافق مجاہدین جن کا عذر کرنا بھی ثابت نہیں۔) استغفر اللہ  
 نہیں تھا و آیات سے نکلنا یہاں تک لوہے پہنچتی ہے۔ خدا  
 محفوظ نظر رکھے۔ اللہ تو فرماوے۔ کہ یہ لوگ عذر کریں گے۔ تمہیں  
 کھا دیں گے۔ اور آپ کہتے ہیں۔ اس آیت سے مراد منافق  
 مجاہدین جن کا عذر کرنا بھی ثابت نہیں۔ پہلی حدیث مجاہدین  
 بھی اس قسم کی توجیہیں کر کے سنت صحیحہ کا انکار کیا تھا۔ یہاں  
 آیت کو چھٹا دیا۔ اور کج فہمی کا یہ حال ہے۔ کہ نقیضین کو جرح  
 کر دیا ہے۔ منافق کبھی مجاہدین ہو سکتا۔ منافق ہمیشہ اپنا  
 حال چھپایا کرتے ہیں۔ اور بظاہر حال مومن دکھلائی دیتے ہیں۔  
 مصنف کا ایک اعتراض یہ بھی ہے۔ کہ اگر یہ لوگ جن کا عذر بظاہر  
 رسول اللہ نے قبول کیا۔ منافق ہونے تو ان پر تو حکم کفر اور  
 جہنم کا ہے۔ ان کے لئے استغفار اور ترحم کیا معنی میں کہتا ہوں  
 کہ رسول اللہ ہمیشہ ان کا نفاق دیکھتے تھے۔ اور آیتیں بھی ان  
 کے حق میں اتنی نکلیں۔ مگر آنحضرت بمقتضائے کرم ان کیلئے  
 دعائے مغفرت فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ پھر وہ توبہ فرمایا۔  
 اگر تو ستر بار ان کے لئے غلبے مغفرت کرے۔ تو پھر وہ توبہ کرے اور



کہ نہ بخشے گا۔ پھر بھی آپ دعا کرتے رہے۔ عمر فاروق نے منافقوں  
 کی شرارتیں دیکھ کر عرض کیا۔ کہ آپ ان کے لئے دعا نہ کریں آپ  
 نے ارشاد کیا۔ ہم ستر دفعہ سے نہ یادہ دعا کریں گے۔ کل مفسرین  
 و شارحین حدیث سلف سے لیکر خلف تک ان لوگوں کو راجح کا  
 عذر بظاہر قبول کر لیا۔ اور باطن میں کاسپر و خدا کیا، منافق کہتے  
 ہیں۔ مصنف سب سے بڑا خلاف بلا دلیل ان کو مسلمان بتلاتے  
 ہیں۔ وجہ ثانی آپ اپنا رو اور جو اب ہے۔ البتہ ایک بات یہاں  
 قابل ذکر ہے۔ ہم سنا کرتے تھے۔ کہ قصوری صاحب فرکتب کبیرہ  
 کو کافر کہتے ہیں۔ اس حکم کفر سے جو آپ نے مخالفین کے حق میں  
 لگا یا ہے۔ اور خاص کہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم اجمعین تک  
 جس کا اثر پہنچتا ہے۔ ہمیں یقین آگیا۔ اور اس قسم کے پرتھ لیل  
 کیا لائے ہیں۔ کہ آنحضرت نے لوگوں کو ان کے ساتھ بات  
 چیت کرنے سے منع کر دیا تھا۔ یہ عجب دلیری ہے۔ اگر اوصاف  
 مد نظر ہوتا۔ تو اس بات کی طرف بھی خیال کرتا کہ حضرت نے ان  
 کو طلاق کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ ہلال بن امیہ کی بیوی کو پاس رہنے  
 کی اور خدمت کرنے کی اجازت دی۔ معاذ اللہ مومنہ اور کافر میں  
 کیا علاقہ تھا۔ کبریت کلامہ تخریج من افواہم بیعت کی  
 بحث کرتے کرتے منافقوں کو مومن اور مومنوں کو کافر بنا  
 دیا۔ مولوی صاحب آپ اس بیعت کو بیعت تالیف کہہ۔

یا کچھ اور بہر تقدیر یہ حدیث آپ پر رو ہے۔ کیوں کہ آپ  
نے صفحہ ۱۰۱ اور صفحہ ۱۰۲ میں تصریح کی ہے کہ مطلق بیعت  
نافع مکہ آنحضرت نے چھوڑی نہیں۔ اور بیعت ثوبہ تا زمان  
ہجرت یعنی بیعت ثوبہ بعد ہجرت ترک ہوئی۔ اور بیعت متعلقہ  
بعد فتح مکہ اور یہ بیعت جسکا اس حدیث میں ذکر ہے ایک  
سال بعد فتح مکہ سے وقوع میں آئی۔

**مقالہ ۱۰۲** - اور نواب صدر لائق حسن خان صاحب تفسیر  
فتح البیان میں لکھتے ہیں۔ والقی أحدثت التصرفية و  
المشايع وجملة المتصرفية فلا يثبت بدليل شرعي ولا  
اعتداد بما نقله هي متصادفة لما ثبت من الكتاب  
والسنة كما ترى۔

**ہدایہ**۔ افسوس مصنف نے نقل عبارت میں بخیاست  
کی۔ نہ یادہ ترافسوس اس بات کا ہے۔ کہ بیچارہ چیرہ کہلایا باقیم  
ہوا۔ اور مطلب کچھ نہ نکلا۔ جتنی عبارت چھانٹ کر نقل کی ہے  
اس کے آخر میں ایک ایسا فقرہ ہے۔ جس میں سب کیا کرایا  
برباد ہوئے۔ نواب صاحب نے اول آنحضرت کی بیعت کا  
طریقہ نقل کیا ہے۔ اور پھر فرمایا۔ وهذا هو البيعة المشايخ  
بالسنة في دين الاسرار والقي حديثها التصرفية  
والمشايع وجملة المتصرفية فلا يثبت بدليل شرعي ولا

اعتقاد یہاں بھی متصادفہ لہا ثابت من الكتاب  
 والسننہ۔ نیز کہہ رہے اس طرح کی بیعت دین اسلام میں سنت  
 نبوی سے ثابت ہے۔ اور جو کچھ کہ صحوفیوں اور مشایخ اور زاہدان  
 فہمک نے ایجاد کیا ہے۔ پس وہ دلیل شرعی سے ثابت  
 نہیں۔ اور نہ کچھ اس کا اعتبار ہے۔ بلکہ ان کی بیعتیں مقابل  
 ہیں۔ اس بیعت کی جو کتاب اور سنت سے ثابت ہے۔  
 اس عبارت سے بھی جو کہ مصنف نے اپنا مفہد مطلب سمجھ کر  
 سنہ میں پیش کی ہے۔ ہمارا اعلیٰ ثابت ہوتا ہے۔ اس میں  
 بیعت کی وہ نہیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک بیعت مسنونہ اور  
 دوسری بدعتی اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ اور سورہ فتح کی تفسیر  
 میں جواب صاحب فرماتے ہیں۔ وهذه الآية فيها دلالة  
 على... وما حالها فهو الخط والكتاب۔  
 اس میں مشروط بیعت کا ثبوت ہے۔ اور آنحضرت نے بہت  
 بار بیعتیں کی ہیں۔ جن کا بخاری مسلم وغیرہ کتب حدیث کی روایتوں  
 سے ثبوت ملتا ہے۔ شبہ یہ قائم ہے۔ کہ جب  
 آنحضرت سے کسی فعل کا تذکرہ بطریق عادت اور اہتمام ثابت  
 ہو جائے۔ تو کم از کم وہ فعل سنت فی الدین ضروری سمجھا جائے گا۔  
 اور جو صحوفیوں میں رواج ہے۔ کہ صحوفیوں کے ہاتھ پر بیعت  
 کرتے ہیں۔ ان کے بعض اقسام مقبول ہیں۔ اور بعض مردود

اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی تطبیق سے یہ فسوق معلوم ہو سکتا ہے۔ پس جو مخالف سنت کے ہو وہ بیعت نہایت اور صحیح ہے۔ اور جو برخلاف ہے۔ وہ خطا اور بلاکٹ ہے۔ مصنف نے ایسی کتاب کا حوالہ دیا اور ایسی عبارت نقل کی جس سے ہمیں اس مشہور مثل کا مصداق مل گیا۔ چہ در اور سنت و زور کے کہ بکف چراغ دانہ عود

**مغالطہ ۸۷**۔ اس سبب بیان سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ علماء و محققین جو اس بلا سے محفوظ رہے ہیں تشیع اس طریق کی کرتے رہے ہیں۔ **جہاد ایسا**۔ بیعت کی بحث منہم ہونے پر آئی۔ اور آپ نے کسی عالم کا نام نہ لیا۔ اس بات سے سننے میں آتا ہے۔ کہ اکثر آئمہ میرے ساتھ ہیں۔ اجماع امر سے بیعت منسوخ ہے ہم بھی اس کی سند اور حوالہ کا مشورق نہ کہتے ہیں۔ مگر ہو تو بتا دیجئے۔

**مغالطہ ۸۸**۔ آپا تم نے مثل نہیں سنی۔ ملان اور قیسر کی ہمیشہ سے جنگ چلی آئی ہے۔

**جہاد ایسا**۔ کیا جناب نے یہ نہیں سنا۔ وکذاک جنابنا لکل نبی عہد و امن الجبر میں وکفی برہانہ جہاد یا و نصیرا۔ **مغالطہ ۸۹**۔ پانچواں استدلال بہت بڑا استدلال ہر مرتبہ بیوت پر یہ ہے کہ بیوت مرد جو یعنی پیری



سریدی سے اتنے فتورہ اسلام میں پڑے ہیں۔ جن کا تعدد و حصر  
 امکان میں نہیں۔ الی قولہ جس قدر اقسام شرک کی ہیں اسی  
 سے پیدا ہوئی۔ **ھدایہ**۔ یک نہ شد و شد۔ بیعت کو  
 اس دلیل سے کہ وسیلہ شرک کا ہے۔ خاصہ نبوی اور حرام  
 بتلانا معاذ اللہ سب موجب اور تحقیق رسول اللہ کا ہے۔  
 کیا خاصہ رسول اللہ کا ایسی چیز بھی ہے۔ جو ذریعہ شرک کا  
 ہو۔ نلاً صاحب جیسا شرک اور بدعت سے بچنا ضروری  
 ہے۔ ویسا ہی کتاب و سنت کی پیروی بھی فرض ہے ہم تسلیم  
 کرتے ہیں کہ جاہلوں کی پیروی سریدی میں بہت ہی قباحتیں  
 ہیں مگر برائی سے بچنے کے لئے سنت سے انکار کرنا اور اس کو حرام  
 اور بدعت کہنا ہرگز جائز نہیں۔ بیعت سید باب شرک کا ذریعہ ہے۔  
 اور اس واسطے مشروع ہوئی ہے۔ **الغالبین** فرماتا ہے۔ **اذ جاءك  
 المؤمنات يبایعنك على ان لا يشركن بالله شيئاً** جس  
 وقت آپ تیرے پاس عورتیں بیعت کرنے کو اس بات پر کہ وہ  
 کسی چیز کو خدا کا شریک نہ ٹھاریں گی۔ پس بیعت کر تو ان سے  
 اور رسول اللہ فرماتے تھے۔ **بایعونی علی ان لا تشركوا  
 بالله شيئاً** بلکہ رضوان الہی اور اخلاص عمل اور الطینان خاطر  
 اور فتح اور اجر عظیم آخرت اس سے حاصل ہوتا ہے۔ **لقد رضی  
 اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرة فعلمنا فی قلوبہم**

فَانزِلْنَا السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَانزَلْنَاهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا رَضًا مِنْهُمْ هُوَ اِبْرَاهِيمُ وَكَارَ  
ان لوگوں سے جنہوں نے تجھ سے بیعت کی۔ درخت کے نیچے پھر  
جانا جو ان کے جلی میں تھا۔ پس اُنار می تسکین اور پر ان کے اور  
النعام دی ان کو فتح نزدیک اور فرمایا۔ ان الذین یبالیعون فَاث  
انما یبالیعون اللہ الی قولہ فسیوتید اجر اعظیما جو لوگ بیعت  
کرتے ہیں تجھ سے وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے۔ پھر آیت یہ  
ہے۔ اللہ دے گا۔ اس کو ثواب بڑا خدا پاک نے تو بیعت کی یہ  
خوبیاں ذکر فرمائیں۔ اور مصنف اس کو اعظم و سبیل مشرک  
سے شمار کرتے ہیں۔ راقم و سس مقام پر لفظ ای کل الخطاب  
لا یشتمق الجواب عامل آیت کریمہ فاصبح الجمیل کا ہوتا  
ہے۔ اور دعائے ہدایت اپنے رب سے اپنے واسطے اور  
مصنف کے لئے مانگتا ہے۔

مغالطہ ۹۰۔ اور لاکھ سے لاکھ کسی عورت  
سے نہیں ملائے اور یہ لاکھ سے لاکھ ملانا زیادہ بات ہے۔  
بیعت کے معنوں میں داخل نہیں۔

ہدایہ۔ بیشک عورت کا لاکھ اپنے لاکھ میں لینا منع  
ہے۔ تمام اہل حق اس کو برا جانتے ہیں۔ مگر یہ جو آپ لاکھتے  
ہیں۔ لاکھ ملانا زیادہ بات ہے۔ یہ بات فضول ہے۔ عقار بیعت  
کے دو جہت ہیں۔ ایک عہد لسانی وہ سراسر عہد فعلی۔ جب تک دونوں

اجزا جمع نہ ہوں گے۔ بیعت کا انعقاد نہ ہوگا۔ آنحضرت بیعت کے وقت مردوں کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑتے۔ اگر بیعت کرنے والا حاضر نہ ہوتا۔ تو جناب رسالت اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر مار کر فرماتے یہ فلاں شخص بیعت کرنے والے کا ہاتھ ہے۔ معاذ اللہ فقیر احمد کے لئے آنحضرت اتنا اہتمام کرتے تھے۔ ایسے ہی جب عورتوں سے بیعت لیتے تو واسطے اتمام عقد بیعت کے ان کی طرف ہاتھ پھیلاتے اور بیعت کرنے والیاں آنحضرت کی طرف ہاتھ بڑھاتیں چونکہ نامحرم کے بدن کو مس نہ کر سکتے تھے۔ اشارہ پر اکتفا کرتے اس کی مثال یہ ہے جیسے صحابی لوگ انبیاء ہی کے وقت حجر اسود تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ دور سے اشارہ کرتے ہیں۔ اب وہ لوگ آئیں سنو۔ جن میں ہاتھ پھیلاتے اور اشارہ کرنے کا ذکر ہے۔ بخاری اور مسلم میں اہم عطیہ سے روایت ہے۔ **قالت بايعنا رسول الله صلعه فقرا علينا ان لا يشركن بالله شيئا ونها ناعن النياحت فقبضت منا امراتهن يدنها الحديث** ہم نے آنحضرت سے بیعت کی۔ پس آپ نے ہمیں یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ (لا يشركن بالله شيئا) اور ہمیں کرنے سے منع کیا پس ایک عورت نے اپنا ہاتھ بند کر لیا اور عسکریہ میں کیا کہ فلاں عورت نے میرے مرد پر ہین

کی تھی۔ میں اس کا بدلہ دینا چاہتی ہوں اور ابو داؤد میں ہے۔  
 ان تھند اعتبہ قالت یا نبی اللہ یا یعنی فقال لا  
 ابالیعات حتی تغیر کیفک فکانہما کما سبع ہندہ بنہ  
 عتبہ نے عرض کیا کہ حضرت آپ مجھ سے بیعت کریں پس فرمایا ہم  
 تجھ سے بیعت نہیں کرتے جب تک تو ان کا لہنگا نہ ہارے  
 تیرے ہاتھ لیسے ہیں۔ جیسے در نہارے کے پنجے اور ابو داؤد  
 اور نسائی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔  
 اومت امراتہ من وراء الستور بیدھا کتاب الی  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقین اللہ صلی اللہ علیہ  
 سلمید فقال ما ادری ایدرجل امرید امراتہ الحدیث  
 ایک عورت نے پر وہ میں سے (بیعت کے لئے) آنحضرت کی طرف  
 اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اور مکتوب اس کے ہاتھ میں تھا۔ آپ  
 نے ہاتھ پیچھے ہٹا لیا۔ اور فرمایا میں نہیں جانتا کہ یہ ہاتھ مرد کا ہے  
 یا عورت کا اور عبد بن حمید ابو داؤد ابو یعلیٰ طبرانی ابن مردودہ بیہقی  
 ام عطیہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ عمر فاروق نے ہم سے بیعت  
 لی۔ اور عمر نے ہماری طرف ہاتھ پھیلا یا۔ اور ہم نے اس کی طرف  
 حافظہ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں حدیث ہاتھ  
 پھیلانے رسول اللہ اور عورتوں کی صحالت بیعت میں صحیح ابن  
 خزیمہ اور ابن حبان سے نقل کی ہے۔ ابن زبایر کی شرح میں



علماء کے دو قول ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ یہ فقط زور کا اشارہ تھا۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ عورتیں آپ کی آستین پر طنی تھیں اور سعید بن منصور اور ابن سعد اور ابو داؤد و تراویح میں اور عبد الرزاق بھی مرسل شنبی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر عورتوں سے بیعت کیا کرتے تھے۔ ایسے ضروری کام کو زیادہ کہنا زیادتی عقل کا مقتضاء ہے۔

مغالطہ ۹۱۔ مگر معالم التنزیل میں نقل بلا سند ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا کے اوپر تھے اور عمر صفا کے نیچے حضرت نے امر کیا کہ عورتوں سے بیعت کرتے والے جب میرے شبہ کا کہ یہ امر معمولی جواب نہیں پاتے تو ناچار ناواقفوں کو اس قصہ مجہول بے اسناد سے شبہ ڈالتے ہیں۔ علاوہ بریں اول اس حدیث کا معارضہ ہے۔ اس کے آخر کا۔

ہذا ہے۔ مصنف اگر بیعت کو غیر معمولی بہ اپنا بتلاتا ہے تو سچ ہے ہم بھی جانتے ہیں کہ اس کو توفیق اس سعادت کی نصیب نہیں ہوئی اور اگر اس کی یہ نیت ہے۔ کہ امرت محمدیہ میں کسی نے اس پر عمل نہیں کیا۔ تو ہدایت نمبر ۲، کا ملاحظہ کرے۔ صحابہ و دیگر مقبولان امرت کا تعامل ہم نے بخوبی ثابت کر دکھایا ہے۔ اور معالم التنزیل کی روایت اگر قابل اعتماد نہیں۔ تو چشم انصاف سے روایت ابن جریر و ابن کثیر و ابن ابی حاتم

اور روایت ابن سعد اور عبد بن حمید اور ابو داؤد اور ابو یعلیٰ اور طبرانی اور ابن مردیہ اور بیہقی کی طرف نظر کرے۔

مغالطہ ۹۲۔ اور ایک آدمی کو گدی پر بٹھانا اور اسی کو بیعت کے واسطے مقرر کرنا اور اس کا حق موردی سمجھنا یہ سنت ہنوز مہنتوں کی ہے۔ کیا معنی کہ ایک آدمی کو بلا تزیین مرجع کر لینا اور وہ خود تو معصوم نہیں گنہگار ہے الی قولہ شرعی بات نہیں محض سنت ہنوز ہے جس کے پاس کوئی دلیل ہو پیش کرے۔

ہدایہ جس کو آپ ہنوز کی رسم کہتے ہو۔ وہ سنت انبیاء ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کو جانے لگے۔ تو ہارون علیہ

السلام سے فرمایا۔ اٰخلفنی فی قومی واصلح و اہنتیج سبیل

المفسدین تو میرا نائب رہو میری قوم میں اور لوگوں میں اصلاح رکھنا اور مفسدین کی پیروی نہ کرنا حضرت خاتم المرسلین نے جب

غزوہ تبوک کی تیاری کی تو علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد کیا انت

منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ تو مدینہ میں رہ تو ہمارے جہاں

ہے۔ جیسا ہارون اپنے بھائی موسیٰ کا (بحالت سفر) جانشین

تھا۔ انبیاء عظام دعا کرتے کہ اے پروردگار ایسی اولاد دے

جو ہمارے نائب اور لوگوں کے پیشوا ہوں۔ فہربک من لدنک

ولیا یرثنی و یرث من الی لعقوب ذکرہ یا علیہ السلام نے

دعا کی تو مجھے کام شہلے والادے۔ جو وارث ہو۔ میرا اور خاندان

یعقوب کا اور اللہ جل شانہ خبر دیتا ہے۔ وراثت سلیمان اور  
 سلیمان علیہ السلام اپنے باپ داؤد کے وارث ہوئے۔ واضح رہے  
 کہ مراد اس وراثت سے نبوت اور امامت ہے۔ کہیں یہ وراثت کی طرح  
 مال و متاع سے تاویل نہ کرنا اور صحابہ کرام نے بعد انتقال پیغمبر خدا  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ابو بکر صدیق کو گدی پر بٹھلایا اور ابو بکر  
 اللہ عنہ اپنی زندگی میں عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر فرما گئے  
 ایسے ہی عثمان رضی اللہ عنہ با اتفاق صحابہ جانشین ہو گئے۔ ایسے ہی مثلاً  
 کرام کی اولاد یا مریدوں میں سے جو تقویٰ اور دیانت سے موصوف  
 ہوتے۔ وہ بزرگوں کا جانشین اور نائب قرار پاتے۔ اور لوگ  
 اس کی خداداد خوبیوں کے سبب اس کو سمجھتے ہیں۔ یہ سے ممتاز  
 جانکر پیشوا پکرتے ہیں۔ کہو یہ انبیاء اور صدیقین سے مشابہت ہے۔  
 یا مہنتوں کی متابعت اور بندگان خدا ہیں۔ کوئی ایک ایسے بھی  
 گذرے ہیں۔ نہ ان کو کسی نے گدی پر بٹھلایا اور نہ انہوں نے  
 لوگوں کو اپنے طرف بلایا غیب الغیب سے خلعت امامت ان کو عطا  
 ہوا۔ خلق اللہ کے دلوں میں ان کی ارادت اور محبت بھری گئی۔ ہزاروں  
 آدمی دور دور ملکوں سے آکر ان کی صحبت اختیار کرتے رہے۔ اور  
 علی رضی اللہ عنہما اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرتے رہے۔ چنانچہ  
 ہمارے مرشد اور امام عبد اللہ صاحب غزالی رحمہ اللہ بقرآنہ واسکتہ  
 بچوۃ جناتہ ابھی گذرے ہیں۔ جب تک تھے۔ مجمع الخلائق تھے۔ کیا

یہاں ترمذیج بلا مرجح کا اعتراض خدا پرہ کر و گئے اور یہ جو آپ لکھتے ہیں (وہ خود معصوم نہیں گنہگار ہے) کیا آپ کے نزدیک عصمت لگتا ہوں سے پاک ہونا، امامت کی شرط ہے کوئی اہل سنت ہیں سے اس شرط کا قایل نہیں۔ البتہ رافضیوں کا مذہب ہے۔ معاصم ہونا کہ مجادلہ کی خاطر آپ طریقہ روافض بھی اختیار کر لیا کرتے ہیں مگر صاحب ایسے خط میں پڑے گئے تو امامت انبیاء کا انکار لازم آئے گا۔ بھول چوک سے پیغمبر بھی معصوم نہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے۔ اللہم اغفر لی جدی وھذلی وخطائی وعمدای وکل ذلک عندی متفق علیہ اے خدا تو مجھے معاف کر جو میں نے کوشش سے کام کیا یا ہنسی سے اور جو بھول چوک سے کیا یا ارادہ سے اور یہ سب باتیں مجھ میں ہیں۔ یہ اعتراض خاص مشائخ پر نہیں بلکہ خاتم النبیین پر بھی ہے۔ مصنف کے یہ دعویٰ سن کر جب اس کی حالت کو دیکھتے ہیں۔ تو مقام عبرت نظر آتا ہے۔ دعویٰ تو یہ کہ مخالفت حرام ہے گدی پر بٹھانا مہنتوں کا سنت ہے۔ اور خود اپنے لڑکے کو واسطے قیام گدی کے نماز جمعہ اور عید میں ان لوگوں کے ہوتے ہوئے ایام کرتا ہے۔ جو اس سے علم اور عمر میں زیادہ ہوتے ہیں۔ اور یہ صریح خلاف سنت ہے اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ لئن تقولون ما لا تفعلون لآبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔



مقالہ ۹۳ علاوہ یہ کہ جس کو ترجیح دی ہے۔ وہ بھی گناہ کرتا ہے۔ وہ کیوں نہیں اپنے گناہوں سے کسی کے ہاتھ پر توبہ کرتا۔

ہدایہ مشائخ میں سے ایسا کوئی نہیں جس نے دوسرے کے ہاتھ پر توبہ نہ کی ہو اپنے شیخ کے ہاتھ پر سب توبہ کیا کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہی اعتراض کا شوق ہے تو یہ کہو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے بیعت کرائی اور خود کسی کے ہاتھ پر توبہ کیوں نہ کی دیکھو ترک اور انکار سنت کا یہ نتیجہ ہے۔ جو آپ کے موہنہ سے ایسے کلمات نکلتے ہیں۔ جن سے انبیاء علیہم السلام کی جناب میں بے ادبی لازم آتی ہے۔  
لئن يهدنا ربنا لنكونن من القوم الضالين۔

مقالہ ۹۴ صرف ہاتھ میں ہاتھ ملانا مستون ہے۔ باقی لوازمات کل بیعت ہیں۔ ہدایہ صفحہ ۲۹ میں آپ لکھتے ہیں (ہاتھ سے ہاتھ ملانا امر رائد ہے بیعت کے معنوں میں داخل نہیں) یہاں اقرار کرتے ہیں کہ ہاتھ سے ہاتھ ملانا مستون ہے۔ اور اکثر مقامات میں کہیں بیعت کو خاصہ اور کہیں منسوخ بتلایا ہے اب کہو ہم بیعت کو کیا سمجھیں سنت یا بدعت خاصہ یا منسوخ الحق یعلوا و لا یعلیٰ خدائے منکروں سے بھی اقرار کر دیا و الحمد للہ علی ذلک مگر افسوس اپنے حق کے ساتھ ایسا باطل ملا یا ہے جس کا بطلان بدیہی ہے آپ قرأتے ہیں۔ (صرف ہاتھ میں ہاتھ ملانا مستون ہے باقی لوازمات کل بیعت ہیں) لازم کیا ہیں شرک۔ زنا۔ سرقت۔ قتل۔ بھتان عصیان۔ تہمت سے تائب ہونا۔

گو یا ابن سب با تون سے توبہ کرنا ملا صاحب کے نزدیک بدعت ہے۔ حال آنکہ ہاتھ میں ہاتھ ملانا اور گناہوں سے توبہ کرنا یہ دونوں امر آیات اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں۔ واللہ اعلم مصنف اپنے آپ کو اس آیت (فمن بیعت بعضکم ببعض) کا مصداق کیوں بناتا ہے۔ اور خدا جانے اختلال عقل ابتدا عمر سے ہی یا اب بڑھاپے میں شروع ہوا ہے۔ ہمیں خیال آتا ہے۔ شاید کوئی کلام مصنف کی یوں تاویل کرے کہ (کل لوازمات بدعت ہیں) اس فقرہ کا یہ مطلب ہے کہ ملحدون اور جاہلوں کی بیعت کے لوازم مراد ہیں۔ ہم ان کو پہلے ہی سمجھا دیتے ہیں۔ کہ یہاں بیعت توبہ کی بحث ہے۔ اور اس کے لوازم بھی ہیں جو ہم نے ذکر کئے۔ اور خاص کر لفظ کل تو جسد لوازم کو شامل ہے۔ بیعت مسنونہ کے ہوں یا بدعت کے

**مخالطہ ۹۵۔** اور بعض طریق بیعت مردودہ قریب کفر کے ہیں۔ حد اب۔ صاف صاف کہو کون سی بیعت قریب کفر کے ہے۔ ملحدون کی بیعت یا سنت طریق کی طریقہ سنت کو کفر کہنا شان اسلام کے خلاف ہے اور ملحدون کے طریق سے یہاں کچھ بحث نہیں۔ اس کے ذکر سے فائدہ کیا۔ شاید کوئی شخص ہر دو قسم بیعت پر یہی فتویٰ جاری کر دے۔ کیوں کہ آپ کل لوازم کو بدعت کہہ چکے ہیں

اور اس کا بوجھ آپ کے ذمہ ہو۔  
 وصف الطمہ ۹۹۔ بیعت مرویہ تو یہ نہیں تھی۔ تو یہ استخارہ  
 جو کرتے ہیں۔ یہ صرف اس کے لئے ہے۔ اس لئے کہ اس میں شریعت اور مقصد و  
 یا اذات طریق میں داخل کرنا ہے۔ اور اپنا طرف اور مرید  
 بنانا۔ ھذا اہم۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ یا ایہا الذین  
 امنوا اجتنبوا کثیرا من الظرث ان بعض الظن اثم لیس  
 اہل ایمان والوں کو کثرت ظن سے پیشک کہیں نہ کہیں گمان  
 کرنے سے گناہ لازم آتا ہے۔ اور آنحضرت فرماتے ہیں۔ فاستنب  
 الظن کذب الحدیث الکل سے بات کہنا پرستہ ہے۔ جیسے کا جھوٹ  
 ہے۔ خدا کے بندے ایسے بھی ہیں۔ جو طریق مستور ہیں۔ کہ موافق  
 بیعت کرتے ہیں ان کی غرض اشاعت اور ہواج سنت کے  
 سوا اور کچھ نہیں۔ تم ناحق نیکیوں پر بدگمانی کر کے عوام کو راہ حق  
 سے روکتے ہو۔ اور ان کو عمل و سنت سے محروم رکھتے ہو۔ لہ  
 تصدق عن سبیل اللہ پر غور کر۔ اور اللہ کے وعید سے  
 ڈرو۔ حضرت فرماتے ہیں۔ کہ جب بندہ اپنے پروردگار اس پر مہربان  
 ہوتا ہے۔ اور ملا اعلیٰ اور اہل السموات والارضین میں سناوی کی  
 حیاتی ہے کہ فلاں شخص سے رب العالمین محبت رکھتا ہے۔  
 تم بھی اس سے محبت رکھو۔ لوگوں کے دلوں میں خود بخود عقیدت  
 اور محبت پیدا ہوتی ہے۔ گھر باہر اہل عیال کو چھوڑ کر ان کی صحبت

اختیار کرتے ہیں اور عجب ان خدایا کی نشانیوں سے کہ تو یہ انابرت اور  
 خشیت اور استقامت کو پہنچتے ہیں۔ اسی حال میں کا نام احسان  
 ہے۔ جو اعلیٰ مرتبہ ایمان کا ہے۔ اور ایسے یا بیک وقت کی گتہ ہوتے  
 ہوتے رہتے ہیں۔ اور ہوتے رہتے ہیں جیسے کہ ان کی جہتوں  
 یہ ہیں اور ان کی خدمت اور ان کی بوجھت کو غنیمت سمجھتے ہیں  
 مصروف جہت سے منع کرتے ہیں۔ اور اپنی بوجھت کو طویل اور  
 دنیا بٹلاتا ہے۔ کیا اس کے نزدیک ازل احسان اور احسان  
 تقرب کا فائدہ ہو چکا۔ یا سوا سے حاصل اللہ علیہ وسلم کے نزدیک  
 دوسرا اس لقب کو نہیں پہنچتا۔

مخالطہ ہے۔ تو یہ کہ کسی کے ہاتھ پر ہوا ہو نہ ہو  
 ہے جیسے کہ کلام اللہ شریف میں ہے کہ تو یہ کہ ہے۔  
 ہے جیسا کہ تصریح کرتے ہیں۔ اختیار کہ ہم فلاں طریقہ اور  
 ہیں یہ کہیں ذکر نہیں کہ کسی کے ہاتھ پر تو یہ کہیں۔

ہذا ہے۔ دوسرے کے ہاتھ پر تو یہ کہنے کا قرآن  
 اور حدیث میں حکم ہے۔ **وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا ظَلَمَ الْفَسَادِ**  
**جَارِكُمْ فَاسْتَفْسَدُوا لِلَّهِ وَاسْتَغْضَبُوا لِعَمَلِ الْمُرْسُولِ لَوَبَّ**  
**اللَّهُ تَابًا لِّلرَّحِمَاءِ** پروردگار کا فریبنا ہے۔ اگر یہ لوگ جہتوں  
 خطا والہ ہوتے تھے۔ تیرے پاس سے استغضب اور اللہ سے استغسانی  
 مانگتے۔ اور یہی خدا بھی ان کے لئے دعا منفرد کرتا پارتے ہو۔



اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان اس آیت میں گنہگاروں کو  
 ارشاد ہے کہ میں نے پاس حاضر ہو توبہ کرو تمہارا حق توبہ منظور  
 ہوگی اور جو لوگ آنحضرت کے ہاتھ پر مائتہ نہ ہوئے تھے  
 پر وہ وگاہے ان کی مذمت فرمائی ہے۔ **وَإِذَا قِيلَ لَهُم تَعَا  
 فُوا بِمَا تَقْتُلُونَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَعْنَةُ الرَّحْمَةِ حِينَ وَقْتُ  
 كَيْفَا جَاءَتْهُمُ الْغَيْبُ خَدَاتُهَا رَسَلْنَا لَهَا وَعَامُ غَفْرَتِ كَرِي  
 وَهُ تَكْبِيرُ الْأَعْرَاضِ كَرِي تَكْبِيرُهَا وَأُورِيَهُ لِيَكُ مَغْفِرَتِ مَعَهُمْ  
 رَسَلْنَا وَأُورِيَهُ خَدَاتُهَا كَرِي تَكْبِيرُهَا وَأُورِيَهُ لِيَكُ مَغْفِرَتِ مَعَهُمْ  
 تَمَّارُكَ يَا مَعْ بِيَدِ كَرِي تَكْبِيرُهَا وَأُورِيَهُ لِيَكُ مَغْفِرَتِ مَعَهُمْ  
 أُوْرِيَهُ مَائِثُ الْبَنِي كَرِي تَكْبِيرُهَا وَأُورِيَهُ لِيَكُ مَغْفِرَتِ مَعَهُمْ  
 اللَّهُ - اور بہت احادیث ہیں جن سے آنحضرت کا رنجت دلانا  
 اور امر کرنا ثابت ہے۔ غرض آیات اور احادیث سے یہ بات  
 بخوبی ثابت ہے کہ لوگوں کو آنحضرت کے ہاتھ پر توبہ کرنے کا  
 حکم تھا۔ حدیث صحیح یا یحییٰ علیٰ ان لا تشرکوا باللہ شیئاً  
 الحدیث اس بات کی دلیل ہے۔ اور حکم آنحضرت عورتوں  
 نے عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ اور آپ کے خلفاء کے  
 ہاتھ پر بیعت کرتے رہے۔ پس قصوری کا یہ کہنا کہ میں گنہگاروں  
 کسی کے ہاتھ پر توبہ کرو، محض نادانی کی بات ہے۔ اور قول  
 مصنف کا (جیسا کہ تصریح کرتے ہیں) اختیار کریم فلاں طریقاً**

سابق لاحق سے کچھ قطعاً نہیں رکھتا۔ مثال اور نمونہ میں کسی نوع کی مناسبت نہیں۔ بالکل لغو و بے ربط کلام ہے۔

**مغالطہ ۹۵۔** اگر بیعت کے بعد پھر مرتکب صغایر و کبایر کا ہو۔ تو عند اللہ مانع ہوگا۔ کیوں کہ آیات اور احادیث میں ایفاء عہد کی نسبت بہت تاکید ہے۔

**ہدایہ۔** جو شخص بغیر بیعت کے توبہ کرے۔ اور پھر مرتکب گناہ کا ہو۔ یعنی مانع ہوگا توبہ کرنے والا آئندہ کے واسطے خدا سے عہد کرنا ہے۔ کہ پھر گناہ نہ کرے گا۔ جب کریگا تو ضرور باز پرس ہوگی اللہ جل شانہ فرماتا ہے: **وَأُولَئِكَ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا لَّهُمْ لَوْ أَنَّهُمْ لَدُوا بِرِجْلِ رَبِّكَ لَعَلَّ يُؤْخَذُ مِنْكَ يَدَاكَ وَمَنْ خَلْفَكَ**۔ پس اگر کسی نے عہد کرے۔

**رسول اللہ سے بیعت کی پھر اسکو نہیں توڑا۔** ہدایہ۔ یہ تمہارا دعویٰ غلط ہے۔

حدیث کا علم نہیں۔ جو چاہتے ہو سو کہتے ہو۔ اکثر اصحاب آنحضرت کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد پھر ان سے خلاف عہد وقوع میں آتا۔ چنانچہ صحیحین میں ثابت ہے کہ بیعت الرضوان کے دن اصحاب نے اس بات پر بیعت کی تھی۔ جو ہم معرکہ سے نہ بھاگیں گے۔ اور بروز غزوہ تبوک انہیں میں سے اکثر بھاگ گئے اور انہیں میں امیر علی سے رویت ہے۔ **بَايَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَىٰ أَنْ لَا يَخْرُجَ فَمَا دَفَعْنَا مِنْهُ إِلَّا إِسْرَافًا**۔ **وَأَمَّا الْعَلَاءُ وَبَيْتُ أَبِي سَيْرَةَ إِسْرَافًا**۔ **مَعَاذَ بَيْتِ أَبِي سَيْرَةَ**

وامر آتہ معاذ ہم نے رسول خدا سے بیعت کی۔ کہ ہم مردہ پر بیعت نہ کریں گی۔ پس ہم میں سے کسی نے وعدہ پورا نہ کیا۔ سوائے ام سلمہ اور ابیہ عملا اور ابو سبیرہ کی بیٹی کے جو معاذ کی بیوی تھے۔ یا شاید یوں کہا ایک ابو سبیرہ کی بیٹی دوسرے معاذ کی بیوی تھی۔ لہذا کو شک ہے۔ کہ ابو سبیرہ کی بیٹی اور معاذ کی بیوی ایک ہے یا وہ عورتیں ہیں۔ جو شخص بے علم ہو کر اپنے آپ کو مجتہد سمجھے اس کا خدا سزا ہے۔

**مخالطہ** - تبتغی سے وہ یافت ہوا ہے۔ کہ کل گناہ معاذ کے بارے سے ترک کرنے کی بیعت کسی صحابی نے کی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں کی۔ بعض خواص کاموں میں بیعت کی ہے۔ **ھذل** ایسا۔ تہادی ایسی تلاش کو کیا کہوں۔ حدیث تو وہ کتنا قرآن سے بھی واقفیت نہیں۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ **واذیہم یبطلون** معروف فبالیہن جب عورتیں چھوٹے عہد کریں۔ جو ہم کسی حکم شرعی میں مخالفت نہ کریں گی۔ پس تو ان سے بیعت کر۔ لفظ معروف عام ہے۔ کوئی امر شرعی خواج نہیں رہتا۔ کیوں کہ لفظ معروف نکرہ ہے نفی کے اخیر میں واقع ہوا۔ عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ کمالاً نفی قائل ہے۔

**مخالطہ** - اور یہ لوگ کل کا عہد لیتے ہیں۔ اور تکلیف مالا یطاق محال ہے۔ **ھذا** - جناب رسول خدا نے حق

فرمایا۔ کہ اس امرت کے لوگ یہود کی بدش اختیار کریں گے۔  
 جب یہودیوں نے احکام الہی جو تو رایت میں نازل ہوئے تھے  
 سنے۔ تو گھبرا کر انکار کر دیا۔ اور کہنے لگے۔ سمعنا و عصینا  
 ہم نے سنا اور اطاعت نہیں کرتے۔ ایسے ہی منکرین بیعت  
 لوگوں کو تعظیم کرتے ہیں۔ جو کہیں ہر امر کی اطاعت کا عہدہ  
 نہ کریں۔ مبادہ کہیں فرمانبردار ہی ہیں۔ فقہور یہود جاسے۔ اور تم  
 پکڑے جاؤ۔ یہ سنت یہود اب تک بجا رہی نہ ہوئی تھی۔ یہاں  
 یہودیوں نے آج اس کو بھی بجا رکھنا۔ مفسدیت کی تقویت  
 سے حماقت منانوم پھرتا ہے۔ کہ استغفر اللہ من کل ذنب  
 والوہی یعنی معافی چاہتا ہوں میں اللہ سے تمام گناہوں  
 کی اور توبہ کرتا ہوں میں۔ مفسد اس کے کہنا درست نہیں۔  
 کیوں کہ تکلیف بالایطاق ہے۔ آنحضرت کا بیعت لینا اور پورا  
 واہ یغصینک فی مہرہ ف بھی مہرہ اللہ ظلم اور افرات  
 ہے۔ معافی کا راستہ یہ ہے۔ کہ سب امر و نہی سن کر کہیوں  
 کہے۔ تو میں ہمیشہ و نکسر ببعض ہم کچھ تقویٰ مانتے ہیں۔  
 اور کچھ نہیں مانتے۔ اگرچہ ملا صاحب نے عہد کلی کی ممانعت  
 خاص کر بیعت میں کی ہے۔ مگر چونکہ بیعت اور توبہ میں سولہ  
 ہاتھ پکڑنے کے کوئی فرق نہیں۔ اس واسطے توبہ میں  
 میں بھی قیاحت پائی جائے گی۔



مفاصلہ ہے۔ ایسی بیعت مصداق آیت کریمہ ہے  
 وَاللّٰهُ تَتَّخِذُ الْآيَاتِ لِلَّذِينَ هُمْ يَكْفُرُونَ قَوْلَهُ تَوْبَهُ كَثِيرَةً أَوْ  
 جِسْمِ كَيْفَ يَتَّخِذُ آيَاتِ اللَّهِ تَتَّخِذُ آيَاتِ اللَّهِ  
 ہیں۔ ہمدانیہ۔ بیعت کرنے والے تین حالت سے خالی  
 نہیں ہوتے۔ یا بقصد چھوٹے دینے گناہ کے۔ یہ کتاب ہے یا  
 اس الزام سے کہ شاید اس شخص کی بیعت کی برکت سے  
 گناہوں سے ہٹ جائیں گا۔ یا خوف محاکم سے، محاکم کا  
 خوف تو اس زمانہ میں نہیں بغیر ان دونوں باتوں اول کہ  
 اس پر کوئی باعث نہیں ہوتا۔ اور نہ اس کو کوئی فائدہ ملتا  
 ہے۔ اگر مصنف کو بیعت کرنے والے کا وہی حال معلوم ہے۔  
 کہ اس کو کسی اور ہی فائدہ کا لحاظ ہے۔ تو نہیں بھی ہٹا دے۔  
 کہ وہ فائدہ دینی ہے۔ یا دنیوی۔ اگر دینی ہے۔ مصنف کا اعتراض  
 اس پر بجا ہے۔ اور اگر دنیوی ہے تو بیعت کرنا مستحب  
 آیات اللہ ہوگا۔ شیخ کا کیا قصور علم قلوب کے مدعی تو آپ  
 ہو۔ شیخ کو حالت بیعت میں کیا خبر ہے۔ کہ شخص ہے۔ یا  
 منافق اگرچہ بیعت کے بعد عدم وفا اس سے معلوم کرے۔  
 پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر نظر کرے۔ آپ کے  
 پاس منافق آتے اور اخصاص ظاہر کرتے۔ آنحضرت ان کے  
 لئے دعائے مغفرت کرتے تویہ کرانے اور بیعت لیتے پھر وحی

سے معلوم ہو جاتا کہ وہ ان کا تحفظ فریب تھا۔ مصنف کے  
 نزدیک معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مستثنیٰ  
 ٹھہرے۔ اور اصل ایمان اور اسلام بھی ایک شہد مابین خالق  
 اور مخلوق کے ہے۔ پس جو شخص صغیرہ اور کبیرہ گناہ سے  
 بچنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ وہ بحکم مصنف اسلام نہ لاوے۔  
 کیوں کہ عہد شکنی کے سبب استہزا لازم آئے گا۔ گویا مراد  
 قصور ہی بمقتضائے قصور و علم و فہم یہ فتویٰ دیتا ہے۔ کہ مسلمان  
 ہو کر گناہ کرنے سے پہلے ہی بچتا ہے۔ کہ اگر وہ بحال کفر چلاوے۔  
 مخالف ہے۔ اور یہی آدنی صورت کو طلاق و عیت ہوتا۔  
 اور غلام کو آزاد کرتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ کہ میں نے <sup>کلمتے</sup>  
 سے کیا ہے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

ہاں ایک۔ مصنف نے وعدہ کیا تھا۔ جو ہم ہر مسئلہ کی  
 سند میں حدیث صحیح یا حسن ضرور لادیں گے۔ اب ہم سوال  
 کرتے ہیں کہ اس آیت کا نشان نزول جو اس نے بیان کیا ہے حسب  
 وعدہ حدیث صحیح یا حسن سے ثابت کیے۔ ورنہ یہ سبب و وعدہ  
 خلافی کے خود اس آیت کا مہر وفاق ٹھہرے گا۔

مخالفت ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ جو اور او متصور نہ ہیں مردود  
 ہیں۔ بعض شرعی بعض اختراعی ہیں۔ جو اختراعی ہیں۔ ان کو حرمت  
 کا کسی کو شک نہیں۔

**هدایہ** - دُور و ظریفہ اور دعائیں جن میں کلمات شُرک  
 ہوں یا مہمل الفاظ جن کے معانی معلوم نہ ہوں یا اپنی شان  
 اور مرتبہ سے بڑھ کر ذکر اور استکبار سے اس قسم کے اذکار اور  
 دعائیں سب ناجائز ہیں۔ اور اگر اس قسم کی کوئی قباحت نہ  
 پائی جیوے تو اور او غیر جائز ہے شہہ جائزہ میں اللہ فرماتا ہے  
**یا ایہا الذین امنوا اذکرو اللہ ذکرا کثیرا** سے ایمان والو  
 یاد کرو اللہ کی بہت سی یادگاری سے۔ اور فرمایا دعویٰ مستحب  
 لکو۔ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ اور فرمایا۔ فاذکرونی  
 اذکس کہ تم مجھ سے یاد کرو۔ میں کہیں یاد کروں گا۔ یہ حکم عام ہے۔  
 کوئی جس طرح کی دعا چاہے کرے۔ کیفیت خاص نہیں فرمائی۔  
 بلکہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ دعا کرنے والے کو اختیار  
 ہے۔ جو کسی دعا اس کو خوشش آوے۔ اور جو وہ چاہے مانگے  
 صحیحین میں ہے۔ **ثم لیتخیر من الدعاء** اعجبہ الیہ ثم انی  
 سلام پھیرنے سے پہلے وہ دعا پڑھے جو اس کو زیادہ پسند  
 اور نساہت ہے۔ لیکن من انکلوم ما شاء قبل از سلام  
 پسند کرنے سے پہلے کہ چاہے۔ حسب حاجت اور موافق اوقات  
 کے آدمی دعا کرنی چاہتا ہے۔ اگر لبقول **لا صاحب دعائیں**  
 تو قیہی ہوں۔ (یعنی بجز ان الفاظ کے جو حدیث میں آچکے ہیں  
 اور الفاظ سے دعا جائز نہ ہو) تو سوا خاص حاجتوں اور خاص

وقتوں سے مانگنا حرام ہو گا۔ سب اہل تو کیا بڑے بڑے عالم بھی  
 اگر ہر ہر حاجت کے لئے دعا مانورہ تلاش کریں تو ملنا ممکن  
 نہیں۔ ظاہر صاحب کا یہ قاعدہ بالکل غلط اور خلاف کتاب اور  
 سنت کے ہے۔ حضرت رسالتؐ آپؐ تو نمازیں اجماعت  
 دیتے ہیں۔ کہ جو چاہو سو مانگو۔ یہ شخص (امت سرحدیہ) تشکی  
 کرنے والا اور مشفق (لئے والا) منع کرتا ہے۔ اور یہ طرفہ بات  
 ہے کہ آپؐ تعلیمات عمید و جمعہ اور ابتدائے مسائل میں الفاظ  
 غیر مانورہ سے دعا مانورہ اور ثنا کہتے ہیں۔ اور اس و عمید کا  
 مصداق بنتے ہیں۔ لہذا قولوں ما از تفعلون آدابہ اور لیتون  
 ما لا یفعلون و یفعلون ما لا یو صرون سلف صالحین کہ  
 تصنیفات کو بلا حفظ کرو دیا ہے کتاب میں حکما و ثبات اور دعائے  
 نئے ڈھنگ سے لکھتے ہیں۔ دعا اور ثنا سے منقود صرف اپنی  
 حاجت مندی اور عاجزی اور اس کی بزرگی اور نصرت کا اظہار  
 ہے وقت اور زبان کی خصوصیت نہیں صحابہ کبارہ بجا لیت نماز  
 و دیگر اوقات نئی نئی طرز کی دعائیں پڑھتے۔ آنحضرتؐ  
 کو اعتراض نہ کرتے بلکہ بعض اوقات پسند فرماتے۔ سنن ابوداؤد  
 میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (ان میں جلا  
 جاء فدخل العین وقد..... زہا الہم بیر  
 فدھا ایک شخص آیا۔ اور صف میں شامل ہوا۔ اور اس وقت



اس کا دم ٹھکانے نہ تھا۔ پس اس نے کہا الحمد للہ حمد اکثر اطیبا  
 مبارک کا فیہ۔ جب آنحضرت نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کس  
 نے یہ کلمات کہے تھے۔ پس سب لوگ خاموش رہے۔ پھر  
 فرمایا کون تھا کہنے والا اس نے کچھ بیجا نہیں کہا۔ پس ایک  
 شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں آیا اور میرا دم ٹھکانے  
 نہ تھا۔ اس وقت میں نے یہ کلمات کہے تھے۔ پس فرمایا  
 ہم نے دیکھے بارہ فرشتے چھوٹے تھے جو ان کو پہلے کون اٹھاتا  
 ہے۔ اور ابو داؤد میں بحاضر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قال  
 عطس شاب من الانصار خلف رسول اللہ...  
 قال ما تذاقت دون عرش الرحمن کہا ابو عامر نے  
 ایک جوان انصاری نے چھینکا سالی آنحضرت کے پیچھے نماز پڑھتے  
 ہوئے۔ پس کہا اس انصاری نے الحمد للہ حمد اکثر اطیبا مبارک  
 کا فیہ آنحضرت تک۔ پس جب نماز سے فارغ ہوئے رسول اللہ  
 صلعم نے فرمایا۔ کس نے کہا تھی یہ بات۔ ابو عامر کہتے  
 ہیں۔ پس چھینکا سو رہا وہ جوان، پھر فرمایا کون تھا کہنے والا اس  
 بات کا اس نے کچھ بڑی بات نہیں کی۔ پس اس نے عرض کیا۔  
 یا رسول اللہ میں نے کہا تھا وہ کلمہ اور سوائے خیر کے میرا کچھ  
 مقصود نہ تھا۔ فرمایا اس کلمہ نے غرش پر پہنچ کر دم لیا ہے اور  
 بخاندی وغیرہ میں ہے۔ عن رفاعہ قال کنا یوما ورا...

..... مکابیتا سرونہا الیہم ینتہما اول روایت سے رفاع  
رضی اللہ عنہ سے کہ ایک روز ہم آنحضرت کے مقتدری تھے پس  
جب آنجناب نے رکوع سے سر مبارک اٹھایا۔ سمع اللہ لمن حمدہ  
کہا۔ ایک شخص نے پیچھے کھڑے کہہ دیا۔ ربنا اولک الحمد الکثیر اطیبا  
مبارک کافیه پس جب آپ نے سلام پھیرا فرمایا کون تھا کہنے والا۔ اس  
شخص نے عرض کیا میں ہوں یا رسول اللہ فرمایا ہم نے دیکھے کچھ  
اوپر تیس فرشتے جھپٹتے تھے۔ کچھ کون ان کو پیچھے لکھتا ہے اور البرود اور  
اور ترمذی ہیں بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ ایک شخص اپنی دعا میں کہتا۔ (اللہم انی  
اسالک بانک انت اللہ لا اله الا انت.....  
اعطی واذا دعی بہ اجاب۔ اے اللہ میں تجھ سے سوال  
کرتا ہوں۔ بہ سبب اس۔ کہ جو تو ہی معبود ہر جگہ نہیں ہے کوئی معبود  
نہ تو جو اکیلا اور پاک ہے۔ وہ ذات ہے تیری جس نے نہ جہنا  
نہ خود جہنا کیا۔ اور جس کے برابر کا کوئی نہیں پس فرمایا اس  
نے پکارا۔ ہے اللہ کو ساتھ ایسے اسم عظمت والے کہ جس وقت  
سوال کیا جاتا ہے۔ اس کے واسطے سے عطا کرتا ہے اور جو وقت  
پکارا جاتا ہے۔ ساتھ اس کے اجابت کرتا ہے۔ اور زمین کی روایت  
میں ہے۔ عن بریدة قال حدثت النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
انہ صلی اللہ علیہ وسلم یخبر بہ فی بیت من بیت اللہ صلعم کہا

بزیدہ رضی اللہ عنہ نے میں عشاء کے وقت مسجد میں داخل ہوا۔  
 کیا دیکھتا ہوں کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ دعا مانگا رہے ہیں۔  
 پس کہا ابو موسیٰ نے اللہم انی اشہد کفرا احدک لیسوا حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا: بے شک اس نے پروردگار  
 کو اس کے ایسے اسمِ اعظم کے ساتھ پکارا ہے جس وقت سوال  
 کیا جاتا ہے۔ اس اسم کے ساتھ عطا کرتے ہیں اور جس وقت  
 پکارا جاتا ہے۔ ساتھ اس کے قبول فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا  
 یا رسول اللہ میں ابو موسیٰ کو بتلا دوں جو آپ سے سنا ہے فرمایا  
 ہاں۔ پس میں نے ابو موسیٰ کو خبر دی۔ آنحضرت کے ارشاد  
 سے پس انہوں نے مجھ سے کہا: تو آج سے میرا مہربان بھائی  
 ہے۔ تو نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائی اور موطا  
 مالک میں ہے کہ جب ابوالدرداء رضی اللہ عنہ تہجد کے لئے  
 اٹھتے تو کہتے نامت العین وهدات الجفون ولریق  
 الا انت یا حی یا قیوم تکبیر سو گئیں اور پلوں نے آرام کیا  
 اور کوئی باقی نہیں مگر تو اسے زندہ رہنے والے قائم رہنے والے  
 ناظرین ان روایتوں کو مشقی نمونہ از خرواہ سمجھیں وہ نہ اس قسم  
 کی حدیث روایتیں ہیں اور واضح ہو کہ یہ دعائیں اور اذکار جن  
 کا ہم نے ذکر کیا ہے صحابہ کرام اپنے دل سے بنا کر پڑھا کرتے  
 تھے۔ اور یہ احتمال ہرگز نہیں ہو سکتا کہ صحابہ آنحضرت سے سنکر

اور سیکھ کر پڑھتے ہوں گے۔ کیوں کہ ان روایتوں میں تصریح ہے کہ آنحضرت نے کہنے والوں کا نام دریافت فرمایا اور کہنے والا مارے خوف سے کہ جب کہ چاہے پھر یہ یا جب آپ نے تسلی فرمائی۔ تب اقرار کیا۔ اور یہ یہ ابو موسیٰ کہ مشرکہ سماتے کے لئے دور کے ان صحابہ فریقین سے صاف ثابت ہے۔ کہ صحابہ نے وقت اور حالت کے موافق جن الفاظ سے صحابہ اپنے آپ کو لکھا۔ اور ذکر کیا کہ تمام اقوال و افعال جو صحابہ سے وقوع میں آئے ہیں۔ سب آپ نے حضرت سے دیکھ کر اور سن کر انہوں نے کہے ہیں۔ اور وہ وہ موقعوں کی نفی لازم آئے گی۔ حالانکہ جملہ صحابہ محدث کہتے دو قسم کا ہے۔ ایک طرف صحابہ کرام ہیں۔ اور دوسری طرف صحابہ کرام سے ہیں۔ اور ان کا ذکر ثابت ہے۔ البتہ اس بات میں شک نہیں کہ دعائے غیر ماثورہ دعائے ماثورہ کو نہیں پہنچ سکتی۔

مرغی الطیر ۱۵۰۔ اور جو شرعی ہیں۔ ان کو تفسیر اوقات تفسیر اوضاع تفسیر عادات تفسیر تقدیم و تاخیر اور تفسیر التزام وغیرہ کے عمل میں لائے ہیں۔ اور تفسیر روایات کا بدعت ہے۔ مگر بدعت ضارہ ہے۔

ہذا البیہ۔ بیشک دعائے ماثورہ کے نفلوں کو بدعت منع



ہے۔ چنانچہ ثابت ہے کہ ایک شخص دعائیں بجائے لفظ نبی کے رسول پڑھتا تھا۔ آپ نے اس کو منع فرمایا۔ اور اگر ایک امر آنحضرت سے ثابت ہو جائے۔ مگر اس کی مدد امت اور اس کا شمار اور اس کے وقتوں کی خصوصیت ہمیں ثابت نہ ہو۔ تو اس کو خاص اوقات میں معین عدو کے موافق ہمیشہ عمل میں لانا بدعت نہ ہوگا۔ آنحضرت فرماتے ہیں۔ (حسب الہ عمال الی اللہ) اور وہاں پر دو کار کے نزدیک زیادہ پسندیدہ وہ کام ہے جس پر ہمیشگی کی جاوے۔ بموجب اس حدیث کے یہ سب التزام جائز ہیں۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ایک صحابی رجا اپنی قوم میں امام تھا، اوقات پنجگانہ میں ہر رکعت کے اندر (حبیبہ فاتحہ سے سورت ضم کرتا)، تو پہلے قل ہو اللہ طہیثا۔ پھر اور سورت ملاتا۔ مقتدیوں نے کہا۔ آپ ہمیشہ قل ہو اللہ احد کیوں پڑھتے ہیں۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔ امام نے کہا۔ اگر تم میری امامت پر راضی ہو۔ تو میں قل ہو اللہ ضرور پڑھوں گا۔ ورنہ تمہارا اختیار ہے۔ کسی دوسرے شخص کو امام مقرر کرو۔ مقتدیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس بات کی شکایت کی۔ آنحضرت نے فرمایا۔ اسے شخص بتلا کیا باعث ہے۔ جو تو اس سورہ کو ہمیشہ پڑھتا ہے۔ اور اس کے ترک سے تجھے کون مانع ہے اس

نے عرض کیا۔ مجھے اس سورت سے محدث ہے۔ آنحضرت نے  
 فرمایا۔ اس کی محبت تجھے جنت میں داخل کرے گی۔ اور صحیحین  
 میں ہے۔ کہ بلال رضی اللہ عنہ ہر ایک وضو کے بند و گانہ پڑھتا  
 جب آنحضرت کو اطلاع ہوئی۔ تو آپ نے کچھ اعتراض اور انکار  
 نہ کیا۔ اور ابو ذرؓ میں ہے کہ آذان فجر سے پہلے ہمیشہ بلال رضی  
 اللہ عنہ یہ دعا پڑھتے۔ اللهم انی احمدک و استغینک  
 علی قرینت الیقین ادینک۔ اللہ میں تیری حمد کی یاد ہو اللہ  
 اور تجھ سے مدد چاہتا ہوں۔ قریش پر اس بات کی جو وہ و تمام  
 کریں۔ دین تیرا امر و نہی کی ہر اوریت تو کیا ان کا ایک وفد کا قریب  
 بھی آنحضرت سے ثابت نہیں۔ اور بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا  
 چاشت کی نماز ہمیشہ پڑھتیں۔ اور فرماتیں۔ اگر میرے ماں اور باپ  
 دونوں زندہ ہو جاویں۔ تو اس نماز کو نہ چھوڑوں (یعنی نماز چھوڑ  
 کر ان کی زیارت کو نہ جاؤں۔) چاشت کی نماز باقی عبادت  
 آنحضرت سے ثابت نہیں ہوتی مختلف نیر ہے۔ ہر اوریت کا تو ذکر  
 کیا ہے۔ اور بعض اوقات کی فضیلت ثناء سے ثابت ہے اگر  
 کوئی شخص واسطے ذکر اور حمد اور تسبیح کے ان وقتوں کو متروک  
 کرے۔ تو بیشک افضل ہوگا۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ قسبح بحم  
 رباع قبل طلوع الشمس و قبل الغروب پس کی بیان  
 کر ساتھ حمد رب اپنے کے پہلے سورج کے نکلنے سے اور پہلے چھینے

کے۔ ومن اللیل فسجد وادبار السجود اور رات کو تسبیح کہ  
 اس کی اور بعد نمازوں کے اس قسم کی بہت احادیث اور حدیثیں  
 ہیں۔ اگر کوئی شخص ان وقتوں کو افضل اوقات سمجھ کر کوئی دُرد  
 یا ذکر پڑھے گا تو کہو اس نے کون سی برائی کی۔ شاذرع کی طرف  
 سے مرطون ذکر الہی کی پرائٹ ہے۔ اور یہ شخص بھی ذکر کرتا ہے۔  
 صرفاً لفظ ہے۔ اور ایک اصحاب کا بیٹا و ضوی میں دعا پڑھ  
 رہا تھا۔ اللهم انی اسئلك قصص البیض فی بہین الجنة  
 اصحاب نے کہا اے بیٹا زیادتی مت کر۔ کیوں کہ رسول اللہ  
 صلعم نے فرمایا کہ میرے پیچھے ایسے لوگ پیدا ہوں گے  
 کہ ادعیات میں زیادتیاں کریں گے۔ ہم کو رسول اللہ صلعم اتنی  
 سزا سکاہتے تھے۔ اللهم انی اسئلك الجنة اس سے معلوم  
 ہوا کہ سب ادعیات و اذکار کو قبیح ہیں۔

ہدایہ۔ ملا صاحب نے اس حدیث میں اس قدر  
 الفاظ بڑھا دیئے ہیں کہ جس سے افسر کی حد تک پہنچ گیا ہے۔  
 حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ ان عبد اللہ بن مغفل سمع ابنہ  
 یقول..... قوم یعتدون فی الطہور والدعا  
 عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو یہ کہتے ہوئے  
 سنا۔ اسے اللہ تعالیٰ میں مانگتا ہوں تجھ سے سفید محل جو جنت  
 کے بائیں طرف ہو۔ عبد اللہ نے کہا اسے لڑکے میرے مانگ

اللہ سے بہشت اور اس کی پناہ کے دونوں سے۔ پس تحقیق میں نے سنا ہے۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس دعا کو پڑھے اور دعا یہ دو جا ملا صاحب نے گھر سے ملا دیتے ہیں۔ اور دعا پڑھ رہا تھا۔ (اور ہم کو رسول اللہ نے انہی دعا سکھائی ہے۔ اللهم انی اسألك الجنة) اگرچہ احتمال ہے کہ مؤلف اسب نے اس وقت یہ الفاظ نہ پڑھا ہے بلکہ بیماری اور بڑھاپے کے باعث کچھ کمی بیشی ہو گئی ہو۔ مگر بظن غالب یہ معلوم ہوتا ہے کہ عمداً واسطے اس بات دعا کے (کہ مائور پر زیادتی جائز نہیں) اس امر نا جائز کا ارتکاب کیا ہے۔ انا لله وانا الیہ راجعون حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دعائیں غلو اور افراط نہ کرو۔ یعنی اپنے منصب سے بڑھ کر سوال نہ کرو۔ قصر البیض عن جمیع الجنة انبیاء کا مقام ہے۔ لہذا نے اتنا جملہ رہم کو رسول اللہ سے انہی دعا سکھائی ہے۔ اللهم انی اسألك الجنة (بڑی تعریف کا حق ادا کر دیا۔ اور مطلب کو بالکل بدل دیا۔ اب ما حصل کیا ٹھہرا۔ کہ دعا مائور میں اور الفاظ نہ ملاؤ۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ دعا کی کمی بیشی سے تو آپ منع کرتے ہیں۔ اور روایت میں خیانت کرنے سے اور تعریف مضامین اور پیغمبر پر بہتان بائیس سے کیوں نہیں ڈرتے آپ نے یہ وعید نہیں سنا۔ من کن رب علی



متعدد فلیتبا مقعد من المثار صحابہ کو اہم دعائے ماثورہ میں  
 الفاظ پڑھا کر پڑھا کرتے۔ اور حضرت کچھ انکار نہ فرماتے تھے صحیحین  
 میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ  
 صلعم اس طرح لبیک پکارتے تھے۔ لبیک اللہ لبیک لا شریک  
 لك لبیک ان الحمد والنعمة لك والملك لا شریک لك  
 اور خود جناب عبد اللہ مسنون تلمیح پر یہ الفاظ زیادہ کرتے  
 لبیک لبیک وسعدیک والخیر بیدیک والمرغباء الیک  
 اور ابو داؤد میں ہے کہ لوگ آنحضرت کی تلمیح پر لفظ ذالمعارج  
 وامثال ذلك زیادہ کرتے اور آپ سنتے اور کچھ نہ فرماتے صحابہ  
 کی جگہ صحابہ کہنا اور دعا کی جمع جو دعوات اور اوعیہ ہیں۔  
 اوعیات بنانا مصنف کی لیاقت کی دلیل ہے۔

مغالطہ ہے۔ فقہا بھی والد رجبہ الرقیعة سے جو دعا اذان  
 میں داخل ہے۔ منع کرتے ہیں۔ جیسا کہ رد المحتار میں ہے۔ اور انت  
 السلام و منک السلام میں جو زیادہ بڑھائی گئی ہے۔ علماء نے اس  
 سے منع کیا ہے۔ چنانچہ تلامذہ علی قاری نے رسالہ مصنوع فی  
 اسی دہیث الموضوع میں لکھا ہے۔

ہذا اسید۔ اور صاحب نے فقہاء کی عباراتوں کو نقل نہیں  
 کیا ہے۔ بخیر و بیکھے آپ کی روایت اور روایت کا اعتبار نہیں کہ  
 ممکنہ غالباً فقہاء نے اس طرح لکھا ہے گا۔ جو یہ الفاظ ماثورہ ہیں

ہیں۔ آپ نے اس کا ترجمہ کیا۔ ان الفاظ سے منع کرتے ہیں۔ اور  
 یا فرض اگر کسی عالم نے ایسا کہا ہو۔ تو کیا ہم اس کے مقلد  
 ہو کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریق چھوڑ دیں گی۔ میں کہتا  
 ہوں کہ کوئی اہل علم سنائے صحابہ چھوڑ کر ایسی بیجا تقلید نہ  
 کریں گے۔ صاحب روالمختار نے والد سجدۃ الرفیعة پر پیشے سے  
 منع نہیں کیا۔ بلکہ حضرت ابن حجر رحمۃ اللہ سے صرف یہ بات نقل  
 کی ہے کہ یہ الفاظ ایسے اصل ہیں۔ چنانچہ ان کی عبارت یہ  
 ہے۔ قال ابن حجر و زیادة والد سجدۃ الرفیعة و ختمہا  
 الرحیم الرحیم (۱) اصل لہما کہا ابن حجر نے زیادتی رد والد  
 سجدۃ الرفیعة کی اور اس دعا کو ختم کرنا ساتھ (یا رسول اللہ) کے  
 ہاں کچھ اصل نہیں۔ اور تلامذہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے  
 سے نقل کرتے ہیں۔ و اما یزید قد قرأ اللہم انت السلام  
 من خود الیک بیرجع السلام حیث بنا بالسلام وادخلنا  
 دار السلام فلا اصل له بل قد وختلت بعض القصاص اور  
 جو کچھ پڑھا دیتے ہیں۔ اللہم انت السلام کے پیچھے مثلاً کہتے  
 ہیں۔ و الیک بیرجع السلام حیث بنا بالسلام وادخلنا دار السلام  
 اس کا کچھ اصل نہیں یہ بعض فقہاء نے کہا ہے۔ ان علماء  
 نے تو الفاظ ناثرہ اور غیر ناثرہ کو علیحدہ کر کے بتلایا ہے ان  
 کے پڑھنے سے منع نہیں کیا۔ اور تلامذہ صاحب نے عدم ثبوت

اور حرمت کو ایک ٹھہرا کر ممانعت کا فتویٰ جاری کر دیا۔ طرف  
تو یہ ہے کہ سلام کا ترجمہ اسلام کے ساتھ ہے۔

**صغالیہ** - اگر ادعیات اور اوز تو قیچی نہ ہوتے تو صحابہ  
کو صلوات کی کیفیت دید یافتہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

**حدیث** - اگر صحابہ کبار رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
سے نماز کا طریقہ سیکھا۔ تو اس سے یہ نہیں پایا جاتا  
کہ سب اذکار آنحضرت کی تعلیم پر موقوف ہیں۔ البتہ یہ ثابت  
ہوتا ہے کہ ذکر یا تلوذ غیر تلوذ افضل ہے۔ اسی واسطے تشریح میں  
علماء کا اختلاف ہے۔ اور جن کلمات کو جس نے مانور حیانا  
انہیں کے پڑھنے کا فتویٰ دیا۔ اور افضل سمجھا۔ تمام علما اور  
محدثین بلکہ تمام امت محمدیہ کا قاعدہ ہے کہ جب پیغمبر خدا  
صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک نہ بان پر لائے ہیں۔ تو یہ  
وہ وہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھتے ہیں۔ اور اپنی کتابوں میں  
جایجا لکھتے ہیں۔ اور علماء صاحبان نے بھی اپنے اس رسالہ  
میں جہاں آنحضرت کا ذکر آیا ہے۔ وہیں یہ درود لکھا ہے۔  
بلکہ اس رسالہ کے اخیر میں جہاں ہندوی کا مسئلہ لکھا  
ہے۔ لکھتے ہیں و صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ واصحابہ اجمعین حالانکہ  
یہ الفاظ آنحضرت سے منقول نہیں۔ پس آپ بھی اہل بدعت  
کھڑے اور تمام بزرگان امت کو بھی معاذ اللہ بدعتی ٹھہرایا درود

اور دعائیں میں کلمہ شکر کا نہ ہو اگر چہ غیر ماثورہ ہو اس کا پڑھنا بے شبہ حیا اثر ہے۔

مقالہ ۹۹۔ تشہد جو صحابہ کرام اپنے طور سے پڑھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ اور ایک التحيات ان کے واسطے خاص فرمایا۔

ہل ایہ۔ اس تشہد میں تاجواتر الفاظ اور غیر جامدہ دعائیں پڑھتے تھے۔ مثلاً کہتے تھے۔ السلام علی اللہ انحضرت نے فرمایا۔ اللہ خود سلام ہے۔ اس پر سلامتی بھیجنے کے کیا معنی۔ اور کہتے السلام علی جبرائیل السلام علی میکائیل السلام علی فلان وفلان آپ نے بجائے اس کے کلام جامع ثلاثین فرمائی السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اس میں تمام بندگان خدا اہل السموات والارض سب آگئے غرض پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تشہد میں قباحت اور نقصان دیکھ کر اصلاح فرمائی۔ یہ

تجربہ کہ سوائے ارجیہ ماثورہ کے اور دعاؤں سے منع فرمادیا اور اماموں کا اختلاف بھی بعض الفاظ کی فضیلت میں ہے۔ اور جاتر و ناجا ائمہ پورے کی بات نہیں۔ چنانچہ شیخ ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ نے اس بات کو بصر امت بیان کیا ہے۔

مقالہ ۱۰۰۔ ابن ماجہ میں حدیث ہے جس کے راوی سب صحیح ہیں۔



حدیث اویسہ۔ مصنف کا یہ منصب نہیں۔ کہ روایات پر ضعف  
 اور جھوٹ کا حکم لگاوے۔ مگر صاحب کو چاہیے کہ حکم صحت کسی  
 محدث سے نقل کریں۔ بلکہ یہ روایت مجروح ہے۔ اس کے راویوں میں  
 اعمش ہے۔ جو حدیث ہے اور عن کہہ کر روایات کرتا ہے۔ اور  
 محمد بن کے نزدیک حدیث مجروح کہہ کر روایت کرے۔ اس کی  
 روایت صحیح نہیں سمجھی جاتی اور جو اس کے سوا راوی ہیں ان  
 کا تہہ تیہ چاہنا ہمارا کام نہیں۔ آئندہ حدیث ان کی شناخت کر سکتے  
 ہیں۔ ہمارے مگر صاحب شاید راویوں کی مزاج پر ہی کو گتے۔  
 آکر متبر و بیٹے ہیں۔ لہذا فضلہ لغائے سب راوی صحیح و سلامت  
 تہہ تیہ نہیں، حدیث کی اصطلاح میں تو صحت اور ضعف  
 روایت کی صفت ہے۔ راویوں کی صفت نہیں۔

صحیح لفظ اللہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذکار نماز  
 کے تو قیہی ہیں۔ حدیث ہم اس حدیث کو بالفاظ نقل  
 کرتے ہیں۔ تاکہ ظاہر بیان ہی بنظر انصاف دیکھیں۔ جو اس  
 حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے جو اذکار آنحضرت کی تعلیم پر موقوف  
 ہیں۔ یا اس کا خلاف ثابت ہوتا ہے۔ عن ابی ہریرۃ رضی  
 اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لرجل  
 ما تقبل فی صلواتک قال الشہد تم اسأل اللہ جنۃ  
 واعوذ بہ من النار وانا واللہ ما احسن دندنتک ولا

دندنۃ معاذ فقال حر لهما شد ذنوب روایت ہے ابھی ہر یہ  
 رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص  
 کو فرمایا۔ تو اپنی نماز میں کیا کہا کرتا ہے۔ اس نے کہا میں تشریح  
 پڑھتا ہوں پھر (التحیات کے بعد) سوال کرتا ہوں۔ اللہ سے  
 جنت کا اور اس کی پناہ چاہتا ہوں۔ دندنۃ سے اور قسم ہے  
 پروردگار کی۔ آپ کی غفنا ہٹ کر جو آپ کی آواز سے چھکے چھکے  
 پڑھتے ہیں، اور معاذ کی غفنا ہٹ کر اچھی طرح میری سمجھ میں نہیں  
 آتی۔ آپ نے فرمایا ان دو کلمات (سوال جنت اور پناہ از دندنۃ) کے  
 گروہ میں ہم غفنا ہٹ کیا کرتے ہیں۔ اس حدیث سے عداوت  
 ثابت ہے۔ جو کوئی دعا نماز میں پڑھی جائے یا خارج از نماز تعلیم  
 نبویہ پر موقوف نہیں۔ آنحضرت کی جناب میں اس سے شکا بہت  
 بھی کی بجز میں آپ کی دعا نہیں سمجھتا تاہم آپ نے اس کو کچھ  
 نہیں سکھلایا۔ اور یہ بھی نہیں فسرایا کہ تو اپنے دل سے دعا  
 بنا کر پڑھنے کے سبب بدعتی ہو گیا ہے۔ اگر دعا اور ذکر واقعی  
 ہوتے تو آپ اس کے یہ کلمات سن کر رثم اسالی اللہ الجنۃ  
 واعوذ بہ من الناس (ضرور فرماتے کہ اس طرح جنت کا  
 سوال کر اور ان الفاظ کے ساتھ جہنم سے خدا کی پناہ مانگ  
 حق ظاہر ہے۔ مگر جن کو بصیرت نہ ہو۔ وہ نہیں دیکھ سکتے۔  
 مخالف ۱۱۷۔ اور ان کی آواز اپنے کانوں تک بھی نہیں

پہنچتی۔ ان کی نماز جائز نہیں حقیقہ الفقہاء۔  
 ہدایہ۔ آپ نماز کے ناجائز ہونے کی کیا اچھی دلیل  
 لائے ہیں۔ وعدہ تو کیا تھا کہ ہم آیت اور حدیث سے سند لاویں  
 گے۔ جب آیت و حدیث سے کوئی سند نہ ملی تو فقہاء کے  
 مقلد بن گئے۔ عدۃ المؤمن کاخذ الکف۔ مگر خدا جانے  
 ملا صاحب کیسے مومن ہیں۔ جن کو ایسا وعدہ کا کچھ خیال نہیں۔  
 یہ ہیں کتاب اور سنت کہیں ثابت کرو۔ کہ جس کی آواز کا نول  
 تک نہ پہنچے۔ اس کی نماز جائز نہیں۔

مغالطہ ۱۱۱۔ یہ دلائل صحیحہ شرعیہ ذکر کے تو قیاسی ہونے پر  
 اور ذکر معمولہ صوفیہ کلمہ بدعت ہونے پر لکھ چکا ہوں۔  
 ہدایہ۔ آپ نے ایک حدیث بھی مفید مدعا نہیں لکھی  
 اور جو بنیم خود لکھا ہے۔ وہ بالکل تسبیح عنکبوت (فکرمی کا خیال)  
 ہے۔ چنانچہ ہم ہر ایک بات کا جو اب جس سے ملا صاحب  
 کی غلط فہمی ظاہر ہوتی ہے۔ بہ تفصیل لکھ چکے ہیں۔

مغالطہ ۱۱۲۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے وصیت  
 نامہ میں بیعت سے منع کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ وہیں نہ مان  
 وسیت بدست کے نہایت داؤ اور قول جمیل میں سنت لکھا ہے۔  
 اور مولوی اسمعیل شہید نے تقویۃ الایمان اور ایضاح الحق میں  
 کس کس خوبی سے بدعت و شرک کیا ہے۔ اور صراط مستقیم

اور رسالہ امامت میں اسی کے منافی اور خلاف لکھا ہے۔  
**حد آید**۔ شاہ صاحب کی کلام میں کچھ تناقض نہیں جو  
انہوں نے لکھا ہے۔ سب حق ہے۔ قول الجمیل میں لکھتے ہیں۔  
کہ بیعت سنت ہے۔ اور وصیت نامہ میں فرماتے ہیں۔ (دست  
در دست مشارح ابن زہان نیاید داد) اس کا مطلب یہ ہے  
کہ سب صحیح سمجھ کر بیعت کرنی چاہیے۔ اس وقت کے پیر اکثر کفار  
اور بدعتی ہیں۔ اگر کوئی متبع سنت اور اہل حق پیشوا مل جائے تو  
سبحان اللہ نعمت عظمیٰ ہے۔ عنایت سمجھے اور بیعت کرے۔ کہو  
اس میں کیا تناقض ہے۔ تعصب کا اندھیرا آپ کے راستہ میں  
چھا گیا ہے۔ نشیب و فراز کچھ نہیں۔ سو جہننا مہن بزیر گوں پر  
اعتراض کرتے ہو۔ اور جو مولوی اسماعیل صاحب کی تحریر کو آپ  
متناقض بتلاتے ہیں۔ غالباً وہ بھی آپ کی کج فہمی کا نتیجہ ہے۔  
اگر آپ عبارت نقل کر دیتے تو البتہ ناظرین کو حال معلوم ہو جاتا۔  
**مغالطہ**۔ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وصیت  
نامہ میں لکھتے ہیں۔ و کلام شارع ہرگز بریں محنت مہول نیست نہ  
صریحاً نہ اشارتاً اسے قومی این مطالب رازہ کلام شارع قہیدہ  
اند مثل آنگہ کسی نیست قصہ لیلیٰ بجنون شفق و دہر شنی را بر گزشت  
خود گل کند و آنرا اور عرف ایشان اعتبار گویند۔  
**حد آید**۔ شاہ صاحب کی غرض یہ ہے۔ کہ صوفیوں کے



اعتبارات اور اشارات جو وہ آیات اور حدیثوں سے نکالتے  
 ہیں۔ دراصل فن تفسیر نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ایک جداگانہ فن ہے جس  
 کا نام اعتبار ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے بھی فن اعتبار کو معتبر قرار دیا ہے۔ اور خود اس  
 روش کو اختیار فرمایا ہے۔ چنانچہ فوژہ الکبیر میں لکھتے ہیں۔ وَأَمَّا  
 اشارات الصوفیة و اعتبار الہم..... فتعالیٰ باب ما  
 لہ من الصلوة۔ اسے پر صوفیوں کے اشارے اور ان کے  
 اعتبارات دراصل فن تفسیر سے نہیں ہیں۔ آخر لکھتے ہیں۔ کہ  
 اس مقام میں ایک ضروری غائر ہے۔ جس کی آگاہی مناسب  
 ہے۔ وہ یہ ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فن اعتبار کو معتبر ٹھہرایا ہے۔ اور خود اس روش کو  
 اختیار فرمایا ہے۔ تاکہ علمائے امت کے لئے سنت ہو جاوے  
 اور جو علم ان کو عطاء ہوتا ہے۔ ان علموں کا دروازہ کھل  
 جاوے۔ بلا صاحب کو اظہار حق من منظور نہیں۔ تلبیس عوام کے  
 لئے طرح طرح کے فریب کرتے۔ صریح اور مفصل بات کو چھوڑ  
 کر ایک سبھل قول لکھتے ہیں تاکہ لوگ سمجھیں کہ شاہ صاحب  
 جیسے عالم بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ بالفرض والتقدیر اگر مرزا  
 صاحب اور شاہ صاحب اور مولوی اسماعیل صاحب اس  
 طائفہ عالیہ کے منکر ہو جائیں۔ تو کیا ان کا قول ہم پر حجت

ہوگا۔ اور کیا اقوال علماء آپ کے نزدیک نصوص شریفی  
ہیں۔ چہ جہا کہ یہ بزرگوار خود اس طائفہ میں داخل ہیں۔  
صغیر لطفہ ۱۱۷۔ راقم کہتا ہے کہ مولوی محمد اسماعیل نے  
بھی یہی لکھا ہے۔ کہ اشغال صوفیہ بیشتر شعبہ نہیں یہ آلہ احسان  
کے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ کہ آلہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ یا مروی  
شارح سے یا غیر مروی مروی جیسا کہ وغیر واسطے نماز کے اور ہر  
قسم کے ہتھیار واسطے جنگ کے۔

ہذا ایضاً مولوی اسماعیل صاحب فرماتے ہیں۔ کہ صوفیوں  
کے اشغال کو امور اصلی اور مقصور بالذات نہ سمجھنا چاہیے  
بلکہ یہ اخلاص اور احسان کا آلہ اور وسیلہ ہیں اور وسیلہ  
کا یہی حکم ہوتا ہے۔ جو اصل شے کا حکم ہو۔ مثلاً صاحب نے  
مختصر عبارت نقل کر کے اصل مطلب کو چھپا یا ہے۔ خدا ان  
کو ہدایت کرے۔ آپ لکھتے ہیں۔ وضو نماز کا آلہ ہے۔ چہ خوش  
خوب سمجھے۔ ایسی عقل نقلی۔ جو بیعت کے منکر ہوئے وضو  
شرط نماز ہے۔ نماز کا آلہ نہیں۔ شرط شے اس چیز کو کہتے  
ہیں جس کے سوا دوسری چیز پائی نہ جاوے۔ جیسے وضو  
واسطے نماز کے۔ جب تک وضو نہ کیا جائے گا۔ تب تک  
نماز نہ ہوگی۔ اور آلہ کہتے ہیں اوزار کو جیسے دوخت کا اوزار  
سوئی اور کوٹھے پر چڑھنے کا اوزار سیرٹھی۔ نماز کا آلہ تو خود نماز

ہی تھے۔ اور وضو اس کے لئے شرط اور خوبی دیکھئے۔ آپ فرماتے ہیں۔ آلہ مروی رحمن کی سزا پیغمبر خدا سے ہو گی مثال جیسے ہر قسم کی لڑائی کے ہتھیار۔ شاہد بندوق اور توپ بھی آپ کے نزدیک خیرات قرون میں بنی ہو گی۔ یہ بات بالکل خلاف ہے۔ مغالطہ کا۔ اور یہ اذکار و اشغال تو آلہ ہی نہیں بن سکتے کیوں کہ آلہ غیر ذی آلہ کا ہوتا ہے۔

ہدایہ۔ ذکر جو آلہ احسان ہے۔ ذی آلہ کا عین کس طرح ہو گیا۔ ذکر آلہ ہی سے تو اخلاص اور ثابت پیدا ہوتی

ہے۔ اور اسی اخلاص کا نام احسان ہے۔ آپ کس عقل سے کہتے ہیں۔ اشغال تو آلہ ہی نہیں بن سکتے۔ کیوں کہ غیر ذی آلہ کا ہونا ہے۔ کیا آپ کے نزدیک ذکر اور رتبہ احسان کا ایک ہی چیز ہیں۔ خدا کے لئے آپ ایسی باتیں نہ کیا کریں۔ لوگ سنیں گے۔ تو آپ کو جنوں کی طرف نسبت کریں گے۔

مغالطہ کا۔ اور جو خوارق و اعمال ایسے لوگوں سے ظاہر ہوتے ہیں۔ کہ جو سنت کے خلاف سے ثمرہ حاصل ہوتا ہے۔ وہ سب شیطانی ہے۔ پس یہ خوارق شیطانی ہیں۔ جیسا کہ نظیر الاعتقاد میں ہے۔ اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں۔ اولہ ابن تیمیہ فرقان میں کہتا ہے۔

ہدایہ۔ بیشک جو لوگ اسماء الہی کو تفسیر سے کوڑھتے

ہیں۔ یا مشائخ کے نام کا وظیفہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ مشرک ہیں۔  
 اور ان کے اقوال اور خوارق سب شیطانی ہیں۔ تطہیر الاعتقاد  
 اور بشرح فقہ اکبر فرقان میں ان صوفیوں کا ذکر ہے۔ جو اقسام  
 شرک میں مبتلا ہیں۔ اور جن کا عقیدہ ہے۔ حلول۔ اتحاد۔ اتصال  
 اور ذات باری تعالیٰ کو وجود مطلق سمجھتے ہیں۔ ایسے گناہ  
 اعتقاد والوں کے حق میں انہوں نے یہ فتویٰ لکھے ہیں مصنف  
 نے کمال بے انصافی کی۔ عوام الناس کو دھوکا دیا۔ فقط اثنا  
 لکھ دیا کہ یہ لوگ بیسے ہیں۔ اس کو چاہیے تھا مفصلاً لکھنا۔  
 کہ جو اہل شرع اور اہل حق ہیں۔ وہ ملکی صفات رکھتے ہیں اور  
 ان کی خوارق کرامات ہیں۔ اور جو مشرک اور گمراہ ہیں۔ ان کے  
 حالات اور خوارق شیطانی ہیں۔ ملاحظہ علی قاری نے بعد از ملینا  
 کے اہل حق صوفیوں کا ذکر کیا ہے۔ اور ان کی بڑی تعریف لکھی  
 ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ وھذیہ طریقتہ السالقیین الاولین  
 وہی..... بعد ہم خلف اصحاب الصلوٰۃ و  
 اتبعوا الشہوات ترجمہ۔ یہ طریقہ ہے۔ آگے بڑھنے والے اول  
 درجہ کے لوگوں کا اور طریقہ ہے تابعین اور ایہ مجتہدین اور  
 اکابر مفسرین اور محدثین اور گلے زمانہ کے برگزیدہ صوفیوں  
 کا اور جیسے داؤد طائی اور محاسبی اور سری سقطی اور معروف  
 کرخی اور جنید بغدادی رحمہم اللہ اور پچھلے زمانہ کے اہل تصوف



کا مانند ابو نجیب سہروردی اور عبدالقادر جیلانی صاحب  
 عوارف اور ابو القاسم قدسیر کی آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ  
 ان کے پیچھے رہے۔ ناخلف جنہوں نے نماز کو ضائع کیا۔ اور  
 شہوتوں کے پیچھے لگے۔ اور محمد بن اسماعیل نے بھی انہیں کو  
 برا کہا ہے جن کو تصوف کا دعویٰ ہے۔ اور ذکر الہی اور عبادت  
 چھوڑ کر لذات نفسانی کے لیے ہو رہے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔  
 او تزعم ان هذه كرامات لہر دعوتہ..... احوال  
 شیطانیۃ الی آخر ما نقلہ المصنف کیا تو گمان کرتا ہے تحقیق  
 یہ شعبہ ان مجذوبوں گمراہوں مشرکوں کی کرامتیں ہیں جو لوگ  
 اللہ کو کبھی سجدہ نہیں کرتے۔ اور اللہ واحد کا کبھی ذکر نہیں کرتے۔  
 تو ایسا اعتقاد رکھتا ہے۔ پس گویا تو نے مشرکوں کے لئے کرامات  
 کا درجہ ثابت کیا۔ اور ایسے اعتقاد سے دین کے قواعد کو  
 برباد کر دیا۔ اور جس وقت تو نے پہچان لیا۔ باطل ہونا دونوں امروں  
 کا تو نے جان لیا۔ اس بات کو تحقیق یہ حالات شیطانی ہیں۔ اور  
 شیخ ابن تیمیہ فرقان میں لکھتے ہیں۔ فان ابن عربی وامثالہ  
 وان ادعوا..... انک شیخ والمجنید ابن محمد وسہل  
 بن عبد اللہ التستری وامثالہ تحقیق ابن عربی اور اس کی امثال  
 اگرچہ دعویٰ کریں۔ کہ وہ لوگ صوفی ہیں۔ پس وہ ہیں ملحد فلسفی  
 صوفی نہیں ہیں۔ اہل کلام صوفیوں میں چہ جائزے کہ وہ ہر وہ

ان مشائخ میں سے جو صاحب کتاب اور سنت ہیں۔ جیسے فضیل  
 بیٹے عیاض کے اور ابراہیم اوصم اور ابو سلیمان دارانی اور معروف  
 کرخی اور جنیل بن محمد اور سہیل بن عبدالشہ نستر میں اور امثال  
 ان کے اور پھر اس کے قریب فرماتے ہیں۔ فان المجتہد  
 کانت من ائمة الهدى لے شک مجتہد تھے۔ پیشوا بیان ہدایت  
 میں سے ملا صاحب نے ان عبارتوں کو (جن میں طریقہ تصوف  
 کا اقرار ہے۔ اور صوفیہ کی خوبئیں کا نام بنام ذکر ہے) حذف کر  
 دیا۔ اور خلیق خدا کے بہکانے کو ناقص عبارتیں جن میں ملحدوں  
 کا ذکر ہے نقل کر دیں۔ یہ انکار سنت کا وبال ہے۔ جو تم خبیانت  
 اور تحریف کرنے لگے۔ یاد رہے کہ پروردگار دعا بازوں کو کامیاب  
 نہیں کرتا۔ ان اللہ لا یهدی کید الخائنین ہم کہتے ہیں  
 کہ جب بیعت کا سنت ہونا صحیح سندوں سے ثابت ہے۔ پس  
 بالفرض اگر ابن تیمیہ اور ملا علی قاری صوفیوں کے منکر ہو جائیں۔  
 تو ان کے کہنے سے سنت منسوخ ہو جائے گی۔ اور آپ کیلئے  
 تو ان کا قول حجت نہ ہو۔ مگر لوگوں کے حق میں حجت ہو جائے گا۔  
**مغالطہ ۱۱۹**۔ جیسا کہ تطہیر الاعتقاد میں ہے۔ فان  
 قلت قد تیقت من هؤلاء الذین یلوکون المجلدات  
 یضیقون البیداء الخاضعة والبطال القصور فیس ان  
 ترکیبہ کہیں اتفاق ہوتا ہے۔ ان لوگوں سے جو لہجہ میں اسم اللہ

کو اور نسبت کرتے ہیں طرف ان کی صاحب فریب اور بطلان  
 کراستوں کو۔ **تھدا** ایک۔ واہ کیا ہی ترجمہ کیا ہے۔ تیفق  
 فعل اس کا فاعل نارہ۔ یعنی فون جو کہ مع معطوف علیہ آیت کے  
 علیہ ہے۔ موصول کا موصول صلہ مل کر مجرور ہو کر حبار کا تیفق سے  
 متعلق تھا۔ جدا جملہ بنا و یا خوارق (جو دراصل تیفق کا فاعل ہے)  
 یعنی فون کا مفعول ٹھہرا دیا۔ اہل الخصالۃ والبطالۃ جو یعنی فون کا  
 مفعول تھا۔ فاعل اس کا بتا دیا۔ اور یلو کون جس کے معنی ہیں  
 چبانا آپ اس کا ترجمہ کرتے ہیں بولنا۔ اور یعنی فون جس کے معنی  
 اس جگہ ہیں ملائیے۔ آپ اس کا ترجمہ نسبت کرنا بتلاتے ہیں۔  
 کہیں فعل کو یہ فاعل کر دیا۔ اور کہیں فاعل کو مفعول اور مفعول کو  
 فاعل بنا دیا۔ ترکیب اور معنی اور ترجمہ الفاظ سب کا اس کر دیا۔  
 اور سب سے عجیب یہ ہے۔ کہ عباد (جو بمعنی بندوں کہتے ہیں)  
 کا ترجمہ اخراج سے کیا۔ صحیح ترجمہ یہ ہے۔ اگر تو کہے کہی اتفاقاً وقوع  
 میں آتے ہیں۔ ان لوگوں سے جو چبا کر (بگڑ کر پڑتے ہیں) اسماء  
 الہی کو اور ملائے ہیں ساتھ اس کو اسماء ہلے دینوں اور گراہوں  
 کے امور خوارق عادت (جو کرامات سے مشابہ ہوتے ہیں) مجھے  
 اس وقت یہ مثال یاد آئی اونٹ کی کون سی کل سیدھی ملا صاحب  
 کے مسائل اجتہادی اور عبارتوں کے ترجمے اور انشاء اور  
 املا بجائے خود سب عجیب ہیں۔

مغالطہ تھا۔ اسی مقام میں لکھا ہے کہ ذکر اللہ کا (جو عروج طریقہ نقشبندی ہے) ذکر نہیں ہے۔ جو اس ذکر سے حاصل ہوتا ہے۔ سب شیطانی ہے۔

ہدایہ۔ ملا صاحب لطیف الاعتراف کے حوالہ سے بیان کرتے کہ طریقہ نقشبندی کے ذکر اور شغل اور ان کے حالات سب شیطانی ہیں۔ پندرہ سالہ دو دفعہ چھپ چکا ہے۔ غالباً اکثر لوگوں کے پاس موجود ہوگا۔ دیکھیں اور ملا صاحب کی راست گوئی کا اندازہ کریں۔ صاحب الاعتراف فرماتے ہیں۔

من بعد الذین..... مسجدہ وادید کردت  
 اللہ و وحدہ پس اگر تو ہے، کبھی اتفاقاً وقوع میں آتے ہیں ان لوگوں سے جو چہا کر پڑھتے ہیں۔ اسماء الہی کر اور نالتے ہیں ان کے ساتھیوں و بیوں اور گراہوں کے ناموں کو کام خرقت و سادرت جیسا کہ اپنے جسم میں نیزہ مارنا اور حشرات الارض اور سانپ کو اٹھا لینا اور آگ کو کھا جانا میں جو اب میں کہوں گا۔ یہ حالات شیطانی ہیں۔ اور اگر تو ان کو مردوں کی کرامات سمجھے تو (امر و نہی) تجھ پر پوشیدہ ہے۔ جب کہ یہ گراہ ان کے نام لے کر پکارتا ہے۔ ان کو خدا کا مثل اور شریک ٹھہراتا ہے۔ آنگے چل کر فرشتے ہرے۔ کیا تو گمان کرتا ہے۔ کہ یہ افعال کرامتیں ہیں۔ ان مجذوب لوگوں کے جو گراہ شرک کرنے والے ہر باطل کام سے پیروی کرنے والے۔



بدعاؤوں کے دریاؤں میں غوطہ کھانے والے ہیں۔ ایسے لوگ جو اللہ کو ایک سجدہ نہیں کرتے۔ اور اس کیلئے کا نام نہیں لیتے ناظرین غور کریں۔ جو اس عبارت اور مضمون کا لہجہ ذکر نقشبندی سے پیدا ہوا ہے۔ وہ سب شیطانی ہے۔ کہیں پتہ نہیں۔ مگر صاحب نے ایک مشہور رسالہ پر افترا کیلئے اپنے آپ کو اس مسئلہ کا مصداق بتایا ہے۔ دروغ گویم بر رویے تو۔ اور واضح ہے کہ مصنف رسالہ تطہیر الاعتقاد نے اس مقام میں ایک بڑی بھاری غلطی کھائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ بغیر طلب اور دعائے کے صرف اللہ اور حدیث سے اس کا خلاف ثابت ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے قُلْ ادْعُوا اللہَ اَوْ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اِیْمَانًا قَدْ حُوِّدْنَا لِلْاِصْحٰمِ (حسبے کہہ تو پکارو تم اللہ کو یا پکارو تم رحمن کو۔ جس کو تم پکارو) سو بہتر ہے، پس اسی کے واسطے ہیں۔ اچھے نام اور فرمایا فاذا کبر وقت اذ کنز کھریں تم مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد کروں گا ان اینوں میں ارشاد ہے کہ خدا کو یاد کرو۔ یا اللہ یا رحمن اور اللہ اللہ رحمن رحمن کہو۔ غرض اسماء حسنی سے یاد کرو اور پکارو یاد الہی کے سبب رحمت نازل ہوتی ہے۔ اور یہ مستقیلاً عبارت ہے۔ دروغا و استغفار علیحدہ چیز ہے حدیث شریف میں ہے۔ کہ خدا کے ایک کم سو نام ہیں۔ جو شخص ان کو یاد کیے گا۔ داخل ہوگا جنت

ہیں اور یہ صحیح مسلم میں ہے۔ (لا تقوہ الساعة علی احد لیقول اللہ  
 والشہ ان لوگوں پر قیامت نہ آئے گی۔ جو اللہ اللہ کہتے ہیں اگر  
 محض خیر کا نام لینا اور اس کو یاد کرنا ذکر نہ ہوتا تو اس میں پر  
 جنت کا وعدہ کیوں ملتا۔ اور قیامت جو عذاب الہی ہے ان  
 پر سے کیوں نکالی جاتی۔ و صاحب (ایطہ یو محبوس  
 علی الحق صاحب الینامندہ۔

مقالہ ۱۲۱۔ اور دوسری جگہ رسالہ میں لکھتے ہیں۔  
 کہ جو شخص یہ اعتقاد کرے۔ کہ اولیاء اللہ کے طریق ہیں۔  
 سوائے طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (جیسے کہ نقشبندیہ  
 وغیرہ کہتے ہیں) وہ کافر ہے اور اولیاء شیطان سمجھے۔

ہاں ایک سبب شک ایسے اعتقاد والا شخص گمراہ ہے۔ مگر یہ  
 کرام کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں۔ ان کے محققین کی تصانیف کو دیکھو۔  
 کہ کس قدر اجماع سنت میں تاکیاء فرماتے ہیں۔ اور مخالفین کو  
 نبویہ کو گمراہ بتلاتے ہیں۔ مرزا مظہر صاحب اور مجاہد صاحب  
 اور شاہ ولی اللہ صاحب اور مولانا محمد اسمعیل صاحب اسی  
 نہ تفرقہ کے ہیں۔ ان بزرگوں نے طریقہ سنی سنت کو کیسا رد  
 کیا ہے۔ اور اہل صاحب نے خود ان کی عبارتوں کو بطور سند  
 ذکر کیا ہے۔ بالفرض اگر ایسا کلمہ کسی حسابیل یا بلجوس نے منہ سے  
 نکالا ہو۔ تو کیا ایک شخص کے گناہ کے بدلے ہم سب کو نبرا

کہیں گے۔ اور تمام قوم پر مواخذہ کریں گے۔ یہ انصاف سے  
 بعید ہے۔ **مغالطہ ۲۲** اور جگہ فرماتے ہیں اور  
 کرامات میں استعانت لے جاتے ہیں۔ ذکر اللہ اور قراءت  
 قرآن سے اور صلوة اور دعا سے اور یہ لوگ استعانت پکڑتے  
 ہیں سماج اور تالییاں بجانے سے۔

**ہدایہ**۔ رسالہ فرقان کی عبارت جس کا مولا صاحب نے  
 حوالہ دیا ہے۔ ہم یہاں لفظ بلفظ نقل کر کے مولا صاحب کی لیاقت  
 اور دیانت کا ایک نیا نمونہ دکھاتے ہیں۔ صاحب فرقان لکھتے  
 ہیں۔ **فانما كانت لا تحصل بالصلوة والذكر وتتم لوجوه  
 القبركف والدعاء بل تحصل بها يحميه الشيطان كالاد  
 متغاثرة بالخلقوات او كانت مما يستعانت بها على  
 ظلم الخلق وفعل الفواحش فهي من احوال الشيطانية  
 لا من الكرامات الرحمانية پس جب کہ خوارق عادت  
 کسی شخص کو نماز اور ذکر اور تلاوت قرآن اور دعا سے حاصل  
 نہ ہو۔ بلکہ ایسی چیزوں سے حاصل ہو۔ جن کو شیطان پسند  
 کرتا ہے۔ جیسے کہ مخلوقات کو پکارنا۔ یا اس قسم کی چیزیں جن  
 کے ذریعہ سے خلق اللہ پر ظلم کیا جائے۔ اور بے حیائی و قوزع  
 میں آئے۔ پس یہ خرق عادت حالات شیطانی سے ہوتے کرامات  
 رحمانی سے نہیں رہیں۔ افسوس کہتے ہیں۔ کہ روایت کے لئے مولا صاحب**

پہر خرید و شرک کے ارتکاب کے واسطے تیار ہیں۔ کسی چیز سے پرہیز نہیں۔ کوہیت پانچواں رسید کہ تخریفات اور افتراء جو سنت الہیہ سے اختیار کیے گئے ہیں شاید اس ہدایت کے مطالعہ سے کوئی وہم کوئے کہ یہ ائمہ کے نزدیک سمیع اور تالیف جیسے سے استعانت حالات اور کرامات پر جائز ہے۔ لا واللہ ہرگز ہرگز یہ بات نہیں بلکہ فقط مصدق کی تخریفات اور افتراء ظاہر کرنا مراد ہے۔ درہم حاصل مجوز سماج اور راگ تو خود ہی مہذب ہے۔ جیسا کہ عسک میں محفوظ ابن قیم پر حریت راگ میں طعن کیا ہے۔

مغالب طبع اللہ ایدہ اپنی جان اور مال اس میں پر قربان کیے۔ اور مال و جان سے اس کا تقرب حاصل کیے اور اس کو حقیقی کو خدا کی صفائی خیال کرے۔ الی قولہ اور کویسوں سے اس کی تیاریت کو آوے۔ الی ان قال یہ مجربیت ہے شک مشرک جلی ہے۔ ہل اریحہ۔ جان اور مال سے نیکوں کی خدمت کرنی اور بد نیت رضا مندی الہی کے ان کی رضا جوئی کرنی اور ان کی ایثار سالی کو باعث نفع الہی سمجھنا عین ایمان ہے۔ حدیث قدسی ہے۔ من عادی لسا ولیا فقد بارکنا بہ بالمغرب جس سے میرے دوست سے دشمنی کی پس تحقیق نکلا وہ میری لڑائی کو اور آنحضرت فرماتے تھے۔ ان من الناس علی فی مالہ و نفسہ ابا بکر تحقیق لوگوں میں سے مجھ پر بہت احسان



کرنے والا اپنے مال اور حبان سے ابو بکر ہے۔ اور دارمی میں ہے۔  
 کہ ابو بکر صدیق نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا بل نقد  
 یاغ بائنا وامہاتنا و انفسنا و اموالنا ہم اپنا مال و حبان  
 آپ دوسے آپ پر قربان کرتے ہیں۔ اور ایک دفعہ کا واقعہ ہے  
 کہ حضرت سلیمان فارسی اور صہیب اور بلال رضی اللہ عنہم  
 کو ابو سفیان ملا صحابیوں نے اس کو دیکھ کر کہا۔ کیا خدا کی  
 تلواروں نے نہیں لیا۔ دشمنان خدا کی گردنوں کو ابو بکر صدیق  
 نے یہ بات سن کر کہا تم قریش کے سردار کو ایسی سخت بات  
 کہتے ہو۔ پھر ابو بکر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ  
 سب قصہ سنایا۔ آنحضرت نے شکر فرمایا۔ لعلک و غصبتکم  
 لانت کنت انغصبتکم لقد انغصبت منک بائنا و انفسنا و اموالنا  
 کو غصہ دلا ہے۔ اگر تو نے ان کو غصہ دلا ہے۔ تحقیق تو نے  
 اپنے پروردگار کو غصہ دلا ہے۔ پس ابو بکر ان کے پاس  
 آئے۔ اور کہا اے بھائیو کیا میں تم پر خفا ہوا تھا۔ انہوں نے  
 کہا نہیں۔ خدا تجھ کو مغفرت کرے۔ ان روایتوں سے صاف  
 ثابت ہے۔ کہ اولیاء اللہ کی خدمت میں سعادت ہے۔ اور  
 ان کے رنج کرنے میں دین اور دنیا کی بر باد <sup>میں</sup> مصائب  
 اب کہو صحابہ کرام کے حق میں (جو مال و حبان رسول اللہ پر  
 قربان کرتے تھے) کیا فتویٰ دوں گے اور رسول اللہ کے باب میں

(جو فقراء و صحابہ کے حق میں فرماتے تھے۔ ان کو غصہ دلانا پروردگار کو غصہ دلانا ہے) کیا حکم جاری کرو گے۔ آپ کی تحریر کی رو سے تو معاذ اللہ وہ بھی ہشک ٹھہرے۔ کاش آپ یہ رسالہ نہ بناتے اور اپنی بصیرت جو صد ہا کوسس سے اپنی اللہ کی خدمت میں اتنے ہیں۔ ان کی یہ غرض ہے۔ کہ طریقہ انابت اور خشیت اور احسان کا سیکھیں۔ اور علم باللہ حاصل کریں۔ اور طلب علم کے لئے سفر کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

مغالطہ علم باللہ ظاہر ہے کہ شہد رحمان کسی جگہ تین مکالموں کے سوا نہ کرو۔ مگر جو شہد رحمان صریح مچا ہے۔ اور شرع نے اجازت دی ہے۔ جیسا سفر حج و تجارت و طالب علم۔

ہذا ایک۔ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ کہ علم دو قسم پر ہے۔ علم باللہ۔ اور علم بالاحکام۔ علم باللہ (معرفة و خشیت الہی) انسان کو فائدہ بخشتا ہے۔ اور محض علم احکام (فرض و اجب حرام و حلال کی واقفی بغیر پچھپانے عظمت الہی کے) خدا کی محبت ہے۔ بنی آدم پر انما بخشى الله من عباده العلماء خدا کے بندوں میں سے خدا کا خوف وہی کرتے ہیں۔ جو علم و لے (معرفة و لے) ہیں۔ من هو قانت آناء اللیل سا جاد اوقا یما یحذیر الاخرة ویرجو رحمتہ من بعد قل هل یتوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ پہلا جو بندگی میں لگا ہے۔ اوقات شب میں سجدے

کرتا ہے۔ اور کھڑا رہتا ہے۔ خوف کرتا ہے۔ آخرت کا اور امیدوار  
 ہے۔ اپنے رب کی رحمت کا تو کہہ بجلا برابر ہو جائیں گے۔ سمجھ والے  
 اور بے سمجھ پروردگار نے ان لوگوں کو عالم اور سمجھ والے کہا ہے۔  
 جو مثبت خیر عائد منتفی ہیں۔ اور جن میں یہ حقیقتیں نہیں۔ وہ اس زمرہ میں  
 شمار نہیں ہوتے ان کے حق میں فرمایا وہ گمھے ہیں۔ کتابوں  
 سے لے ہوئے کمثل الحمار یحمل اسفاراً چارہ پلٹے برو  
 کتابے چند۔ گدھا کتابوں کا بوجھ اٹھا کر عالم نہیں بنتا ایسے ہی  
 عالم بے عمل جس کو پرہیز گن کر خوف و خشیت نصیب نہ ہو وہ  
 عند اللہ عالم نہیں کہلا تاہم احکام شریعت سے واقف ہو کر جو سنگ  
 کی طرح نفس کی پیروی کرتے ہیں۔ ان کے حق میں وہ کتے کی  
 مانند ہیں جیسا کتا اپنی مقتضائے طبیعت کے سبب ہر وقت  
 بانپنتا ہے۔ ایسے ہی یہ لوگ اپنی بد عادت کے سبب ہر دم نافرمانی  
 کرتے ہیں۔ فمثل الکلب ان تحمل علیہ یلہث او  
 تترکہ یلہث اصل علم معرفت خوف خشیت الہی ہے۔ جو اس  
 میں کامل ہیں۔ وہ اس فن کے استاد اور معلم ہیں۔ جیسا علم احکام  
 حدیث و فقہ پڑھنے کے لئے سفر کرنا ضروری ہے۔ ویسے تحصیل  
 معرفت اور خشیت کے واسطے سفر کرنا لازم ہے۔ ابوالدرداء عرض  
 اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم آنحضرت کے ہمراہ تھے۔ آپ نے آسمان  
 کی طرف نظر کی اور فرمایا ایسا وقت آنے والا ہے۔ جو لوگوں میں

سے علم اٹھایا جائے گا۔ یہاں تک کہ کچھ بھی ان کے قبضہ میں نہ رہے گا۔ زیاد بن لبید انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ رسول اللہ کس طرح علم عباتا رہے گا، ہم نے قرآن پڑھا ہے اور آئندہ اپنے بال بچوں کو پڑھائیں گے۔ یہ سلسلہ جاری رہے گا، آپ نے فرمایا تجھ کو روئے تیری ماں، اسے زیاد ہم تجھے مایہ سہہ والوں میں سے دانشمند جانتے تھے، (پھر تو ہماری بات نہ سمجھا، یہ ہیں اور ابنت و انجیل یہود اور انصاری کے پاس۔ پس ان کو ان کتابوں سے کیا نفع ہے حدیث کا راوی کہتا ہے، پھر مجھے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی ملاقات کا اتفاق ہوا، ان سے میں نے ذکر کیا، ابوالدرداء ایسا فرماتے ہیں، عبادہ نے کہا ابوالدرداء سچ کہتے ہیں۔ اگر تو سچا ہے تو میں تجھے بتلا دوں، وہ علم جو لوگوں میں سے پہلے پہل اٹھایا جائے گا۔ وہ خشوع (خوف الہی) ہے۔ اور قریب ہے۔ وہ حالت کہ تو جامع مسجد میں جاوے اور کسی شخص کو حالت خشوع میں نہ دیکھے۔ اس حدیث سے صاف ثابت ہے۔ کہ الفاظ اور معنی کی واقفیت علم نہیں خوف خدا و معرفت الہی کو علم مقبول کہا جاتا ہے، فلا صاحب اس واسطے فرماتے ہیں۔ کہ بزرگوں کے پاس جانے سے جو کچھ ہم سے زیادہ پڑھے ہوئے نہیں، کیا فائدہ بلکہ یہ کفر اور شرک ہے۔ میں کہتا ہوں اگر آپ ظاہر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ



سے بھی خبردار ہونے۔ تو اس علم کے منکر ہو کر آیات اور احادیث  
کا مقابلہ نہ کرتے۔

**مغالطہ ۱۲۱۔** اور موطا میں جو حدیث ہے ابو ہریرہ سعید  
خدیجی کو ملا۔ **حدیث ۱۔** ملا صاحب کے جو اس خمسہ میں  
خلل آگیا ہے۔ ایک چھوٹا سا فقرہ اور اس میں بھی غلطی کھائی۔  
آپ فرماتے ہیں۔ ابو ہریرہ ابو سعید کو ملا۔ اور حوالہ موطا پر کرتے  
ہیں۔ حالانکہ موطا میں یوں ہے۔ کہ ابو ہریرہ بصرة بن ابی بصرہ کو  
ملا۔ ابو سعید کا نام و نشان اس جگہ میں نہیں۔ مصنف کا عجیب حال  
ہے۔ نقل اور حوالہ اور نسبت اور املا چاروں غلط  
اور اس لیاقت پر اجتہاد کا دعویٰ۔

**مغالطہ ۱۲۲۔** طرف الاحیاء و ذہب بعض اعلیٰ  
العلم الی الاستدلال یہ علی المنع من الرحلة الزیارة  
المشاهدة و قبور العلماء و الصالحین میرے مطلب کو اتنی  
عبارت ہی کفایت کرتی ہے۔ کہ بعض علماء میرے موافق ہیں۔  
اور اس حدیث سے استدلال پکڑتے ہیں۔ اوپر سفر کرنے زیارت  
قبور اور زیارت صلحا کے کہ مشاہد کے لفظ میں جو جمع ہے مشہدہ  
گی۔ اور قساموس میں مشہدہ کے معنی محضر الناس لکھا ہے۔  
اس میں داخل ہے۔

**حدیث ۱۔** ہم نے تسلیم کیا جو صاحب قاسموس نے لفظ

مشہدہ کے معنی محض الناس لکھے ہیں۔ اور محض طرف مکان ہے  
 یعنی ایسی جگہ جہاں لوگ جمع ہوں۔ پس جس مکان کو لوگ  
 متبرک سمجھ کر نہ یارت کو آویں۔ جیسے کسی پیر کی درگاہ یا کسی  
 شیخ کا حیلہ وغیرہ وہاں سفر کرنا بے شک بعض علما منع لکھتے  
 ہیں۔ مگر کسی عالم یا شیخ کی ملاقات کے واسطے سفر کرنا کسی کے  
 نزدیک نا جائز نہیں۔ شیخ اور صوفی کوئی مکان نہیں ہے۔ جن  
 کی نہ یارت کی ممانعت لفظ مشاہیر سے آپ نکالتے ہیں۔ دیکھو  
 شہر طلوس بہ سبب قبر امام علی رضی اللہ عنہ کے مشہد کہلاتا ہے آج  
 تک کسی نہ تارہ شخص کو کسی نے مشہد نہیں کہا وہ اللہ اعلم آپ  
 تعصب سے ایسی باتیں کرتے ہیں۔ یا مقتضائے اجتہاد یہی ہے۔  
 اور علماء یہ بات ہے۔ کہ جن کے قول سے آپ سند پکڑتے  
 ہیں۔ انہوں نے بصراحت تمام قبور اور مواضع فاضلہ کی زیارت  
 کو مکروہ کہا ہے۔ چنانچہ مجمع البحار اور فتح الباری میں ہے۔  
 مختلف فی شدہا الی قبور الصالحین والی المواضع الفاضلہ  
 فحرم و ملیح قال الشيخ ابو محمد الجونی بحرم عملا و بظاہر الحدیث  
 و اشار القاضی حسین الی اختیارہ و بہ قال عباس و طائفہ  
 قبور صالحین اور مواضع فاضلہ کی طرف سفر کرنے میں اختلاف  
 ہے۔ بعض علماء اس کو حرام بتلاتے ہیں۔ اور بعض مبارح ابو محمد  
 کہتے ہیں۔ کہ لفظ بظاہر حدیث کے یہ سفر حرام معلوم ہوتا ہے۔ اور

قاضی حسین نے اسی مذہب کے پسند ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور قاضی عیاض اور ایک طائفہ علما کا اسی مذہب کا قائل ہے اس عبارت سے امام غزالی رحمۃ اللہ کے قول کا مقصود صاف ظاہر ہوا کہ مراد یہ مشاہدے سے مکانات متبرکہ ہیں۔ یعنی کسی مکان کو مشرک سمجھ کر وہاں جانا منع ہے۔ علماء اور صلحاء کی زیارت کا وہاں ذکر نہیں۔ مانعین سفر کے امام شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ هذا الحديث لا يتناول السفر الى الامكنة التي فيها الوردات والعلماء والمشائخ والاحوات وبعض المقاصد من الامور الدينية المباحة، اس حدیث میں وہ سفر داخل نہیں۔ جہاں اپنے والدین یا علماء اور مشائخ اور اپنے بھائی ہوں۔ یا جس جگہ اپنی دنیاوی غرضیں ہوں۔ جن کا حاصل کرنا مباح ہے۔ دیکھئے یہ بزرگ تو زیارت علماء اور صلحاء کے واسطے سفر کی اجازت دیتے ہیں۔ اور آپ لفظ مشاہدے کے غلط معنی بتلا کر لوگوں کو روکتے ہیں۔ اور ناحق ان آیات دین پر افترا کرتے ہیں۔ سکتنب شہاد تھم ولسلون۔

**معناط**۔ اور وہ حدیث جو مسلم میں مروی ہے۔ کہ ایک شخص دوسرے قریب میں اپنے بھائی کی ملاقات کو گیا تھا۔ فرشتہ نے اس کو کہا۔ کہ اللہ تجھ کو دوست رکھتا ہے۔ اس حدیث سے تو اول سفر ہے۔ نہیں معلوم ہوتا

جائز ہے کہ تریہ قریب قریب ہوں۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں۔  
**ھذا ایہ**۔ بالفرض بستیاں قریب قریب ہوں۔ تاہم  
 اس آمدورفت کو سفر کہیں گے۔ کیوں کہ آپ کے نزدیک  
 تو سفر کی حد مقرر نہیں۔ قریب بعید یکساں ہے۔ اور امام  
 ابن قیم کہتے ہیں کہ بہت سلف کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور  
 صحیح حدیثوں سے بھی کوئی حد ثابت نہیں ہوتی۔ پس آپ  
 کا یہ عذر بالکل فضول ہے۔

**مخالطہ** ۱۴۸۔ دوم یہ کہ بھائی اس کا حقیقی ظاہر  
 بھی ہے۔ ظاہر سے عدول کیوں کیا جاوے۔ اور صلہ رحمی کا  
 واجب ہے۔ اگرچہ شد الرحال سے بھی ہو۔

**ھذا ایہ**۔ اگر وہ شخص معینی بھائی کی ملاقات کر جاتا تو  
 (اصلہ) کہنا یعنی میں صلہ رحمی کے لئے جاتا ہوں۔ حالانکہ اس  
 نے (اجتہد فی اللہ) کہا یعنی میں اس سے حب اللہ رکھتا  
 ہوں۔ اس لئے زیارت کو جاتا ہوں۔ اور فرشتہ اس کو اس  
 عمل کی خوشخبری دینے نہ آتا۔ انسان کو اپنے رشتہ داروں  
 سے طبعی محبت ہوتی ہے۔ چنانچہ اکثر فاسق و فاجر اپنے اقربا  
 سے محبت طبعی رکھتے ہیں۔ اس جہت سے وہ ایسی جزا کے  
 مستحق نہیں ہوتے بالفرض ہم نے تسلیم کیا کہ وہ درویش حقیقی  
 بھائی تھے۔ مگر ملاقات کی علت تو صلہ رحمی بیان نہیں کی بلکہ



حَدِيثُ التُّدْسَانِيَا - اور فرشتہ نے بھی جب خود بخبری دی۔  
 تو یہ وجہ بتلائی کہ حَبِيبُ التُّدْسَانِيَا کے سبب خدا را ضعی ہے۔ اس  
 کے سوا اور کوئی وجہ بیان نہیں کی اور حَبِيبُ اللہ میں خود لیش اور  
 بیگانہ سب برابر ہیں۔ غرض بہر طور اس حدیث سے بھائی  
 مسلمان کی ملاقات کے واسطے سفر کر کے جانا ثابت ہوتا  
 ہے۔ اپنے بیگانے کا کچھ فرق نہیں۔

مفالطہ ۱۲۹۔ اور بعض لوگ جو حدیث شد المیہاں پر  
 کلام کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ قاعدہ نحو کا ہے کہ مستثنیٰ منہ  
 جنس قریبہ کا لہنی چاہیے۔ اور جنس قریبہ سیاق کلام میں  
 مسجد ہے یعنی حدیث کے معنی یہ ہوا ہے کہ کسی مسجد کی طرف شد  
 حال نہ کر والا ان تین مسجدوں کی طرف اس کا جواب یہ ہے  
 کہ قاعدہ غلط ہے۔

حدیث ۱۲۹۔ قاعدہ کو غلط بتلا کر فارغ ہو بیٹھے۔ دیکھئے اس  
 حدیث کا کیا جواب دیتے ہیں جس میں مستثنیٰ منہ لفظ مسجد  
 موجود ہے۔ امام احمد بن حنبل باسناد حسن اپنی سند میں روایت  
 کرتے ہیں۔ اذ یتبغی للمطی ان تشد من حالہ الی مسجد  
 یتبغی فیہ الصلوۃ غیر المسجد الحرام والواقعی مسجد  
 ہذا نہیں لائق سواہیوں کے زمین کسی جانب طرف کسی  
 مسجد کے اس غرض سے کہ اس میں حاکم نماز پر ہیں سوائے مسجد حرام

اور مسجد اقصیٰ اور اس میری مسجد کے۔ بالفرض اگر ہم ملا صاحب کا طریقہ اختیار کریں۔ اور مستثنیٰ منہ لفظ مکان نکالیں تاہم علماء اور مشایخ اس میں داخل نہ ہوں گے۔ اور بموجب فتاویٰ نحدیوں کے جنس بعیدہ اگر مراد لیں۔ تو بھی لفظ مکان مستثنیٰ منہ ہوگا۔ اور لفظ شبہا ہرگز نہ ہوگا۔ کیوں کہ رعایت جنس کی واجب ہے۔ مطلب بر تقدیریں علما اور مشایخ داخل نہ ہوں گے۔ کیوں کہ وہ غیر ہیں مسجد اور مکان سے۔

**مخالطہ** - کسی مکانوں میں کلام اللہ میں مستثنیٰ منہ اگر جنس قریب نکالیں۔ تو معنی صحیح نہیں ہوتے۔ جیسا کہ اولیٰ علم الغیب الاولیاء۔

**حدیث** - ملا صاحب آیت قرآنی تو اس طرح پر نہیں کچھ تو اللہ سے خوف کرو۔ رو بیعت کے واسطے کس قدر بڑے بڑے گناہوں کے مرتکب ہو گئے۔ کبھی غلط سوال علماء پر دیتے ہو۔ اس پر بھی قناعت نہیں کی اور خود حدیث بنا کر رسول اللہ کی طرف منسوب کر لیا۔ اس پر بھی آپ سے صبر نہ ہوا۔ قرآن مجید میں کمی و بیشی کرنے لگے۔ (عوض بلک من حق علمہ لا ینفع و قلب لا ینتفع و دعاء لا یسمع آیت قرآنی یہ ہے۔ قل لا یعلم من فی السموات والارض الا الغیب الاولیاء اور یہ آیت اس بحث سے لائق نہیں رکھتی۔

کیوں کہ اس میں مستثنیٰ منہ مذکور ہے۔ اور ہماری گفتگو  
مستثنیٰ مفرغ میں ہے۔

مفالاتہ <sup>۱۳۱</sup> و دوسری آیت وما یقظر دھرا و  
الاصیحة و اصدۃ یہاں جنس قریب صیغہ ہے مگر اس  
کے معنی کچھ نہیں بنتے۔ ضرورتاً شیبہ ہی ہے مقرر کرنا پڑے گا۔  
هدایہ۔ اللہ جل شانہ نے بہت سے معجزے اور

نشانیوں دکھائی ہیں اور کفار پھر بھی ایمان نہ لائے۔ تب  
پروردگار نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ما یقظر دھرا و  
اصیحة و اصدۃ یعنی یہ لوگ معجزات اور آیات دیکھ چکے  
اب اور کچھ باقی نہیں۔ سوائے ایک سخت آواز کے۔ جو

بچ میں دم نہ لے گی۔ (اس سے مراد پتے لفظ صواب) پس معلوم  
ہوگا کہ مستثنیٰ منہ آیات ہیں جو جنس قریب ہے اگر آپ بھی  
نظر انصاف سے دیکھیں تو ایسا سہل مسئلہ سمجھ سکتے ہیں۔  
مگر نصیب نے آپ کو بالکل کورن بنا دیا۔

مفالاتہ <sup>۱۳۱</sup> جو شخص یہ کہے کہ میں کہیں اس شخص کے  
پاس آیا ہوں۔ تاکہ اس کی عادت و اخلاق دیکھوں اور  
اس پر عمل کروں۔ وہ مشرک فی الرسالہ ہے۔

هدایہ۔ متعلہ لیل ای دیت قدانیت؛ وای  
غریم فی التقاضی غریمہا۔ اے اہل اسلام اللہ اور رسول

کے حکموں کو دیکھو اور اس معاملہ کو طے کر فہموری صاحب  
 کی ریاست اور علم کا اندازہ کرو اللہ جل شانہ فرماتا ہے عز وجل  
 سبیل من اناب الی توپروی کر اس شخص کی جو رجوع بہوا  
 ہے۔ طرف میری اولاد جبار مع ترفندی میں ہے۔ کہ آنحضرت نے فرمایا  
 ولھتد واجتدی عمار روش اختیار کرو۔ تم لوگوں بخاندہ کی اولاد  
 فرمایا۔ اقتد وبالذین من بعدی الی تبکرو وشمرو انشد الہ کبرو  
 تم ان دو شخصوں کی جو میرے بعد (خلیفہ) ہوں گے۔ ابوبکر اور عمر  
 اگر کسی شخص کو ہمارے اور پیغمبر جانکر اس کی اقتدا اور پیروی  
 کرنا شرف ہے۔ تو کیا مرعاز اللہ اللہ اور اس کے رسول نے  
 ہم کو مشرک ساکھایا ہے۔ تمہارا بڑا اعتراض یہ ہے کہ جس کو ہم  
 پیغمبر خدا کے سوا پیشوا پکڑیں گے۔ وہ شخص خود معصوم نہیں اور  
 جب اس کی عصمت کا یقین نہیں۔ تو یہ غالب احتمال ہے کہ وہ  
 کسی کام میں خطا کرے اور ہم اس کی پیروی کے باعث ناہی مخطا  
 اور گنہگار ٹھہریں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ پروردگار بندوں کا  
 حال خوب جانتا ہے۔ اور پیغمبر خدا تم سے زیادہ شراعت کو سمجھتے  
 ہیں۔ جب اللہ اور رسول نے سوائے انبیاء کے اور نیک بندوں  
 کی اقتدا کا حکم فرمادیا۔ تو اب عذر کرنا اور شبہ ڈالنا شان  
 اسلام سے بعید ہے۔ دیکھو تم دیکھو جو خدا کے منقریب بندے  
 ہیں۔ ان کو اس درجہ تک ترقی نصیب ہوتی ہے کہ پروردگار ان



کے کان اور آنکھیں ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہے۔ اور اس سے سنتے ہیں۔ اور اسی سے چلتے ہیں۔ بھلا جن کو یہ رتبہ نصیب ہو تو تمہیں ان سے اقتدا سے کیوں انکار ہے۔ اللہ جل شانہ ہے۔ وحسن اولیاء سر قیقا اچھے ہیں یہ لوگ رفاقت کے لئے ایک وہ لوگ کہ سو کام میں سے ان کا ایک کام غلط اور خطا ہوتا ہے۔ اور ایک وہ ہیں کہ سو میں سے ایک بات ان کی ٹھیک ہوتی ہے۔ پس کچھ شک نہیں کہ زیادہ پھسلنے والے ثابت قدموں کی پیروی کر کے اپنا آپ بچاویں۔ اور (اعتصام عروة و ثقہ) قرآن و حدیث کو نجات کا اصلی ذریعہ سمجھیں اور اگر کوئی کام خلاف شرع بنا پھر طبیعت بفری اہل اللہ سے پاویں۔ تو اس سے اعراض کریں۔ اور اس کام میں ان کی تابعداری نہ کی جاوے۔ لوطا عتہ لمخلوق فی معصیة الخالق ان کے باقی سب اخلاق و افعال میں تابعداری کرنی حکم الہی ضروری ہے۔ یہ عام قاعدہ ہے کہ اکثر کے واسطے حکم کل کا ہوتا ہے۔ اور نادید کے واسطے حکم معدوم کا اس لئے اللہ اور رسول نے کثیر الخطا گنہگاروں کو صالحین کی اقتدار کا ارشاد فرمایا۔ اور ان کی خطا کو جو برسبیل ندرت ہے۔ کا لعدم سمجھا۔ مطلق حکم انبیا فرمایا۔ مگر افسوس کہ بداندیش حاسد کو سوائے عیب کے کچھ نظر نہ آیا۔

مغالطہ ہے۔ یہ درجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

نہ مطلق کیوں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کئی جگہ پر اعتراض کئے۔  
 ہدایہ۔ مولا قصوری حضرت رسالت مآب کو ہر بات میں  
 پیشوا نہیں سمجھتا۔ کچھ اپنا بھی اختیار رکھتا ہے۔ اور ہم بوجہ اس  
 آیت کے ماکات المؤمن و اہ مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ  
 امرات یکون لہم الخیرۃ من امرہم آنحضرت کو امام مطلق  
 اور پیشوائے برحق جانتے ہیں۔ اور معاذ اللہ اس بات کو صحابہ کبار  
 کی طرف نسبت کرتا ہے کہ وہ حضرت رسالت پر کئی جگہ اعتراض کیا  
 کرتے تھے۔ پھر جو مثالیں لکھی ہیں۔ سوائے ایک مثال کے جس میں  
 کچھ نمونہ اعتراض کا ہے۔ اور کوئی مطالبہ نہیں۔ ان مثالوں میں یہ  
 ذکر ہے کہ بعض صحابہ نے بجا آدمی حکم میں دیر اور غفلت کی۔ مولا  
 صاحب کہتے ہیں کہ اعتراض کیا متادم ہوا۔ کہ خود بدولت، مختلف  
 اور اعتراض کو ایک جہان سے ملتا ہے۔ یا لفرض جس نے اعتراض کیا۔  
 اس نے بڑی بہاری خطا کی۔ کسی کا منصب نہیں کہ امتی ہو کہ  
 اپنے نبی پر اعتراض کرے۔

مرفا الطہ ۱۳۲۔ جیسا کہ روئے ہیں بیٹے کے مرتے پر یعنی ابراہیم۔  
 ہدایہ۔ کل کرامات اعتراض کی یہ ایک مثال لائے۔ آپ  
 ایمان سے کہو۔ کہ اس اعتراض میں کس کی غلطی تھی۔ معترض  
 کی یا آنحضرت کی صحابی نے غلطی کھائی۔ حضرت کو روتے دیکھ  
 کر آپ کی نسبت بے صبری کا گمان کیا۔ اور جو شبہ دل میں

آپ نے تکلف عرض کر دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ یہ ہے صبری

تہیں بلکہ مصیبت زدہ کی

مصیبت، کو دیکھ کر رونا، بوجھت ہے جس کو پیدا کرتا ہے اللہ اپنے بندوں کے ریلوں میں اور یہ شک پروردگار اپنے بندوں میں سے بہ رحم دل بندوں پر رحمت کرتا ہے۔ صحابی کی غلطی سے تمہیں پکڑنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کا فتویٰ دینا کس قدر بھاری غلطی ہے۔

مغالطہ ۱۳۵۔ اور یہ قراری کرنے پر عرض مورت میں۔  
 ہدایہ۔ یہ آپ کا قول خلاف واقع ہے۔ آنحضرت کو  
 یہ قرند دیکھ کر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ اگر سچے ہو تو  
 کسی کتاب کا حوالہ دو۔

مغالطہ ۱۳۶۔ اور زینب نے امر نکاح بہ

ہدایہ۔ یہ فقہ مفسرین نے تفاسیر میں نقل کیا ہے ہم  
 نہیں کہہ سکتے کہ صحیح ہے یا کہیسا اگر صحیح بھی سمجھیں تو یہ پایا جاتا  
 ہے۔ کہ بی بی زینب نے حکم بجالانے میں سستی کی۔ اور یہ نہیں  
 کہ آنحضرت پر اعتراض کیا۔ اور اس سستی پر پروردگار نے سخت  
 وعید فرمایا۔ اور یہ آیت نازل کی۔ وَمَا كَانَ لِمَنْ وَاكَلَتْ  
 مَرْمَنَةً اَنْ يَقْضِيَ اللّٰهُ فِي سُوْرَةِ اٰمَرَاتٍ يَكُوْنُ لَهُمْ

الخیرة من امرهم ومن یصلہ اللہ ورسولہ فقد ضل  
ضلوا ورسولہ اللہ نہیں لائے کسی ایمان دار مرو یا عورت کی جس وقت  
حکم رکا چکیں اللہ اور رسول یہ کہ سمجھیں اپنے کاموں میں اپنا  
اختیار اور جو شخص تا فرمان ہوا اللہ اور اس کے رسول پہا پس  
تحقیق گمراہ ہوا۔ ظاہر گمراہی۔ پھر مفسرین لکھتے ہیں کہ بروی زینب  
نے بعد نبیؐ کے اس بیعت کے عرض کیا۔ قد ائمتنا فامنع  
فی ما ائمتنا قریباً زینب امین آپ کی اطاعت کرنی  
ہوں۔ پس آپ جو چاہیں سو کریں۔ پس آپ نے زینب کا  
نکاح زید سے کر دیا۔ ایک کو وہ اہل ایمان تھے۔ جنہوں نے  
اپنا جان و مال اسب اللہ اور رسول کے سپرد کر دیا تھا۔ اور  
ہر وقت ہر معاملہ میں منتظر حکم رہتے تھے۔ ایک آپ بھی ہیں۔  
جو لوگوں کو غلطی سے روک کر مخالفت رسول کی رغبت دلائے  
ہیں۔ مقالہ ۱۳۷۔ اور بریرہ نے بھی۔

حدیث۔ بریرہ کے معاملہ میں نہ آنحضرت نے حکم فرمایا۔  
اور نہ بریرہ نے انکار کیا۔ صحیح بخاری کی روایت میں اس کا صریح  
ذکر ہے آنحضرت نے بریرہ کو فرمایا۔ لو س اجعلینہ اگر تو اپنے  
مشورہ کی طرف رجوع کرے۔ (لو مناسب ہے) قالت یا رسول  
اللہ، قامرئی اس نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ مجھ کو اس  
بارت پر حکم کرتے ہیں۔ (اگر حکم ہو تو سر آنکھوں پر مجھ منظر ہے)



قال انما اشفع فرمایا نہیں ہم صرف سفارش کرتے ہیں قالت  
فلا حاجة لی فیہ بریرہ نے عرض کیا۔ تو مجھے اس مشورہ  
کی ضرورت نہیں۔ مخالفہ ۱۳۸۔ اور حدیبیہ میں  
قریبانی پر صلح کرنے پر۔

عدا اب۔ اس معاملہ میں کسی نے اعتراض اور مخالفت  
نہیں کی۔ بلکہ معاملہ مشوری طلب تھا۔ جیسا کسی کی رائے  
میں آیا۔ ویسا عرض کیا۔ اور مشورہ میں اہل مجلس پر لازم ہے۔  
کہ جیسا خیال دل میں آوے۔ ویسا ظاہر کریں۔ ورنہ مشورہ  
سے فائدہ کیا۔ جنگ بدر میں قیدیوں کی بابت آنحضرت نے  
مشورہ کی سب نے یہ رائے دی کہ قیدیوں کو چھوڑ دیا  
جاوے۔ عمر فاروق نے سب کے برخلاف عرض کیا کہ تمام  
قیدیوں کو شریعہ کیا جاوے۔ ایسا ہی مقام حدیبیہ میں آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند کیا۔ اور اس  
مخالفت پر برطانہ و دیار اس امید سے کہ شاید میری رائے کے  
موافق وحی آوے جیسا کہ بدر کے قیدیوں میں یہاں تک کہ  
آنحضرت نے دشمنوں سے عہد و پیمانہ کر لی۔ اور ہدیہ کو قربانی  
کے جانوروں کو جو بیعت الہیہ پر بیچ کر ذبح کئے جاتے ہیں وہی ذبح  
کر ڈالا۔ تب اطمینان نے جانا۔ کہ اب حکم نافذ ہو چکا۔ مخالفت  
اور انکار کی گنجائش نہیں۔ فی الفور اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور قریبانی

کرنے لگے۔ پھر کسی طرح کی مخالفت نہ کی۔ حضرت عمر کو جب اپنی مخالفت اور اصرار کا خیال آتا۔ تو بہت ڈرتے۔ چنانچہ فرماتے۔  
 ما زلت اصدق واصور واصلى والمتحق مخافة كلامي  
 الذی نکلت به میں ہمیشہ صدقہ دیتا رہا ہوں۔ اور روزہ  
 رکھتا ہوں۔ اور نفل پڑھتا ہوں۔ اور بردہ آزاد کرتا ہوں۔  
 اس بات سے ڈر کر جو میں نے منہ سے نکالی تھی۔ تعجب ہے  
 خود عمر رضی اللہ عنہ اپنے کو گناہگار سمجھ کر کفارات دینے لگا ہے۔  
 اور ملاً صاحب اسی بات سے استدلال کر کے انحضرت پر  
 اعتراض اور ان کی نافرمانی کو عبا ئز بتلاتے ہیں۔ ناظرین  
 اس ہمارے تقریر کو غور سے سمجھ لیں۔ ایسے مدعا لطات سے  
 بچنے کے لئے انشاء اللہ بہت مفید ہے۔

صفا الطہ ۳۹۔ اور بخاری میں ہے۔ اسلم کی قوم آپس  
 میں تیراندازی کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
 کہ بنی اسمعیل تیراندازی کرو۔ اور میں فلانی طرف ہوں۔ فریقین نے  
 تیراندازی چھوڑ دی۔ آپ نے پوچھا۔ کہ تم نے تیراندازی کیوں چھوڑ  
 دی۔ کہا یا رسول اللہ کیوں کر تیراندازی کریں۔ حالانکہ آپ ان  
 کے ساتھ ہیں۔ آپ نے فرمایا تیراندازی کرو۔ میں دونوں کے ساتھ  
 ہوں۔ امر مطلق و جوب کا فائدہ دیتا ہے۔ ان صحابیوں نے  
 باوجود امر کے تیراندازی ترک کر دی۔ اور عذر پیش کیا۔ اور آنحضرت

نے ان کے ترک کی تقریر کی۔ تو معلوم ہوا کہ کل فصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریحی نہیں ہوتا۔

عہد اب۔ تم جو کہتے ہو۔ رفریقین نے تیر اندازی چھوڑ دی۔ یہ قول تمہارا سرا بہر غلط ہے۔ صحیح بخاری میں یہ عبارت موجود ہے۔ فامساک احد الفریقین پس تیر اندازی سے ترک کیا۔ دو گروہوں میں سے ایک گروہ یعنی جب آنحضرت ایک طرف شامل ہو گئے۔ تو دوسری طرف والوں نے دیکھا۔ کہ اب بظاہر صورت آنحضرت سے مقابلہ لازم آئے گا۔ اور یہ نشان اب سے بعید ہے۔ کمال اب کے سبب ترک گئے۔ آپ نے سبب دریافت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ آپ گروہ مقابل کے ساتھ ہیں۔ ہم کس طرح تیر چلاویں۔ آپ نے ان کا عذر سن کر جس کے حرف سے اخلاص ٹپکتا ہے۔ فرمایا تم تیر اندازی کرو میں دونوں کے ساتھ ہوں۔ اصل فقہ میں طرح ہے۔ جیسا ہم نے نقل کیا۔ مولوی صاحب نے اول تو واسطہ یہ چھوڑے بولا۔ (فریقین نے تیر اندازی چھوڑ دی) جن کے ساتھ حضرت شامل ہوئے تھے۔ ان کو تو کوئی عذر نہ تھا۔ ناحق ان کا نام بھی لے دیا۔ تاکہ صحابہ کا بلا عذر حکم نبی کو رد کرنا ثابت ہو جائے۔ اور یہی اس کا مقصود ہے۔ چنانچہ صاف لکھتا ہے۔ (تو معلوم ہوا کہ کل فصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریحی نہیں ہوتا) دیکھو یہ شخص

اپنی صحابہ کا دشمن کیسے دلیہ ہے۔ افترا ہو یا اللہ اور رسول  
 کی بے ادبی کسی بات سے نہیں چوکتا۔ اور اس مقام میں  
 جو آپ نے تیر اندازی کا ارشاد کیا۔ اگرچہ یہ امر وجوبی نہ تھا۔  
 ایک سرسری بات تھی۔ تاہم صحابہ کبار کبھی بجا اور ہی ہیں نہ پھر نہ  
 کہتے۔ مگر چونکہ آنحضرت خود ایک فریق میں شامل ہو گئے تھے تو  
 فریق متقابل عذر شرعی کے سبب مجبور ہو گئے۔ یہ ایسا عذر ہے کہ  
 اگر امر واجب کو ایسے عذر کے سبب چھوڑ دیا جائے۔ تو عین  
 ایمان ہے۔ حدیث احکام عذر کے باعث ترک کئے جاتے ہیں۔  
 اور شارع کی طرف سے اجازت ہے۔ مثلاً قیام فی الصلوٰۃ  
 بیماری کی حالت میں اور روزہ حالت سفر میں کیا۔ اس  
 سے یہ لازم آئے گا۔ کہ پیغمبر خدا صلعم کے (یہ احکام) یا تمام احکام  
 مشروع نہیں ہیں۔ معاذ اللہ من ذلک بات انتہی کفری۔ کہ اس  
 قصہ سے معلوم ہوتا ہے۔ شارع علیہ السلام کے تمام احکام واسطے  
 وجوب کے نہیں ہوتے۔ بعض حکم استحبنا اور استحسننا ہوتے ہیں۔  
 یا یوں کہتا کہ عذر شرعی سے ترک کرنا حکیم کا جائزہ معلوم ہوتا  
 ہے۔ مگر سچی بات سے اس کا باطل مدعا حاصل نہ ہوتا تھا اس  
 لئے ناحق کلام کو طول دینا چھلا گیا۔ اور خمیط اور تناقص کلام  
 میں پڑا۔ مگر صاحب فرماتے ہیں۔ کہ چھوڑ دینا صحابہ کا تیر اندازی  
 بہ سبب عذر کے دلیل ہے۔ اس بات کی کہ کل فصل رسول اللہ

کا تشریحی نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اگر آپ کے نزدیک  
 چھوڑ دینا امر شرعی کا یہ سبب عذر جائز نہیں تو آپ کا یہ  
 کہنا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ و کل اہل اسلام سے  
 برخلاف ہے۔ اور اگر جائز ہے۔ تو آپ کا استدلال غلط اور  
 لغو ہوا۔ کیوں کہ انہوں نے تو عذر سے چھوڑ دیا تھا۔ طرفہ یہ  
 ہے۔ کہ آپ نے لکھا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کل  
 فعل رسول اللہ کا تشریحی نہیں۔ مثلاً صاحب یہاں تو فعل  
 کا ذکر نہیں۔ اگر یوں کہتے کہ کل امر رسول اللہ کا تشریحی نہیں۔  
 تو ایک بات تھی۔ شاید مصنف امر اور فعل کے درمیان فرق  
 نہیں کر سکتے۔ مصنف حق پسند اس مثال میں غور سے تامل  
 کرے۔ کہ یہاں اعتراض صحابہ کون سا ہے۔ اور رسول اللہ کا  
 نامحور فعل کون سا۔ فہم نصیب نہیں۔ ناحق پیغمبر پر اعتراض  
 کرنے کا فتویٰ دے بیٹھا۔

مخالطہ علیہ۔ اور مرض موت میں رسول اللہ صلعم نے  
 کاغذ مانگا۔ کسی نے نہ دیا۔ اور کہنے لگے بحسبنا کتاب اللہ۔  
 ہذا ہے۔ یہاں کسی نے عدول حکمی اور اعتراض نہیں  
 کیا۔ بکہ خط اجتہادی (سمجھ کی غلطی) ہے۔ سرور کائنات  
 بیمار تھے۔ اور مرض کا غلبہ تھا۔ اس حالت میں آپ نے  
 ارشاد فرمایا۔ ائتونی اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدًا۔



تم میرے پاس لاؤ (کاغذ و قلم) تاکہ میں لکھ دوں تمہیں ایسی  
 نوٹس جس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ بعض صحابہ کو خیال آیا  
 کہ دین پورا ہو چکا ہے۔ اور اللہ کریم نے اتمام نعمت کر دیا۔ فقہ  
 لو اما شانہ اھجر استفہمۃ فذہبوا یدردون علیہ فقال  
 دعوتی ہفت روایۃ قضا عنی پس لوگ آپس میں  
 کہنے لگے۔ اس وقت بیت کی کیا حالت ہے۔ کہیں عبائیم  
 بہرشی میں بھکتے تو نہیں۔ اچھی طرح آپ سے پوچھو اور سمجھو پس  
 لوگ بات کو الٹا الٹا کرنے لگے۔ دریافت کرنے سے آپ نے  
 فرمایا۔ چھوڑ دیجئے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ میرے پاس  
 سے آٹھ جاؤ۔ اور ان کے اس خیال کا منشاء یہ آیت تھی۔  
 الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت  
 لکم الاسلام دینا۔ پروردگار فرماتا ہے۔ آج کے دن میں پورا  
 کر چکا۔ واسطے تمہارے تمہارا دین اور کامل کر چکا تم پر اپنی نعمت  
 اور طہیب اسلام کو تمہارے واسطے دین پسند کر چکا۔ یہ آیت  
 پہلے اتر چکی تھی۔ اگر نظر انصاف سے دیکھیں۔ تو صداقت معلوم  
 ہوتا ہے۔ کہ وہ لوگ حکیم خدا اور رسول پر ایسے ثابت قدم  
 تھے۔ کہ ایک نیا حکم سن کر جو باری النظر میں ان کو حکم سابق  
 کے خلاف معلوم ہوا، اپنے دل کی تسلی کے سوا ایک قدم  
 آگے نہ بڑھے۔ اور شبہ و شک کی خاطر دوبارہ پوچھنا چاہتے

تھے کہ آنحضرت نے اس حکم کو ملتوی رکھا۔ اور حاضرین کو اٹھ جانے کا ارشاد کیا۔ چنانچہ عرف اور وق کے دل میں بھی خدشہ پیدا ہوا۔ اور بولے حسبنا کتاب اللہ قرآن مجید ہمارے ہدایت کے واسطے کافی ہے۔ اور حاضرین مجلس میں سے بعض اصحاب اس خیال سے محفوظ رہے۔ اور اس موقعہ کو یاد کر کے (جو دوسروں کے تکرار کے سبب ان کے ہاتھ سے نکلے گا) بہت افسوس کرتے۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے۔ انتم التزموا بیۃ کل الوصیۃ ما حال بیۃ رسول اللہ صلعم و بیۃ ان یکتب لہم ذلک الکتاب بے شک رنج نہایت درجہ کا سوچ اس چیز کا ہے۔ جس نے آنحضرت کو تحریر سے روکا۔ صحابہ کبار سے جب اس قسم کی غلطی سرزد ہوتی تو کبھی یہ العالمین کی طرف سے ان کو سخت عتاب ہوتا۔ اور کبھی خود ہی اپنے قصور کو یاد کر کے تادم ہوتے۔ اور عبادت العزیمانہ و روزہ صدقہ و خیرات سے اپنے گناہ کا کفارہ ادا کرتے۔ تم عجیب مسلمان ہو۔ جن کا یہ اعتقاد ہے کہ پیغمبر خدا صلعم کے کل اخلاق اور افعال پسندیدہ نہیں اور رسول اللہ پر کوئی اعتراض کرے۔ تو جائز ہے۔ بیعت کی بحث میں سنت کے معنی تم نے ایسے بیان کئے تھے۔ جس سے سنت فعلی (جو کام آپ نے کیا ہے) اور سنت تقریری (جو کام کسی نے

آپ کے رویہ و کیا۔ اور آپ نے دیکھ کر سکوت فرمایا۔ انکار  
 پایا جاتا تھا۔ یہاں آکر مطلق سنت سے انکار کر دیا۔ چپ آپ  
 کے تمام اخلاق اور افعال پر ہل کا اطمینان نہیں تو انبیاء  
 کیسے اصل میں یہ سب خرافات ٹیچر لوں کے ہیں۔ مگر اس  
 تحریر سے ہمیں متسلوم ہوا۔ کہ مصنف نے بھی ان کی شاگردی  
 کی۔ اس لئے حوالہ بد نکلے۔

مخالفہ اللہ۔ رسول اللہ نے خود فرمایا۔ انتم اعلم  
 بامور دینا کم اور حدیث تاہیر میں ہے انما نالبشر اذا  
 امرنا کم بشیء من امر دینکم فخذوا اذا امرتکم بشیء من  
 امرنا انما نالبشر۔

ہمد ایچ، ان روایتوں کو تمہاری سے عدول سے کچھ نکلے نہیں۔  
 تمہارا مطلب یہ ہے۔ کہ پیغمبر خدا ﷺ علیہ وسلم بعض اوقات  
 کسی امر دینی کا حکم کرتے۔ اور اصحاب رضی اللہ عنہم اس پر  
 معترض ہوتے۔ دیکھو مقام حدیث میں قسربانی پر انکار کرنا اور  
 کاغذ قلم لانے کا حکم نہ ماننا۔ جس کو تم بطریق مشال لائے ہو۔  
 دینی امر کا انکار ہے قسربانی اور نصیحت لکھنی کوئی دنیاوی یا طبعی کام  
 نہیں پس ثابت ہوا۔ معاذ اللہ اصحاب نبی ہر ایک حکم شرعی  
 میں آپ کے تابع رہتے۔ اور یہی بات سکھانی چاہتے ہو حدیث  
 انتم اعلم بامور دینا کم اور روایت اذا امرتکم بشیء

من مرآتی میں صاف ذکر و نیاوی کاموں کا ہے۔ ان روایتوں سے یہ نہیں ثابت ہوتا۔ کہ آپ کے جملہ عادات و اخلاق پسندیدہ نہیں ہیں۔ البتہ یہ پایا جاتا ہے کہ تجارت و زراعت اور گری و آہن گری اور اسکے سوا جتنے دنیاوی کام ہیں۔ ان سب کے لئے انبیا علیہم السلام سے زیادہ اپنے کاموں سے واقف ہیں انبیا ایسے کاموں میں دخل نہیں دیتے۔ اور کبھی دنیا کی طرف توجہ نہیں فرماتے۔ وہ جس کام کے واسطے مبعوث ہوئے ہیں۔ رات دن اسی میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ انجینئر نہ تھے۔ جو ہمیں سمارٹ کا ڈھنگ بتلاتے۔ ڈاکٹر نہ تھے جو ہمیں جراحی سکھلاتے۔ ہرفن میں جو زیادہ مشاق ہیں۔ وہی استاد ہے۔ اگر کوئی اس سے یہ نتیجہ نکالے۔ کہ بس دینی معاملات میں بھی لوگ اور انبیا برابر ہیں۔ تو کفر اور اسلام میں کیا فرق رہے گا۔

**مغالطہ** ۱۲۲۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہے۔ گو اور کون شخص ہے جس کے اقوال و افعال و اطوار سب محمود ہوں۔ ہاں یہ جب تمہارا یہ اعتقاد ہے کہ پیغمبر خدا صلعم کے بعض اقوال و افعال کو اچھا جانتے ہو۔ اور بعض کو ناپسند رکھتے ہو۔ تو پھر رسول کو رسول کہنے کی کیا حاجت ہے۔ جس کا تمام عمر میں خیال چین نیک نہ ہو۔ اس کی نبوت کیا ہے۔ مصنف صاحب آپ ایمان سے کہو۔ کہ یہ بحث آپ

کی ضد کی رو سے ہے۔ یا سمجھ ہی اٹھی ہے۔  
 فانكذت لا قدری فتلك مصيبة؛ وانكذت قدری فاما مصيبة اعظم  
 مغالطہ ہے۔ اور کئی برس اور کئی مہینے گھر بار چھوڑ کر  
 اس کے جوار میں نہیں۔

ہدایہ۔ صحابہ کبار میں سے ایسے لوگ بھی تھے جنہوں  
 نے تمام عمر گھر بار نہیں بنایا۔ رسول رب العالمین کی مسجد میں  
 اوقات زندگی بسر کی گوا چھا کھاتے اچھا پہنتے۔ اور یہ معتقدان بارگاہ  
 عالی بحالت نفاذ مستی دنیا و مافیہا کو چھوڑ کر وہیں پڑے رہتے۔  
 تاکہ پیٹ بھر کر آپ کی صحبت کا فیض حاصل کریں۔ اور معرفت  
 الہی سے مستفیض ہوں۔ ایسا ہی اس آخر زمان میں اگر کوئی  
 اس سنت پر عمل کیسے۔ اور واسطے تھمیں علم بالشرکے کسی  
 عالم حنفی کی خدمت میں جبار ہے۔ تو بے شک عند اللہ  
 مستحق اجر کا ہوگا۔ البتہ جس کے ایمان میں ضد نہ ہے۔ وہ ہرگز  
 فی سبیل اللہ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ رب العالمین نے منافقوں  
 کے حالات نقل کئے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں۔ نذرتنا اموالتنا  
 و اهلنا کبھی عذر کرتے ان بیوتنا عورت و ماہی بعورتہ  
 ہمیں مال اولاد اول و عیال کا شکر رہتا ہے۔ ہمارے گھر  
 کھلے پڑے ہیں۔ کوئی خیر گیر اور محافظ نہیں۔ افسوس کہ انہوں نے  
 پیروان سنت پر اعتراض کرتا ہے۔ اور روشنی منافقین کی طرف



رغبت دلاتا ہے۔ مخالفہ **للماء**۔ اور یہ عند ان کا کہ ہم  
 مسائل پر چھینے جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ آپ بھی علم ولے ہیں اور  
 قرب و جوار میں بھی عالم ہیں۔ پھر ان کا یہ کہنا بہمانہ ہے۔  
**هذا آیه**۔ یہ عند ان کا اہل بصیرت کے نزدیک درست  
 ہے جس علم کے وہ طالب ہیں۔ اس علم سے تم اور ہم جیسے  
 عالم بالکل بے خبر ہیں۔ وہ علم ہمارا ہی تمہارا ہی صحبت سے ہاتھ  
 نہیں لگتا۔ وہ اہل اللہ کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے۔ اس  
 آخر زمانہ میں علم باللہ یعنی احسان اور اخلاص خلق اللہ میں سے  
 ایسا اٹھایا گیا ہے۔ کہ اگر شاذ و نادر کوئی اس عالی رتبہ کو  
 پہنچتا ہے۔ لوگ اس کو دیوانہ و مجنوں سمجھتے ہیں۔ خاص کر جن کو  
 نیچے سے لگاؤ ہے۔ وہ تو منہ پھاڑ پھاڑ کر اہل اللہ پر اعتراض  
 کرتے ہیں۔ اب ہم ناظرین کو اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔  
 کہ وہاں قصوری نے دیباچہ میں وعدہ کیا تھا کہ میں ہر بات میں قرآن  
 اور حدیث صحیح یا حسن سے تمسک کروں گا۔ جو اب بات عشرہ اس کے  
 ختم ہو چکے۔ اور بجائے قرآن و حدیث کے جو کچھ اس نے لکھا  
 ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ پروردگار اس کو ہدایت کرے۔ اور ہمیں صراط  
 مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔

# بحث الہام کی

مغالطہ ہے۔ الہام کے معنی لغت میں یہ ہیں۔ الہام چیز سے درویل انداختن و آنچہ خدا در دل اندازد۔ صراح۔ و یقال الہم اللہ خیر القنہ ایہ قاموس۔ لغایت میں بعد تفحص کے معلوم ہوا۔ کہ الہام دل کے خیال کو کہتے ہیں۔

ہدایہ۔ آپ نے صراح اور قاموس کی عبارتیں تو نقل کر دیں۔ مگر افسوس کہ مطلب نہ سمجھے۔ صراح میں لفظ (چیز سے) اور (آنچہ) موجود ہے۔ پس عبارت کے کیا معنی ہوئے۔ الہام کیا ہے۔ کوئی چیز دل میں ڈالنی۔ اور جو کچھ خداوند کریم کریم کے دل میں ڈالے۔ خواہ وہ خیال ہو یا کلام یا تشدد مینشا واللہ اعلم آپ نے خیال کی خصوصیت کہ ال سے نکالی ہے۔ قاموس کی عبارت کو دیکھو۔ (یقال الہم اللہ خیر) کہا جاتا ہے۔ الہام کیا اللہ سے اس شخص کو بہتری کا (لقنہ ایہ) سمجھا دیا یا سکھایا دیا یا کہہ سنایا۔ اس شخص کو وہ کام۔ صاحب قاموس نے الہام کے معنی کئے ہیں۔ تلقین کے۔ اور غیارت اللغات پورے ہیں۔ (تلقین) لہجہ نیدن و تسلیم کرین۔) سمجھانا اور سکھانا (وما خود از اللہ تلقین) لہجہ نیدن و گرفتن معنی از کسی، اور لفظ تلقین، لیا گیا ہے۔ تلقین سے

جس کے معنی ہیں۔ سمجھ لینا۔ اور حاصل کرنا۔ بات کا کسی سے اور  
 قاموس میں ہے۔ التلقین التلقین کے معنی ہیں سمجھانا  
 اور جمع الجملہ میں ہے۔ لکن اکفہم حسن التلقین لما للذی بعدہ  
 یعنی سمجھ وار اچھی طرح پانچاٹنے والا جس بات کو سننے۔ حدیث  
 شریف میں ہے۔ لفتوا موتا کم لا الہ الا انت، کہلو اور تم  
 یا سکھلاؤ تم اپنے قریب الموت لوگوں کو لا الہ الا الہ اور ایک  
 روایت میں ہے۔ لفتوا موتا کم لیسن سکھلاؤ تم اپنے مردوں کو  
 سورہ یسین اور ابو کبیرہ کی حدیث میں ہے۔ فذہبت حسن  
 العفظ غنی حتی کنت القن فاتحة الكتاب پس حساباً  
 رہا میرا حافظہ یہاں تک کہ مجھے سورہ فاتحہ کہہ راتے اور  
 کتب لغت میں لفظ القن کے معنی لکھے ہیں سمجھانا۔ تعلیم کرنا۔  
 تلفظ کرنا۔ اور ان روایات میں جہاں لفظ لفتوا یا القن کا آیا  
 ہے۔ پڑھانے یا سکھلانے کے معنی بن سکتے ہیں۔ اگر یہاں  
 آپ کی طرح دل کے خیالی معنی کریں۔ تو کیا تو جمع ہوگا۔ مردہ کو  
 کلمہ لا الہ الا اللہ اور سورہ یسین کا خیال کر لو۔ اور سورہ فاتحہ  
 کا مجھے خیال کرایا حساباً تقاضاً صاحب آپ نے کون سی کتابوں  
 کا تفحص کیا تھا۔ صراح اور قاموس کی عبارتوں کو مفید مطلب ہے۔  
 کوئی اور کتاب بتائیے۔ میں الہام کے معنی دل کا خیال لکھے ہوں۔  
 مخالط۔ الہام کے معنی میں دعا اور ندا مانو نہیں۔

ہدایہ۔ آپ نے قاموس کی عبارت کا حوالہ دیا ہے۔ اور صاحب قاموس نے الہام کے معنی کئی ہیں۔ تلقین اور تلقین میں تکلم اور کلام بھی ہوتی ہے۔ اور تکلم اور کلام کو آوازہ فندا لازم ہے۔ پس آپ کہاں سے کہتے ہیں۔ کہ الہام کے معنی میں دعا اور ندا ماخوذ نہیں۔ الفاظ کا ترجمہ اجتہادی بات نہیں۔ کہ آپ اپنے اجتہاد سے جو چاہیں۔ رکھیں۔ یہاں کتب لغت اور محاورہ عرب کی سزا درکار ہے۔ مغلطہ ہے۔ اور کسی لغت میں نظر نہیں آیا جو شخص یہ کہے۔ کہ مجھ کو الہام ہوا۔ کہ یہ بات کر اور میں نے جواب دیا۔ کہ کس طرح کروں۔

ہدایہ۔ چشم بد دور کیا عجب عبارت ہے۔ ہر چند فکر کیا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ جملہ اول اور کسی لغت میں نظر نہیں آیا۔ اگر اس کو پہلی عبارت سے ربط دیتے ہیں تو اگلی عبارت (جو شخص یہ کہے کہ مجھ کو الہام ہوا۔) نا تمام رہی جاتی ہے۔ لفظ (جو) موصول متضمن معنی شرط چاہتا ہے۔ جزا کو اور یہاں جزا کا پتہ نہیں۔ اور اگر جملہ اول کو عبارت مابعد سے ملا کر کل مغلطہ کی عبارت کو ایک بنا دیں۔ تو یہ معنی ہوتے ہیں۔ (کسی لغت والے نے کسی صاحب الہام کا یہ قصہ نہیں لکھا۔ کہ تو یہ بات کر اس نے کہا میں کس طرح کروں۔ اور تمام عبارت بالکل لغو اور پوچھا ہو جاتی ہے۔ اہل لغت معانی الفاظ بیان کیا کرتے ہیں۔ قصہ خوانی

ان کا کلام نہیں۔ الہام کی حکایتیں اور اس کے اقسام اور کیفیتیں وہی لوگ بتلا سکتے ہیں جو صاحبِ حال ہیں۔ واضح ہو الہام کے چند اقسام ہیں۔ ایک تحدیث یعنی وہ کلام جو پروردگار سے نازل ہوتی ہے۔ پس اگر انبیاء علیہم السلام پر نازل ہو۔ تو اس کو اصطلاح شرعی میں وحی کہتے ہیں۔ اور اگر اولیاء اللہ پر نازل ہو۔ اس کو تحدیث کہتے ہیں۔ اور ایسے ہی لفظ وہی مورد کے اعتبار سے جداگانہ معنی رکھتا ہے۔ اگر سوائے نبی کے اور کسی طرف وحی کی نسبت کی جاوے۔ تو اس جگہ الہام مراد ہوگا۔ چنانچہ اس آیت میں واذا وحیت الی الحواریین ان امنوا بی وبیلی جس وقت الہام کیا ہم نے حواریوں کی طرف کہ یقین لاؤ مجھ پر اور میرے رسول پر اور اس آیت میں واوحینا الی ام موسیٰ ہم نے الہام کیا موسیٰ والدہ کو۔ چونکہ یہ لوگ نبی نہ تھے اس واسطے ان آیتوں میں وحی کا ترجمہ الہام کیا جاتا ہے۔ اور ابن عباس کی قرأت میں ہے۔ وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی ولا محدث الایة اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول اور نہ کوئی نبی اور نہ صاحبِ الہام آخر آیت تک اگرچہ لفظ محدث ہماری قرأت متواتر میں نہیں مگر علماء کے نزدیک قرأت غیر متواتر خبر مشہور کا حکم رکھتی ہے۔ اور حدیث صحیح میں ہے۔ قد کان فیمن قبلكم من الادمم محدثون فان یک فی اہمنا احد فمصر



یہ شک پہلی امتوں میں صاحب الہام تھے۔ پس اگر میری امرت  
میں کوئی ہیرا گا۔ اس ہیرا حدیث میں تحدیث کی قسم کا بیان ہے۔  
تحدیث کے معنی میں بات کرنی پس ثابت ہوا کہ صاحب کو غیب  
سے کلام سنائی دیتی ہے۔ ملا صاحب جو الہام کو محض خیال بتاتے  
ہیں۔ بالکل غلط ہے۔

قسم دوم :- زبانی فرشتہ متشکل بشکل بشر سے کلام سننا جیسا  
کہ مریم علیہا السلام کے حق میں فرمایا فارسلنا الیہا روحنا نزلاً  
پس ہم نے بھیجا مریم کی طرف اپنی روح (جبرئیلؑ) کو آیتوں کے  
آخیر تک واذ قالت الملائكة یمریم ان اللہ بشارک حسین  
وقت کہا فرشتوں نے تحقیق اللہ خود شخبری دیتا ہے تجھ کو واذ قالت  
الملائكة یمریم ان اللہ اصطفاک اور جس وقت کہا فرشتوں  
نے اے مریم تحقیق اللہ نے برگزیدہ کیا تجھ کو اس قسم کے الہام  
کو اصطلاح قوم میں خطاب ملکی بھی کہتے ہیں۔

تیسری قسم :- الہام کی یہ ہے۔ کہ صاحب الہام کے دل سے خود  
بخود ایک بات بوحش مارتی ہے۔ اور اس کی زبان پر آتی ہے اکثر  
ایسی بات بھی منہ سے نکلتی ہے کہ پیشتر اس کو یاد نہ تھی۔ بلکہ  
اس کا علم نہ تھا۔ حقیقت میں وہ کلام غیبی ہوتی ہے۔ خیالات  
نفسانی نہیں ہوتے۔ قسم سوم کا الہام بااعتبار مورد کے دو قسم  
ہے۔ اور ہر ایک قسم کا جدا جدا نام ہے۔ اس قسم کا الہام اگر

نبی کو ہو۔ تو اس کو نفث فی الروح کہتے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں۔  
 ان الروح القدس نفث فی روح القدس نفث فی روح  
 پہونکا جبریل نے میرے دل میں اگر کسی اور شخص کو ہو۔ تو اس  
 کا نام نطق سکینہ ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام کہتے ہیں۔ ما کنا بعد ان  
 انسکینة تنطق علی لسان عمر و قلیہ ہم بعد نہ سمجھتے اس  
 بات کو جو سکینہ گویا ہوتا ہے۔ عمر فاروق کی زبان اور دل پر یعنی  
 عمر کی بات سن کر ہم یوں لگان کرتے ہیں۔ کہ یہ شخص اپنی طرف  
 سے نہیں کہتا۔ بلکہ الہام ربانی سے کہتا ہے۔ شارحان حدیث سید  
 ظہیری۔ صاحب لمعات لکھتے ہیں۔ سکینہ اس شے کا نام ہے۔ جو  
 صاحب الہام کی زبان پر ڈالی جاتی ہے۔ یا فرشتے کا نام ہے جو  
 الہام لے کر آتا ہے۔

قسم چہا رسم یہ ہے۔ کہ صاحب الہام کے دل میں محض خیال  
 آوے۔ جیسا کہ فلا صاحب نے بیان کیا ہے اور ان دو حدیثوں میں  
 بھی اسی کا ذکر ہے۔ ان للملائكة لمة بقلب ابن آدم وللشیطان  
 لمة قلمة الملائكة العباد بالخیر و تصدیق بالوعد و لمة الشیطان  
 ابعاد بالشر و تکذیب بالوعد تحقیق فرشتہ کا لگاؤ ہے۔ انسان  
 کے دل سے اور شیطان کا بھی لگاؤ ہے فرشتے کی لگاؤ کیا ہے۔  
 بہترائی کا وعدہ دینا۔ اور خدا کے وعدوں کو سچ دکھلانا اور شیطان  
 کی لگاؤ برائی کا وعدہ دلانا اور خدا کے وعدوں کو جھٹلانا والداخی

فوق الصراط واعظ اللہ فی قلب کل مؤمن اور رسدہ پر کھڑا ہو کر پکارنے والا اللہ کا واعظ ہے۔ جو ہر مومن کے دل میں ہے۔ حافظ ابن القیم مدنی میں فرماتے ہیں۔ والہام ینقسم الی عام وخصا و عامہ قد یقع نادرا انتہی ملخصا اور الہام منقسم ہوتا ہے۔ اور قسم عام اس کا اکثر واقع ہوتا ہے۔ اور قسم خاص کبھی شاذ و نادر وقوع میں آتا ہے۔ یہ چاروں قسم آیات اور احادیث سے ثابت ہیں۔ مثلاً صاحب نے جو کئی قسم بیان کیے تین قسموں کی نفی کر دی۔ اور برخلاف کتاب و سنت اور علما امت کے ایک جبار رسدہ نکالا۔ ہذا اللہ۔

**مغالطہ**۔ لیکن شرع میں یہ بات ثابت نہیں کہ ایک شخص چلا جاتا تھا۔ اور بات نے آواز دیا قرآن میں بھی اس کا ذکر نہیں پس معلوم ہوا کہ الہام صرف خیال دل کو کہتے ہیں۔ **ہدایہ**۔ بات صحیح۔ منادی تلیونکے ممکنے ایک ہی ہیں۔ آواز دینے والا۔ پختہ والا۔ پکارنے والا۔ اب ہم آیتوں اور حدیثوں سے ثابت کرتے ہیں۔ جو کئی شخصوں کو صحیح اور منادی نے پکارا اور آواز دی۔ صحیح بخاری میں ہے۔ لما مات الحسن بن الحسن ضربت امراتہ القبة علی قبرہ سنة ثم سقطت فسمعت صاحباً یقول الہل وجدوا ما فقدوا۔ فاجابہ آخر۔ لو بل بیسوا فانقلبوا جب کہ انتقال کیا حسن بن حسن رضی اللہ عنہما

نے ان کی بیوی نے ان کی قبر پر ایک سال خیمہ لگا رکھا پھر  
 خیمہ اٹھا لائی۔ پس اس نے سنا ایک پکارنے والا کہتا ہے  
 کیا انہیں پاگیا۔ جو انہوں نے کہو یا تھا۔ دوسرے نے جواب  
 دیا نہیں بلکہ نا امید ہو گئی پس لوٹ چلی۔ مگر علی قاری  
 نے صلح کا ترجمہ ہاتھ سے کیا ہے۔ اور حدیث معراج میں ہے۔  
 فلما اجاوزت نادی منار امفیت فریقتی وخفضت عن  
 عبادی پس جب میں گزرا۔ ایک پکارنے والی نے پکارا میں  
 نے اپنے فرض کا حکم جاری کر دیا۔ اور اپنے بندوں کے واسطے  
 تحفیف کر دی۔ اور ساریہ رضی اللہ عنہ کے قصہ میں ہے۔ فاذا  
 بصائح یصبح یا ساریہ الجبل اچانک ایک چلانے والے نے  
 چلا کر کہا اے ساریہ پہاڑ کی طرف رہ اور حدیث صحیح میں  
 ہے۔ فسمع صوتا فی السحابة اسق حدیقة فارت پس  
 بارل میں سے ایک آواز سنی فلاں شخص کی بارغ کو پانی دے جمع  
 الجبار میں ہے۔ اھنت بالانصار اک نادھم بلا عاتتوں کو پھینک  
 یصبح دونوں کے ایک معنی ہیں۔ ایسا ہی ہفتفت صاحب غرض  
 حدیث کی شریوں اور لغت کی کتابوں سے ثابت ہوا۔ کہ ہاتھ  
 ہاتھ اور صلح اور منادی کے ایک معنی ہیں۔ اور نیز صحیح روایتوں  
 سے سخن سے انکار کرنا پیردان سنت سے بعید ہے۔ ثابت کیا  
 گیا جو ہمارے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور

حسن بن حسن کی بیوی نے اور منیدان جنگ میں ساریہ رضی اللہ عنہ نے اور جنگل میں کسی مسافر نے ہانف کی آواز سنی اور سمجھی۔ پس یہ قول مصنف کا ان معنوں میں جو یہ لوگ استعمال کرتے ہیں کہ میں قرآن و حدیث میں نہیں آیا، یا ازہر بل منادی کہہ تلپتے کہ بے پکارہ بالکل سادہ اور بے علم ہے۔ جس نے مشکوٰۃ دیکھی ہوگی وہ ان روایتوں سے واقف ہوگا۔ مصنف کو قرآن و حدیث کے آثار کا دعوے ہے۔ مگر ان روایتوں کی خبر نہیں۔ اور پروردگار فرماتا ہے۔ ہر نادر بلا ان یا ابراہیم قد صدقت الرؤیا ہم نے پکارا اس کو اسے ابراہیم تو نے پیشک کر دکھایا۔ جواب اذ ناداہ ربہ بالواد القدس طویا جس وقت پکارا تو اسے اس کے رب نے پاک جنگل میں جس کا نام طوی ہے۔ ملا صاحب چند سطریں لکھ کر فرماتے ہیں۔ اور کئی نے آواز سنی، پہلے انکار سے توبہ کرتے ہیں۔ پس ناظرین! پس نتیجہ کو بھی منسوخ سمجھیں۔ جو انہوں نے فرمایا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ الہام صرف خیال دل کو کہتے ہیں، بلکہ باقرار ملا صاحب چاروں اقسام صحیح ہیں۔

مقالہ ۱۲۹۔ وادحی رباک الی الخلد اور وادحینا الی امروسی میں مفسرین الہام کے معنی کرتے ہیں۔ لیکن الہام کے معنی درست نہیں ہوتے۔ کیوں کہ الہام میں صرف القا ہی



ہو تا ہے۔ وہاں جواب و سوال نہیں ہوتا۔

**ہدایہ**۔ یہ تو آپ مانتے ہیں۔ کہ گھجی میں کلام اور سوال و جواب ہوتا ہے۔ مگر الہام میں نہیں ہوتا۔ اس پر کیا دلیل ہیں۔ کہ یہ فرق آپ نے کہاں سے نکالا۔ اور اس پر کیا دلیل اور کون سی سند ہے۔ اہل لغت، نور و حنی کے معنی الہام ہی کہتے ہیں۔ جب اہل لغت کے نزدیک دونوں ایک معنی پر آتے ہیں۔ تو مفسرین کا قول صحیح ہوا۔ قاموس میں ہے۔ **الوحی** الكتابة والامتنان والامتنان والرسالة والاولیام والکلام الخفی وحی کے معنی ہیں لکھنا۔ اور اشارہ کرنا۔ اور مکتوب اور رسالہ اور الہام اور پوشیدہ کلام اور مجمع البحار میں ہے۔ **الوحی** یقع علی الكتابة والرسالة والاولیام والکلام الخفی۔ اور مجمع البحار میں ہے۔ **الاولیام** ان یلقى اللہ فی النفس امرًا بیبشہ علی الفعل والترك وهو نوع من الوحی یختص اللہ بہ من عباده لفظ وحی لولا عبائا ہے۔ کذاب اور رسالت اور الہام اور کلام پوشیدہ پر۔ الہام یہ ہے کہ اللہ کسی کے دل میں کسی بات کا القا کرے۔ جو اس شخص کو فعل یا ترک کا باعث ہووے۔ اور الہام ایک قسم ہے وحی کی خاص کرتا ہے۔ اس کے ساتھ پروردگار جس کو چاہتا ہے۔ اپنے بندوں میں سے اور یہ بات ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ الہام بمعنی تحدیث و تلقین

اور تکلم بھی آتا ہے۔ اور اس صفت والے شخص کو ملہم اور محدث اور ملقن اور مکلم کہتے ہیں۔ بخاری میں ہے۔ قد کان فہم قبکم من الہم محدثوں پہلی امتوں میں غیب سے باتیں سننے والے لوگ تھے۔ قد کان فہم قبکم من نبی اسرائیل من رجال یلمون من غیر ان یکرلوا انبیاء فان یکف امتی منہم احد فہم تمہارے سے پہلے امت بنی اسرائیل میں ایسے لوگ تھے جن کے ساتھ کلام غیب سے کی جاتی تھی۔ باوجودیکہ وہ نبی نہ تھے۔ پس اگر میری امت میں سے کوئی ویسا ہو تو عمر ہو گا۔ اور صحیحین میں ہے۔ ویلہنی محمد بن عبد اللہ بن علی بن ابی طالب نے حضرت ابراہیم بن ادریس سے روایت کی ہے اور الہام کرے گا۔ پھر روگہ کو تعریفین جن کے ساتھ میں اس کی حمد کروں گا۔ جو اب مجھ کو یاد نہیں۔ اور ایک روایت میں ہے تعلیم کرے گا۔ مجھ کو پروردگار آخر حدیث تک۔ ان سب روایتوں اور سندوں سے ثابت ہوا۔ کہ وحی کے معنی الہام بھی آتا ہے۔ اور الہام میں آواز اور کلام بھی سنائی دیا کرتی ہے۔ اور معلوم ہوا کہ ملا صاحب جیسے وضعی مسائیل بناتے ہیں۔ ویسے ہی وضع لغت میں بھی دخل رکھتی ہے۔ خیر تیرھویں صدی کے مجتہد سے یہ بھی غنیمت ہے کہ ملا صاحب آپ نے صفحہ ۱۸۱ میں تصریح کیا ہے۔ کہ اگر کسی آدمی سے فرشتہ کلام کرے۔ تو اس کا نام وحی ہے نہ الہام یہ تو بتلا

ویجے۔ جو کوئی صحیح دعوے کرے۔ کہ حج کو وحی ہوتی ہے۔ تو  
 بموجب آیہ کریمہ کے ومن اظلم ممن افترى على الله كذبا  
 او قال ادعى الي ولعل روح الیہ نشیء وہ شخص سردار  
 ظالموں کا ہے۔ یا نہیں اگر ہے پس آپ اور آپ کا ذریعہ اللہ  
 صاحب (جو اس رسالہ اور قصیدہ علیا کے اخیر میں لکھتے ہو۔  
 سے سرورش از غیب بامن کردار شاد پوس سرورش گفت ز غیبم بگوئتم  
 این تاریخ تو پوری اس آیت کے مصداق ہو گئی۔ اولہ اگر کہو۔ کہ  
 یہ کلام شاعروں کے طریق پر ہے۔ پس حکیم آیہ کریمہ والشعر  
 يتعلم الفاوون معارف اللہ داخل زمرہ غاویں ہو جاؤ گے۔ کیا  
 اچھا کہا جس نے کہا ہے

وزیرے چنین شهر یارے چناں ؛ جہاں چوں نگیر و قرار چناں  
 افسوس آپ مہلکین صدیقین پر طعن کرتے ہو۔ اور خود بدولت ناحق  
 مدعی وحی۔ مغالطہ ہے۔ جب یہ بات ثابت ہوئی۔ کہ  
 الہام کے معنوں میں کلام اور تکلم مانو نہ نہیں۔

ہدایہ۔ ملاحظہ صاحب آپ بار بار یہی کہتے ہیں۔ کہ الہام  
 میں کلام نہیں ہوتی۔ کیا یہ مسئلہ آپ کو الہام سے معلوم ہوا ہے۔  
 یا کسی کتب میں دیکھا ہے قرآن و حدیث اور لغت عرب  
 سے تو یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ الہام میں کبھی کلام بھی ہوا کرتی ہے۔  
 ان يتعلم الفاوون معارف اللہ نفس پروردگار فرمانا

ہئے۔ بعض لوگ اپنی اٹکل اور ہولے نفس کے تابع ہیں۔ ایسا ہی آپ کا حال نظر آتا ہے۔ خدا رحم فرماوے۔

مغالطہ ۱۵۱۔ اگر کوئی شخص دعویٰ کلام تکلم کا کرے۔ اور پھر اس پر اطلاق الہام کا کرے۔ ہم اس کو صادق نہ جانیں گے۔

ہدایہ۔ چونکہ آپ مقررین کہ وحی میں کلام ہوا کرتی ہے۔ اور وحی اور الہام کا مراد ہونا لغت کی کتابوں سے ثابت ہے۔ پس آپ کو اس شخص کا صادق جاننا اپنی تحسیر کی رو سے ضرور ماننا پڑے گا۔

مغالطہ ۱۵۲۔ اللہ جل شانہ نے صریح فرمایا ہے کہ فالھما فجر ہا و تقولہا لفظ نفس عام ہے۔ فاسق کا ہو۔ یا صالح کا، کافر کا ہو یا مومن کا تقویٰ اور شجوبہ کا الہام ہر ایک کو ممکن ہے۔ ہدایہ۔ جیسا لفظ نفس عام ہے، اسی طرح لفظ الہام بھی عام ہے۔ بعضوں کو بطریق تحدیث غیبی (غیب سے ایک کلام کا سنائی دینا) ہوتا ہے۔ اور کسی کو بطریق خطاب نسکی (فرشتہ کا متشکل لسان) ہو کر کلام کرنا، اور کیوں کہ بطریق تعلیم روحی (خود بخود ایک کلام کا ہو اس کو یا وہ کھتی یا اس کو جاننا بھی نہ سکتا۔ زبان پر جاری ہونا) اور بہتوں کو بطریق الثانی القلب (ایک خیال بدل میں آنا)

اور جیسا کہ الہام تقویٰ میں الہام کا عام معنی لیا جاتا ہے۔  
 ویسا الہام فحور میں بھی عہوم ہے۔ مگر القاء خیر کو الہام رحمانی  
 کہیں گے۔ اور القاء شر کو الہام شیطانی۔ چنانچہ اس  
 حدیث میں (جس کو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں) دونوں طرح  
 کے القاء کا ذکر ہے۔ فرشتہ کا لگاؤ ہے۔ ابن آدم کے دل  
 سے اور شیطان کا فرشتہ کی لگاؤٹ خیر کی امید ولانی  
 اور خدا کے وعدوں کو سچا دکھانا اور شیطانی لگاؤٹ برائی  
 کا وعدہ دینا اور وعدہ الہی کو جھٹلانا۔ الہام خیر کے انواع  
 راقم پہلے کتاب و سنت سے ثابت کر چکا۔ اب الہام شر  
 کے انواع آیات پینہ و احادیث صحیحہ سے بیان کرتا ہے نوع  
 اول تحدیث جو اس متفق علیہ روایات میں مذکور ہے۔ تَلَاثُ  
 الْكَلِمَاتِ مِنَ الْحَقِّ بِحَفْظِهَا الْحَقُّ فَيَقْرَهُنَّ حَاتِحِ اِذْنِ دَلِيهِ  
 قَرَأَ الدَّحَابَةَ (کاہن کوئی سچی بات بھی لوگوں کو بتلاوے)۔  
 آنحضرت نے فرمایا یہ ایک سچی بات ہے۔ جن فرشتوں سے  
 سن کر، آپے یاد کر لیتا ہے۔ پس مرغی کیسی آواز کے ساتھ  
 بول کر اپنے دوست کے کان میں کہہ دیتا ہے۔ نوع دوم خطاب  
 جو ان آیتوں میں وارد ہے۔ وَإِذْ نَادَى لِهَامِ الشَّيْطَانِ اَعْمَالِهِمْ  
 وَقَالَ اِغْوَابِ لَكُمْ اَيُّوهُم مِّنَ النَّاسِ وَاِنِّي جَارٌ  
 لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَأَتْهُمُ الْفَتَانَ نَكَبَ عَلٰى عَقْبِيْهِ وَقَالَ اِنِّ



بریٹی منکر انی ایک مال و تصرف (ترجمہ: اور حسب وقت  
 سنوارنے لگا شیطان ان کی نظر میں ان کے کام اور ہولنا کوئی  
 غالب نہ ہوگا۔ تم پر آج کے دن اور میں رہتی ہوں تمہارا پس  
 جب سامنے ہوئیں دونوں فرجیں اڑتا پھرا۔ اپنی ابروؤں پر اور  
 ہولنا میں تمہارے ساتھ نہیں۔ میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں  
 دیکھتے شیطان مجسم ہو کر لوگوں کو نظر آیا۔ اور لڑائی کے وقت  
 جب مقابلہ میں فرشتے دیکھے۔ اپنے ساتھیوں کو جواب دے  
 کر بھاگ گیا۔ اور کھٹل الشیطان ان قال ید وفسان الکفر  
 فلما کفر قال انی بریٹی منک جیسی کہات شیطان  
 کی۔ کہ جس وقت کہا اس نے آدمی کو کفر کر پس جب کفر  
 کیا۔ کہا میں الگ ہوں تجھ سے۔ شیطان ایک زاہد کا دوست  
 بنا۔ اور اس کو فسق سکھایا۔ جب وہ پکڑا گیا۔ تب کہنے لگا۔ تو  
 مجھے سجدہ کر۔ میں تجھے بچا لوں گا۔ جب اس نے سجدہ کر کے  
 ایمان گنوا لیا۔ تو کہنے لگا میں تجھ سے بیزار ہوں۔ جیسے بی بی  
 مریم سے جبرائیل نے بصورت انسانی ظاہر ہو کر کلام کی تھی۔ ویسے  
 ہی ان کافروں سے شیطان نے جسم انسانی میں آ کر فریب دیا۔  
 نوع سویم تعلیم روحانی جس کا بیان اس حدیث صحیح بخاری  
 میں ہے۔ فیسمع الکلمة فیلقیها الی من تحتہ ثم یلقیها  
 الی اخر الی من تحتہ حتی یلقیها علی لسان الساحر۔

ترجمہ: پس سنتا ہے شیطان فرشتوں سے ایک کلمہ پس  
 اپنے نیچی سمجھ کر والے کو ڈالتا ہے پھر وہ اپنے سے نیچے درجہ  
 والے کو سکھاتا ہے۔ یہاں تک کہ عبادت گاہ کی زبان پر (بذریعہ  
 تعلیم روحانی کے) ڈالتا ہے۔ اور ساحر ایک سچے فقرہ کے ساتھ  
 سو جھوٹا ملا کر لوگوں میں فخر سے ظاہر کرتا ہے۔ نبوت کے جھوٹے  
 مدعی اکثر اسی قسم کے الہامات دکھلا کر لوگوں کو فریب دیا  
 کرتے تھے۔ صاحب مجمع البحار لکھتے ہیں۔ قالہ وایاتہ اشعارہ  
 الموضع فی اذن الکلمات قارۃ بلا صوت و انحرک بہ روایتوں  
 سے معلوم ہوتا ہے۔ جو کایں کے کان میں کبھی آواز سے بات  
 پہنچتی۔ کبھی بدوں آواز کے۔ نوع چہارم و سوسہ اور خطرہ جس کو  
 مصنف خیال ولی لکھتے ہیں۔ الشیطان یعد کم الفقر و یامر  
 کم بالفحشاء شیطان تمہیں ڈراتا ہے۔ محتاجی سے اور حکم کرتا  
 ہے۔ بے حیائی کا۔ ان للملک لمة بقلب ابن آدم وللشیطان  
 لمة قلمۃ الملک الیاد بالخیر و تصدیقہ بالوحد و لمة  
 الشیطان الیاد بالشر و تلذیبہ بالوحد۔ اس آیت  
 اور حدیث میں نوع چہارم کا بیان ہے۔ اور جیسا الہام کے  
 معنی آریہ کریمہ فالہمہا فحورہا و تقویٰ صا میں عام ہے۔ اسی  
 طرح وحی اس آیت میں وان الشیاطین لیوحون الی  
 اولیاءہم و تحقیق شیطان وحی کرتا ہے طرف اپنے دوستوں کے

عموم پر فحصول ہے۔ یعنی مختلف طور پر لفظ کرتا ہے۔ الہام خیر اور الہام شر میں یہ فرق ہے۔ کہ خیر اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔ اور شر شیطان کی طرف سے۔ جس کو خیر کا الہام ہوتا ہے۔ اس کو محدث و ملہم و ملقن رحمانی کہتے ہیں۔ اور جس کو برائی کا الہام ہوتا ہے۔ اس کو محدث و ملہم و ملقن شیطانی بتلاتے ہیں۔ آیت کریمہ فالہم فاجور ہا و تقولہا میں الہام کے ایک ہی معنی لینا اور باقی کو نہ ماننا یا سراسر تعصب ہے۔ یا محض بے علمی و بے خبری۔ ہم ناظرین کو ایک اور بات بتلاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

لفظ الہام کا ترجمہ الہام اصطلاحی کیا ہے۔ اور ہم نے وہی معنی فرض کر کے اسی روش پر یہ جواب دیا ہے۔ اور اصل آیت فالہم فاجور ہا و تقولہا میں الہام کے معنی ہیں تعسیم اور تفہیم کے پس آیت کے معنی اس طرح کرنے چاہئے (پس) سکاھلایا اور سمجھایا نفس کو فاجور اور تقولے اس کا، یعنی پورے الفاظ نے کہتے ہیں اناہ کر اور رسول بھیج کر گمراہی اور ہدایت کا رستہ واضح کر دیا۔ اب مصنف کا استدلال بالکل بے جا اور باطل ہوگا۔

ہر مخالف ۱۵۳۔ پس یہ لوگ جو دعویٰ الہام کا کرتے ہیں۔ اور ان کے معتقد لوگ قرآن و حدیث سے زیادہ خیال کرتے ہیں۔ اور اس کے منکروں پر اس شدت کا کہتے ہیں۔ بلکہ ان کو کافر جانتے ہیں۔ یہ باتیں دین کی نہیں ہیں۔

ہدایہ۔ جو لوگ اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ کسی چیز کو شرک آن و حدیث پر مقدم نہیں کرتے۔ بلکہ الہامات کو شواہد اور مبشرات اور ترویج اور اطہان کا سبب سمجھتے ہیں۔ اور جو شخص تاویل کے ساتھ الہام کا انکار کرے۔ اس کو کافر نہیں کہتے۔ بلکہ مبتدع کہتے ہیں۔ چنانچہ سلف صالحین کا یہی طریقہ تھا۔

**مغالطہ**۔ یہاں علماء عقائد نے لکھ دیا ہے۔ والا الہام لیس کحیۃ۔ ہدایہ میں معلوم ہوا اٹلا صاحب بہت حیران ہیں۔ ہر طرف مائل مارتے ہیں۔ کوئی دلیل نہیں ملتی جس سے الہام کی بے اعتباری ثابت کریں۔ آخر انہیں لوگوں کا قول سند لائے ہیں۔ جن کے آپ ہمیشہ سے منکر ہیں۔ اور اسی رسالہ کے اول و آخر میں جن پر اعتراض کئے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کا حافظہ لودہ فہم بالکل حیاتا رہا ہے۔ ورنہ آپ یہ قول اہل کلام کا (والہام لیس کحیۃ) کبھی سند نہ لاتے۔ آپ وجود الہام کے منکر ہیں۔ اور اس قول کے یہ معنی ہیں۔ کہ الہام کا وجود تو ہے۔ مگر کتاب و سنت کی طرح حجت نہیں۔ اگر اہل کلام آپ کی طرح الہام کے منکر ہوئے۔ تو یوں کہتے۔ الہام کا وجود ہی نہیں۔ یا کہتے الہام دل کا خیال ہے۔ جو مومن کا ذریعہ فاسق چھوٹے بڑے سب کے دل میں آتا ہے۔ اور اس کی حجت ہوئی نہ ہوئی پر بحث نہ کرنے۔ بلکہ علماء عقائد لکھتے

ہیں۔ الہام کیا ہے۔ القاء ہونا علم کا دل میں جو ایک قسم ہے  
 وحی کی آپ نے اتنی بات کو مان لیا۔ کہ (حجیت نہیں) مگر حجیت  
 نہ ہونے والی چیز کے وجود کو نہیں مانا۔ ایک جملہ میں خیر کا اقرار  
 ہے۔ اور مبتدا سے انکار۔ یہ بعینہ محدود کی کسی بات ہے۔ جو  
 کہتے ہیں کلام اللہ میں نمانہ کی ممانعت آئی ہے۔ خدا فرماتا ہے۔  
 لا تقربوا الصلوٰۃ۔

مخالفت ۱۵۵۔ اور علماء عقائد نے لکھا ہے۔ کہ اس باب  
 علم کے تین ہیں۔ الی قولہ الہام کو کسی نے اس باب علم  
 سے نہیں بنایا۔

صدایا۔ علم کلام فاسفہ کے مقابلہ میں اسی کی ڈھنگ  
 پر بنایا گیا تھا۔ اہل کلام کو منقول کی طرف توجہ نہ تھی۔ صرف  
 علم منقول ان کا مبلغ علم تھا۔ اس لئے سلف صالحین نے  
 مذکورہ علماء میں شمار نہیں کیا۔ اور آپ بھی ہمیشہ ان  
 کے منکر رہے ہیں۔ مگر افسوس کہ خدا اور تعصب کے سبب یہاں  
 ان کی تقلید کرتے ہیں۔ اگر علماء میں برخلاف کتاب و سنت کے  
 کسی مسئلہ کا انکار کریں گے۔ تو یہی شک ان کا قول ہو گیا  
 جائے گا۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ فاذا اوجبت الی اللہ اس  
 بیت ان امتوا بی ویریبوا قالوا امنا۔ اور جس وقت  
 الہام کیا میں نے طرف حواریوں کے یہ کہ تم ایمان لاؤ۔ ساتھ



میرے اور میرے رسول کے۔ وہ بولے ہم ایمان لائے عیسیٰ  
 علیہ السلام کے شاگردوں کو معرفت توحید الہی اور حقیقت  
 عیسیٰ علیہ السلام الہام سے حاصل ہوئی۔ اور اسی کے موافق  
 انہوں نے اپنے عقائد کو مضبوط کر کے اللہ اور اس کے رسول  
 کے برحق ہونے کا اقرار کیا۔ معرفت توحید الہی کے برابر کوئی  
 علم نہیں۔ سب علوم اس سے ادنیٰ ہیں۔ جب یہ سب  
 علموں کا سرور علم بہ سبب الہام کے حاصل ہو سکتا ہے تو  
 اور علموں کی کیا حقیقت ہے۔ اور فرمایا۔ واوحینا الی ام  
 موسیٰ امر ضعیفہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم  
 ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف الہام کیا۔ تو اس کو  
 درود پلا۔ پس جس وقت تجھے اس کی حالت پر خوف ہو۔  
 پس ڈال اس کو دریا میں۔ دیکھو الہام کے ذریعہ سے کیسی  
 مشکل حل ہوئی۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اس دورانہ  
 عقل بات پر کیسا اعتبار کیا۔ کہ زندہ بچے کو بہتے پانی میں  
 پھینک دیا۔ آخر اللہ جل شانہ اپنا وعدہ سچا کیا۔ اور ماں بیٹے کو  
 ملا دیا۔ لتعلم ان وعد اللہ حمت تاکہ وہ جائے بے شک  
 اللہ کا وعدہ حق ہے اور طاوت نے بذریعہ الہام معلوم کر  
 کے بتلایا۔ کہ میرے ساتھیوں میں سے جو نہر پر پانی پیئے گا۔  
 میری رفاقت سے رہ جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور عرفان

نے ایک لشکر روانہ کیا۔ اور ساریہ نام شخص کو اس پسر امیر  
 بنایا۔ جمعہ کے روز خطبہ پڑھتے ہوئے آپ کو بذریعہ الہام معلوم  
 ہوا کہ مسلمانوں کو شکست ہو گئی ہے۔ آپ اسی امیر لشکر کو  
 پکار کر تدبیر بتاتے لگے۔ اسے ساریہ پہاڑ کی طرف ہو جہاد پر روکا  
 نے یہی آواز ان کو پہنچا دی۔ اور وہ پہاڑ کی طرف پشت کمر  
 کے کھڑے ہوئے۔ دشمنوں کا دائرہ نہ چلا۔ آخر کفار مغلوب  
 ہو کر بھاگ گئے۔ اور ایک شخص سے حضرت عمر نے پوچھا۔  
 تیرا نام کیا ہے۔ اس نے کہا جبرہ۔ آپ نے پوچھا باپ کا نام۔  
 بولاشہاب۔ آپ نے دریافت کیا۔ کس قبیلہ سے؟ کہا خرقہ  
 سے۔ پوچھا کہا رہتا ہے۔ کہا صحرا النہار میں۔ پوچھا کون سی  
 جگہ۔ کہا ذات نطی میں۔ فرمایا جا اپنے گھر والوں کی خبر لے وہ  
 سب جا چل گئے۔ جب اس شخص نے جا کر دیکھا۔ تو یہی حال  
 تھا۔ جو کہ حضرت عمر نے کہا تھا۔ یہ حالات آپ کو الہام سے  
 معلوم ہوئے۔ اور جیسے بتلائے ویسے ہی دیکھنے میں آئے۔ عمر  
 فاروق کے ایسے ہی حالات دیکھ کر صحابہ کرام کہا کرتے۔ ان  
 الملک یقول علی لسان عمر۔ ملا صاحب کو محمد ثانی کے  
 عقائد کی خبر نہیں۔ ورنہ متکلمین کی تقلید نہ کرتے۔ علامہ  
 زمان نواب سید محمد صدیق حسرت خات بغیۃ الزاید  
 فی شرح العقائد میں لکھتے ہیں۔ کہ کثیر از سلف صالحین الہام

کو اسباب علم جانتے ہیں۔ پس یہ بات کہ (الہام علم کا ذریعہ اور سبب ہے) کتاب اللہ اور آثار صحابہ سے بخوبی ثابت ہوئی۔ اور قلاً اور متکلمین کا بے سند قول رد ہوا۔

**مغالطہ ۱۵۶۔** بلکہ سب یہی کہتے ہیں۔ الا الہام لیس من اسباب المعرفة لصحة الشیء عند اہل الحق۔ یعنی الہام اہل سنت جماعت کے نزدیک کسی شے کی صحت معلوم کرنے کا سبب

نہیں ہے۔ **ہدایہ** نسفی کی مراد اہل حق سے متکلمین ہے کیوں کہ اہل حق اپنی آئینہ فن کا پھیندہ حوالہ دیا کرتے ہیں **مغالطہ** اگر راست گوئی کرتے۔ عبارت نسفی کا ترجمہ اس طرح فرماتے۔ یعنی الہام اہل کلام کے نزدیک کسی شے کی صحت معلوم کرنے

کا اسباب نہیں ہے، تو عوام الناس فسریب میں نہ آتے۔ اور مخالفت متکلمین کی چند ان پروانہ کرتے۔ انہوں نے اہل کلام کی جگہ اہل سنت و الجماعت لکھ دیا۔ مگر ایسی ابلہ فریبی سے کیا ہوتا ہے۔

اہل حق وہ ہیں جن کے عقاید کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے موافق ہیں۔ نسفی متکلمین میں سے ایک شخص ہے مسایل صفات میں اکثر غلطی کرتا ہے۔ اور پھر انہیں مسایل کو اہل

حق کی طرف منسوب کرتا ہے۔ ان کے نزدیک اہل حق اہل کلام ہیں۔ **مغالطہ ۱۵۷۔** اور اس الہام کو اولیاء اللہ کا خاصہ سمجھنا خطا ہے۔ بلکہ ہر ایک مومن اولیاء اللہ ہے اور

الہام کسی کا خاصہ نہیں ہے۔

ہدایہ۔ مومن مفرد اولیاء جمع یہ کون سا صحابہ اور عربیت  
 ہے۔ نحو میر کے پڑھنے والے بھی جانتے ہیں۔ کہ مطابقت مبتدا اور  
 خبر میں ضروری ہے۔ مگر صاحب بے شک ہر مومن ولی ہے۔ مگر جیسے  
 عمل ویسا درجہ ایک سابق بالخیرات ہیں۔ اور ایک سیانی روش  
 والے اور ایک گناہوں کے سبب اپنی جان پر ظلم کرنے والے  
 مومنوں کے درمیان فرق ہے بعضوں کو بعضوں پر تفضیلت ہے۔  
 مگر صاحب اگر مدعی مساوات ہیں۔ تو اس کا قول برخلاف قرآن کون  
 مانے گا۔ آیت واحادیث سے ثابت ہے۔ کہ الہام متنازع فیہ  
 ہر ایک شخص کو نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ خاص لوگ ہیں۔ جو اس عالی  
 رتبہ کو پہنچتے ہیں۔ چنانچہ پروردگار نے انبیاء اور رسل کے ساتھ اہل  
 الہام کا ذکر فرمایا۔ قراءت ابن عباس میں ہے۔ وصا ارسلا من  
 قبلک من نبی ولا رسول ولا محدث اور حدیث شریف میں  
 ہے۔ لقد کان فیہم قبلمن الہم محدث اور صاحب مجمع البحار  
 لکھتا ہے ہونوع من الوحی یخص اللہ بہ من یشاء من عباده۔  
 عمر فاروق جیسے مومنوں کو الہام ہونے لگتا ہے۔ ہر شخص کا منہ نہیں۔  
 جو دعویٰ کرے۔ جب کہ اہل اللہ کے ساتھ الہام کی خصوصیت  
 نقل اور عقل سے ثابت ہے۔ مگر کابے دلیل قول گمراہ سننے گا۔  
 دراصل مگر صاحب اس کے فہم سے قاصر ہیں۔ جو بات سمجھ میں نہ آئی۔

اس کی تکذیب کے ورپے ہو گئے۔ بل کذب و اجمال محیط و العلمیہ۔  
 دعویٰ تو یہ ہے۔ کہ ہم ہر بات کی سند کتاب و سنت سے لائیں  
 گے۔ مگر خاص کر بحث الہام میں سوائے اس بات کے الہام  
 بمعنی خیال ہے، اور کوئی دلیل نہیں لائے۔ محجب ناطقہ بند ہوا  
 ہے۔ مجتہد صاحب کچھ تو ارشاد کیجئے۔ الہام کا مسئلہ بدیہی الثبوت  
 ہے۔ دیکھو الہام سے اکثر حالات گذشتہ اور آئندہ پہنچاتے  
 ہیں۔ محض خیال سے گو تمام عمر خیالی پلاؤ پکاؤں۔ مخفی حالات  
 منکشف نہیں ہوتے۔ پھر دونوں کو ایک کہنا ایسا ہے جیسے  
 کوئی نور اور ظلمت کو ایک کہے۔

**مخالطہ ۱۵۰۔** الہام بموجب اصلی معنوں کے خیالی و الہی  
 جاننا کسی آیت کا اور دل میں آجانا۔ اور بھولی ہوئی یاد کرائی  
 جانی یا کسی مقدمہ میں بحالت تردد آیت یاد دلائی جانی یہ تو  
 جائز ہے۔ منع نہیں۔

**۱۵۱۔** ظلاً صاحب یہاں الہام کے معنی کہتے ہیں (یاد  
 دلانا اور یاد کرانا) غنیمت ہے۔ آپ کی ضد کو تل گئی۔ بارہ بار  
 یہی کہتے تھے۔ الہام دل کا خیال ہے۔ اب یاد دلانا بھی الہام  
 ہو گیا۔ مگر یہ امر ظاہر نہ ہوا۔ جو کسی انسان کا یاد دلانا مراد  
 ہے۔ یا غیب کی یاد دہانی۔ خیر اگر ظلاً صاحب کسی بشر کی یاد  
 دہانی کو الہام کہیں گے۔ تو غیب کی یاد دہانی بطریق اولیٰ الہام



تصور کی جائے گی۔ امر حق بقا۔ بے اختیار زبان پر آگیا۔  
 الْحَقُّ يَعْلُو وَلَا يُعْلَىٰ۔ فایده۔ اگر ہم فرض کریں۔ الہام  
 کے ثبوت کی کوئی دلیل نہیں۔ اور کسی صحابی کو کشف حالات  
 نہیں ہوا۔ اور اس وقت ایک شخص صادق متقی خائف من  
 اللہ۔ دعویٰ کرے جو مجھے بعض اوقات کشف ہوتا ہے۔ اور  
 اس کا نام الہام رکھے۔ تو ہم بے شک اس کو سچا جانیں  
 گے۔ یہ کوئی حل و حرمت کا مسئلہ نہیں ہے جس پر دلیل شرعی  
 کا لانا ضروری ہو۔ مومن کو سچا جاننا اور اس کے قول کو تصدیق  
 کرنا اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور ہمایے رسول کریم کا طریقہ  
 ہے۔ پروردگار فرماتا ہے۔ یٰۤاٰیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا  
 رسول خدا اللہ پر ایمان رکھتا ہے۔ اور مومنوں کی بات پر  
 یقین کرتا ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے۔ کہ صحابہ کو جب یہ حالت  
 حاصل نہ تھی۔ تو اس شخص مدعی کو کس طرح حاصل ہو گئی۔ اس  
 کا جواب یہ ہے۔ کہ علماء امت کے نزدیک بہت سے قصبہ اور  
 واقعات مسلمات سے ہیں۔ جن سے پایا جاتا ہے۔ کہ ایک اونٹ  
 درجہ اولے سے ایسا امر صادر ہوا۔ جو اعلیٰ درجہ والے سے کبھی  
 وقوع میں نہیں آیا۔ چنانچہ بعض لوگ خوف خدا سے دفعتاً مر گئے  
 اور انبیاء اور صحابہ کرام میں سے کوئی نہیں مرا۔ اللہ پاک کی  
 عطا ہے۔ اختیاری کام نہیں۔ جو اس پر طعن کیا جاوے۔

کہ تجھ کو کیوں الہام ہوا۔ اور تو کیوں مر گیا۔ یا کیوں مجذوب  
ہوا۔ صحابہ میں کوئی ایسا نہیں ہوا۔

مخالطہ ۱۵۹۔ لیکن اس طور کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ

کو یہ آیت الہام کی۔ اور اس کے تکلم اور کلام خیال کرنا کہ خدا  
نے مجھ سے کلام کی۔ اور اس آیت کو مجھے فرمایا۔ ان معنیوں سے

جائز نہیں۔ ہذا ایہ۔ المرعد ولما جہل آدمی جس چیز

کو نہیں جانتا۔ اس کا دشمن اور مخالف ہو بیٹھتا آپ ملین

صادقین کے حالات سے لے خبر ہیں۔ صاحب الہام یہ نہیں کہتے

کہ جو ہمیں الہام ہوتا ہے۔ وہ یقیناً پروردگار کی کلام ہے۔ بلکہ

متردور ہوتے ہیں۔ کہ یہ کلام ربانی ہے۔ یا خطاب ملکی۔ بعض الہامات

میں یہ بھی خوف ہوتا ہے۔ مبارک ہیں شیطان و سوسہ نہ ہو بلکہ

صادقین کے امام امیر المؤمنین عمرؓ نے اپنے منشی سے کچھ لکھوانا

چاہا۔ کاتب نے لکھا۔ ہذا ما اسی اللہ عمر امیر المؤمنین فقال

رضی اللہ عنہ ائحد اکتب ہذا ما اسی عمر فان کان

صواباً فمن اللہ وان کان خطاً فمن نفسی واللہ ورسولہ بری۔

ترجمہ۔ یہ وہ چیز ہے جو اللہ نے دکھائی امیر المؤمنین عمرؓ کو پس

آپ نے فرمایا مٹا دے اس کو جو تو نے اس کو یقیناً اللہ

کی طرف منسوب کیا ہے، لکھ یہ وہ چیز ہے جو دیکھی عمرؓ نے

پس اگر درست ہے۔ پس خدا کی طرف سے ہے۔ اور اگر ہے خطا

پس میرے نفس سے ہے۔ اور اللہ اور اس کا رسول اس سے پاک ہیں۔ ہمارے امام اور پیشوا عبد اللہ بن عمر لوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب کی بابت جس میں بعض مسائل خلاف جمہور امت تھے بطریق الہام یہ دیکھا۔ من مثنیٰ مثنیٰ فی الناس اور فرمایا واللہ اعلم یہ الہام رحمانی ہے۔ یا وسوسہ شیطانی اس کتاب کے دلائل دیکھنے چاہیے۔ کیوں کہ دلیل پر اعتبار کر سکتے ہیں۔ دلیل کے مقابلہ میں الہام کا اعتبار نہیں۔ مگر صاحب جو فرماتے ہیں کہ صاحب الہام کا یہ کہنا کہ خدا نے مجھ سے کلام کی۔ اور اس آیت کو مجھے فرمایا۔ ان معنوں سے جائز نہیں ہمارے سمجھ میں نہیں آتا۔ کیوں نا جائز ہے۔ اگر آپ انہی معنی کر کہتے ہیں کہ صاحب الہام آیت یا کلام کو سبب کر لیتا جانتا ہے۔ کہ بلا واسطہ خدا نے مجھ سے کلام کی تو بے شک یہ دعویٰ باطل ہوگا۔ اور نہ کسی اہل حق نے آج تک ایسا کہا ہے۔ اور اگر آپ کی یہ مراد ہے۔ جو کوئی شخص پروردگار سے ہم کلام ہو نہیں سکتا۔ اور جو آیت یا کلام صاحب الہام ہے۔ اس کے منجانب اللہ ہونے کا احتمال و گمان ہی نہیں کر سکتے۔ تو یہ آپ کی خطا ہے پروردگار فرماتا ہے۔ مَا كَلَّمَ بَشَرًا يَكَلِّمُ اللَّهُ الْوَحْيَا وَرَأَى حِبَابِ ادْبِيسِ سِرِّوَا فَبِحَبِّ بَاقِرَةِ مَا يَشَاءُ نَهَيْتُ (منصب) واسطے کسی بشر کے (جو بے واسطہ) کلام کرے۔ اس سے اللہ

مگر بطریق وحی کے باپروہ کی اور طے سے یا بھیجتا ہے رسول (یعنی فرشتہ) کو پس وہ وحی کرتا ہے۔ اللہ کے حکم سے اس آیت میں صاف ارشاد ہے۔ کہ پروردگار اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام سے بطریق وحی اور اولیاء اور صلحاء سے بطور الہام کے اور اگر آپ خاص کر آیات قرآنی کے الہام اور القاء سے منکر ہیں اور اس کو ممتنع جانتے ہیں۔ تو کسی دلیل نقلی یا عقلی سے اس کا بطلان ثابت کیجئے۔

مخالطہ ۱۶۔ اگر کوئی شخص کسی کام میں متروک ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ مجھے یہ حکم ہوا۔ قوم اللہ، قانینت پس اگر اس خطاب کو عام خیال کرتا ہے۔ تو اس کے الہام ہونے کی کوئی خصوصیت نہ ہوئی۔ بلکہ یہ آیت اول ہی سے نازل ہے۔

ہدایہ۔ آئین بے شک پہلے ہی نازل ہو چکی ہیں۔ اور ان کے الفاظ اور مورد بھی عام ہیں۔ مگر جب صاحب الہام پر وہ غیب سے سنتے ہیں۔ یا خود بخود ان کی زبان پر آیات جاری کی جاتی ہیں۔ تو وہ اپنے مجال سے مطابق کرتے ہیں۔ اور بہ سبب فہم خدا واد کے خط وافر اٹھاتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی کام کے نیک و بد ہونے میں تردد ہوتے ہیں۔ تو مثلاً آیہ والہر چیز فاجر سن کر اس کے ترک کا عزم کرتے ہیں۔ اور جب دینی معاملات کے سبب مصیبتوں میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔ تو قوم اللہ، قانینت اور ان اللہ معنا سن کر

اُن کے دل مطمئن ہوتے ہیں۔ اور اس کو طمانیت اور بشارت منجانب اللہ سمجھتے ہیں۔ سبحان اللہ بشارت غیبی سے ایسی تسلی اور شوق الی اللہ اور رغبت خیر حاصل ہوتی ہے۔ کہ اسباب ظاہری سے اس کا عشر عشر بھی حاصل نہیں ہوتا۔ کیوں کہ علم الکتابی علم لدنی کو نہیں پہنچتا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
 اشد الناس بلاءً الہ انبیاء ثم الہ مثل فالہ مثل تمام لوگوں میں سے زیادہ مبتلائے تکلیف انبیاء ہوتے ہیں۔ پھر درجہ بدرجہ انبیاء بہ سبب تائیدات اور بشارت غیبی کے اس حالت میں جب کہ جہاں ان کی عداوت اور مخالفت پر متفق ہوتے ہیں۔  
 مطمئن اور ثابت قدم رہتے ہیں۔ اور ایسے ہی اولیاء اللہ ہیں قدر ایمان اور اسی قدر امتحان ملے ہیں۔ جو کفر بار بار و اغیار وطن اور مقام عیش و آرام سب کچھ توکل بر خدا چھوڑنے کی سبیل اللہ ہجرت کرتے ہیں۔ علم الکتابی والے کبھی اتنا حوصلہ نہیں کر سکتے۔ الا انشا اللہ۔

**مغالطہ ۱۶۔** اگر اس دلیل سے اپنے آپ کو خصلت کرنے لڑ چاہیے۔ کہ ان آیات کو جن میں مؤمنین کے واسطے جنت کی بشارت ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے اور خواص کر کے زید کہے کہ میں بہشتی ہوں۔ قطعی اور عمرو بکر بھی یہی کہیں۔  
 ہدایہ۔ زید و عمرو جو اپنے قدامی جنتی ہونے کا دعویٰ نہیں



کر سکتے۔ اس کا سبب وہ نہیں جو آپ سمجھتے ہیں۔ کیا آیت  
 کا عموم نہ بد کو یقین و دخول جنت سے منع ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ  
 آیات کا عموم یہی چاہتا ہے۔ کہ نہ بد اپنے آپ کو بالجرم  
 جنتی سمجھے۔ جب ہم جنس عام پر ایک حکم لگاویں گے۔ تو ضرور  
 ہوگا۔ کہ ہر ہر فرد کی نسبت اس کو تسلیم کریں۔ بلکہ اس کا سبب  
 یہ ہے۔ کہ گو نہ بد اس وقت مومن ہے۔ اور مومن کے لئے  
 جنت کا وعدہ ہے۔ مگر معلوم نہیں کہ آخری وقت تک مومن  
 رہے یا نہ رہے اور اعتبار خاتمہ کا ہے۔ اگر مرنے وقت جبکہ  
 دخول جنت کا موقع ہے، نہ بد ایمان پر ثابت قدم نہ رہا۔ تو گویا  
 یہ کبھی ایمان نہ لایا تھا۔ اس لئے کوئی دعوے نہیں کر سکتا  
 بالفرض اگر کسی مومن یا کافر کی نسبت ہمیں یقین ہو جائے۔  
 کہ اس کا خاتمہ بالآخر ہوگا۔ تو ہم بے تاثر کہیں گے کہ یہ جنتی ہے۔  
 ہم فلا صاحب کی حالت پر افسوس کرتے ہیں۔ جو ایسا غوجی  
 کا مسئلہ سمجھ نہیں سکتے۔ اور اجتہاد کا دعوے ہے۔ خدا  
 سب کا خاتمہ بالآخر کرے۔ ہم ان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔  
 کہ وہ بنظر انصاف غور کر کے فرمادیں۔ جو اس فضول بحث  
 سے ان کو کیا حاصل۔ شریعت میں اس کو قیل و قال کہتے  
 ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے پردہ گفتگو سے  
 منع فرمایا۔ نبی رسول اللہ صلعم عن قیل و قال۔

مغالطہ ۱۷۲۔ اور قرآن میں بعض آیات ایسی ہیں۔  
 کہ ان میں خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مخاطب  
 ہیں۔ ان کے سوائے کوئی مخاطب بن نہیں سکتا۔

ہدایہ۔ اگر الہام میں اس آیت کا القاء ہو جس میں  
 خاص آنحضرت کو خطاب ہے تو صاحب الہام اپنے حق میں  
 خیالی کیے اس کے مضمون کو اپنے حال سے مراد بن کرے اور  
 نصیحت کرے گا۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار  
 تم عبرت حاصل کرو۔ اسے آنکھوں والو۔ لفظ اعتبار لیا  
 گیا ہے۔ عبور سے عبور کے معنی گزر کرنا۔ اور اصطلاحی معنی ہیں۔  
 ایک امر میں نظر کرنی۔ تاکہ اس کے ساتھ اور امور کو پہچانیں۔  
 پروردگار کا حکم ہے۔ جو ہم دوسرے کا حال دیکھ کر یا قصد سن  
 کر نصیحت پکڑیں۔ اور عبرت حاصل کریں۔ فرمایا۔ ان فی ذلالت  
 لعلین ان یحییٰ لہم شک ربیع اس کے البتہ عبرت سے ڈرنے  
 والے کو اور فرمایا۔ ان فی ذلالت لعلین لعلین لعلین لعلین  
 اس میں پتے ہیں، وصیان کرنے والوں کے لئے۔ انبیاء علیہم السلام  
 اور ان کی امتوں کے لئے۔ اسے واسطے قرآن مجید میں نازل  
 کئے گئے ہیں۔ کہ ہم اپنے حالات کو حالات سلف کے ساتھ  
 مطابق کر کے دیکھیں۔ اور پھر اپنے پر سعادت اور شقاوت  
 کا حکم لگادیں۔ یہ نہیں کہ بطور دل لگی کے امیر حمزہ کی داستان

سمجھ کر تیری نظر سے دیکھیں۔ پس اگر کوئی شخص ایک  
 آیت کو جو پروردگار نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں  
 نازل فرمائی ہے۔ اپنے پروردگار کے اور اس کے امراء  
 نہی اور تاکید و ترغیب کو بطور اعتبار اپنے لئے سمجھے تو بیشک  
 وہ شخص صاحب بعیرت اور مستحق تحسین ہوگا۔ اگر کسی پر ان  
 آیات کا القاء ہو جس میں خاص آنحضرت کو خطاب ہے مثلاً  
 اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کیا نہیں کھولا ہم نے واسطے تیرے  
 سینہ تیرا ولسوف يعطيك ربك فترضى قریب ہے تجھے  
 دے گا رب تیرا پس تو راضی ہوگا۔ فسيفيكهم الله كفايت ہے  
 تیری طرف سے ان کو اللہ فاصبر كما صبر اولو العزم من الرسل  
 پس تو صبر کر جیسا صبر کیا۔ اولو العزم رسولوں نے۔ واصبر نفسك  
 مع الذین یدعون بالعداۃ والعشیٰ یویدون وجہہ  
 اور صبر دلا تو اپنے جی کو ان لوگوں کی رفاقت میں جو پکارتے ہیں۔  
 اپنے رب کو صبح و شام خواہش رکھتے ہیں۔ اس کی ذات کی  
 فصل لربنا و انحر پس نماز پڑھ تو اپنے رب کے لئے  
 اور قربانی کروا تطع من اغفلت قلبہ عن ذکرنا واتبع  
 ہوا۔ اور نہ کہا مان۔ جس کا دل غافل کیا ہم نے اپنی یاد سے  
 اور پیچھے لگا ہے۔ اپنی خواہش کے وجد تک ضالہ فہدیٰ  
 اور پایا تجھ کو ہیرا ہوا۔ پس راہ دکھلایا۔ تو بطریق اعتبار یہ مطلب

اذکا لاجبائے گا کہ انشراح صدر اور عطاء اور رخصا اور انعام بہدایت  
 جس لائق یہ ہے علی حسب المنزلات اس شخص کو نصیب ہوگا اور  
 اسرو نہی وعدہ میں اس کو آنحضرت کے حال کا شریک سمجھا جائیگا  
 اور ایہا بیت مذکورہ میں کوئی بات اس قسم کی نہیں جو خاصہ ہو  
 رسول مقبول کا بلکہ اور مومن بھی اس میں شریک ہیں رب العالمین  
 سے ارشاد ہو اذکرک، بد لسانک لتعجل بد ورتک القرآن  
 ترتیل و اور ٹھہر کر پڑھ قرآن کو اچھی طرح سے ٹھہرانا اس حکم  
 کے آنحضرت سے کچھ خصوصیت نہیں۔ اگرچہ خطاب خاص ہے مگر  
 حکم عام اولیٰک الذیبت ہدک اللہ فبہذا ہم اقتدہ اور اسی  
 سبب رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ تین دن سے کم عرصہ میں قرآن مجید  
 کو ختم مت کرو۔ اور حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما  
 روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ لا تشاروہ  
 نثرالذکر و لا تہدم ہذا المشعر ففوا عند مجائبہ و حرم  
 کوایہ القلوب و لا یکن ہم احد کما اخر السورۃ ترجمہ قرآن  
 کو ایسے پراگندہ نہ کرو جیسے ردی کچور میں کو پھینکتے ہیں۔ اور شعر  
 خوالی کی طرح اس میں جلدی نہ کرو۔ اور اس کے ساتھ اپنے  
 دلوں کو ہلاک (اور پڑھتے وقت) تمہارا یہی خیال نہ ہو جو کہ بیت  
 سورۃ ختم ہوتی ہے۔ اور واضح ایسے کہ انشراح صدر حضرت  
 رسول اللہ صلعم کا خاصہ نہیں۔ ہر مومن صادق کو اس کے

ہر تہ کے موافق ان شراح صدر ہو تائے۔ اس بارہ میں بہت سی  
 آیتیں اور حدیثیں ہیں۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ فمن یرد اللہ  
 ان یرہد یدہ لیشرح صدرہ لارسلہم۔ پس جس شخص کو  
 چاہتا ہے اللہ جو پدایت کرے کھول دیتا ہے سینہ اس  
 کا واسطے اسلام کے، فمن مشرح اللہ صدرہ لارسلہم  
 فلو علی نور من سرہ کیا پس جس شخص کا کھول دیا ہے اللہ  
 نے سینہ واسطے اسلام کے پس وہ اوپر نور کے ہے اپنے  
 رب سے اس مضمون کی آیات و حدیث بہت ہیں۔ اور آخرت  
 میں مومنوں کو نعمتیں عطا ہوں گی۔ اور شفاعت کا اذن دیا  
 جاوے گا۔ پس راضی ہوں گے۔ غرض تمام اہل ایمان کو  
 اللہ کے فضل سے یہ تہ نصیب ہوگا۔ اللہ جل شانہ اس  
 آیت میں نعمتوں اور رضامندی کا ذکر فرماتا ہے جزاء وہم  
 عند ربہم جنات عدن تجري من تحتها الانهار خالد  
 بین فیہا ابداء رضی اللہ عنہم ورضوا عندہ بدلہ ان کا نزدیک  
 ان کے پروردگار کے بارش ہوں بسنے کے بہتی ہیں نیچے ان کے  
 نہریں ہمیشہ رہیں گے۔ اس میں خوشی ہو اللہ ان سے اور  
 وہ راضی ہوئے اس سے اس مضمون کی اور بہت سی  
 آیتیں ہیں۔ اور شفاعت کے باب میں فرمایا۔ شفعتہم اللہ  
 شفیع البیت وشفیع المؤمنین وشفیع الابرار وشفیع



شفاعت کر چکے۔ فرشتے اور شفاعت کر چکے۔ انبیاء اور شفاعت  
 کر چکے۔ مومن اور نہیں باقی رہا۔ مگر ارحم الراحمین اور صحیحین ہیں  
 ہے۔ فوالذی نفسی پیدا ما مت احد منکم بائسدا مناشد  
 فی الحق قد تبیت لکم من المؤمنین للذی یور القیمۃ لرواؤم  
 الذین فی النار پس قسم ہے اس ذات کی جس کے تہذ  
 میں ہے میری جان نہیں تم میں سے کوئی شخص اپنے ثابت  
 شدہ حق پر ایسا سخت تقاضا کرنے والا جیسے کہ مومن قیامت  
 کے دن اپنے مومن بھائی کی خاطر جو گرفتار دوزخ ہوگا تقاضا  
 کرے گا اہل ایمان کے کچھ گروے ہوئے بچے قیامت کے روز  
 اپنے والدین کی شفاعت کریں گے۔ ابن ماجہ میں روایت ہے  
 ان السقط لیراعم سر بہ اذا دخل البرید النار سر فیقال یا ایہا  
 السقط الیراعم سر بہ ادخل البیت الجنۃ تحقیق کیا بچہ  
 البتہ جھگڑے گا رب اپنے سے جس وقت اس کے مال  
 باپ دوزخ میں داخل ہوں گے۔ پس کہا جائے گا اے  
 کچھ بچے اپنے رب کے ساتھ جھگڑنے والے داخل کر تو اپنے  
 مال باپ کو جنت میں۔ وہ احکام جن کے ساتھ پروردگار نے  
 خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرمایا ہے۔ دوسری جگہ  
 قرآن مجید میں اوروں کے واسطے موجود ہیں جیسا ان چھ  
 آیتوں میں آنحضرت کو کفایت اور صبر اور ذکر این کی

حجاب است اور غافلوں سے نفرت اور صلوة اور قربانی وغیرہ کا  
 ارشاد ہوا ہے۔ ویسا ہی مومنوں کے واسطے ان آیات میں حکم  
 ہے۔ وَكُفِيَ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالُ كَافِيَ سَيِّئَاتِهِمْ كَمَا كُفِيَ الْكُفْرَانَ  
 كَفِيرًا وَقَدْ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا نَفْعَلُ وَإِنَّا لَنَشْكُرُ  
 لِقَوْمِ الْأَشْرَاقِ تَحْقِيقًا هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَرِهُوا  
 آيَاتِنَا فَكُفِّرُوا بِنُورِنَا وَأَعْيُنِنَا قَدْ كَفَرْنَا لَكُمْ  
 فِي الْأَرْضِ مَكْرًا وَإِنَّا لَكَاظِمُونَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ  
 آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَأْسُ الشُّرُكِ  
 كَيْفَ يُؤْمِنُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَيْتِ الَّذِي  
 كُتِبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاللَّهُ يَخْتَارُ  
 قَدْ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَأُوتُوا مِنْ قَبْلِهِ  
 الْأَنْبِيَاءَ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ يَا أَيُّهَا  
 الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَذَا مَثَلًا  
 سَاءَ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَإِنَّا  
 لَنَعْلَمُ مَا نَفْسُكَ فِيهَا وَابْتَغِ الْوَعْدَ  
 الْمُبِينُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا  
 تَتَّبِعُوا هَذَا مَثَلًا سَاءَ مَثَلًا  
 لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَإِنَّا لَنَعْلَمُ مَا  
 نَفْسُكَ فِيهَا وَابْتَغِ الْوَعْدَ الْمُبِينُ

کے خود قائل ہیں۔ صلوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ (اگر قرأت میں کوتاہی ہو تو  
 اپنی بھی لحاظ کر لے۔ مگر بالشرع میرا بھی یہی حال ہے تو  
 مضائقہ نہیں۔) چونکہ اعتبار قاریوں کے حق میں آپ کے مسلمات  
 سے ہے۔ اس لئے ہم نے ملہمین کے حق میں بھی یہی تاویل  
 کر دی۔ ورنہ اگر صاحب الہام بھی سمجھے کہ خاص مجھی کو مخاطب  
 ہے۔ تو شرعاً کچھ قباحت نہیں۔ کتاب و سنت اور اقوال  
 علماء امت سے کچھ اعتراض پایا نہیں جاتا۔

مخاطب صلوٰۃ قرآن کے جو مخاطب ہیں عام ہیں حاضرین اور  
 غیر حاضرین اور مولود اور غیر مولود پر جب اس آیت کا خاص  
 ایک شخص ہی مخاطب ہو گیا۔ تو بالبدلتہ قرآن سے نکل گئے۔  
 جب آیت قرآن سے نکل گئی۔ تو بخاری و انکنتم فی ربیب مما  
 کی ٹوٹ گئی۔ اور دعویٰ اعجاز قرآن کا دعویٰ بالشرع باطل ہوا۔  
 کیوں کہ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ آیت قرآن سے نہیں۔ اور یہی  
 آیت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ فتدبروا لتفعل۔

ہدایہ۔ فلا صاحب نے جہاں ان آیتوں کے الہام  
 سے انکار کیا ہے۔ جن میں خاص رسول اللہ صلیم مخاطب  
 ہیں۔ اور بغیر دلیل نقلی کے اس کو منع فرمایا ہے۔ یہی  
 عقلی دلیل بعینہ پیش کی ہے۔ کہتے ہیں اگر قرآن ہے تو  
 مخاطب قرآن کے رسول اللہ صلیم ہی ہیں۔ نہ اور کوئی

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب نہیں۔ تو پھر قرآن ہی نہیں۔ وہی شبہ لازم آئے گا۔ قرآن کی تحدی و انکنتم فی ربیب مما یرتد عنہم لوط گئی۔ کیوں کہ آیت معلقہ سے جس کے مخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ قرآن سے اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اور کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ آیت اس آیت کی مثل بعینہ ہی ہے جس کے مخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہاں بھی بڑے فخر اور ناز سے وہی شبہ وارد کرتے ہیں۔ ایسی برجستہ تقریر پر کیوں نہ اتر آویں۔ جناب کی دیگر علم کا سر جو شہ ہے آپ فرماتے ہیں۔ مخاطب کے بدل جانے سے کلام بدل جاتی ہے۔ کیا خوب ہوتا۔ اگر یوں کہتے (چنانچہ متکلم کے بدل جانے سے بھی کلام اور ہو جیسا کرتے ہیں۔ اور جو شخص قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے۔ اور کلام آہی نہیں پڑھتا۔ بلکہ خود ایک فصیح کلام بنا کر فصاحت قرآنی کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور معاذ اللہ بحجائے استحقاق ثواب کے مستوجب عذاب ہوتا ہے، مولوی صاحب تبدیل مخاطب اور تخصیص عام کے سبب الفاظ قرآنی قرآن سے نہیں نکلتے اور قرآن کا غیر نہیں بنتے۔ اگر مخاطب کے بدلنے سے کلام بدل جاتی۔ تو عرب کے بڑے بڑے فصیح اور بلیغ مقابلہ سے کیوں عاجز ہوتے۔ ان سے ایک سورۃ نہ بن سکی۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ سارا قرآن اپنا بنا لیتے۔ مثلاً ایک

سورۃ مریم بنت عفان کو مخاطب کیے کہتی یا مریم ان اللہ  
اصطفاک وظہرک واصطفاک علی نساء العالمین  
یا مریم اقمی لربک واسجدی واسرکعی مع الکرعین  
اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دعویٰ  
کرتے دیکھو۔ ہم نے ویسی ہی آستیں بنا دی ہیں۔ جیسے تم  
مریم بنت عمران کی نشان میں لائے ہو۔ اور ذرا سی بات میں  
فان لہم فعدوا ولن تفعلوا کے دعویٰ کو توڑ دیتے۔ یا  
ایک شخص محمد نام آج نبوت کا دعویٰ کرے۔ اور اپنی نشان  
میں یہ سراپا اعجاز آستیں لارے۔ ما محمد الہ رسول قد خلت  
من قبلہ الرسل محمد رسول اللہ اور ایک کتاب بنا کر  
اس کے عنوان میں لکھ دے۔ ذلک الکتاب لاریب  
فید و ہذا کتاب انزلنا لا مبارک لیدیروا آیاتہ ولتدکر  
ولوالباب۔ کتاب احکمت ایا ترم فصلت من لدن  
حکیم خبیر اور اپنی کتاب کو مشار الیہ ٹھہراوے کیا وہ مدعی نبوت  
اور اس کی کتاب سچی ہو جائے گی۔ ہرگز نہیں قرآن  
مجید کے لفظوں میں اعجاز ہے۔ تا وقتیکہ کوئی شخص الفاظ قرآنی  
کے سوا اور الفاظ جمع کیے ایک سورت یا کتاب مثل  
اس کے نہ بناوے۔ دعویٰ فصاحت و اعجاز و قرآن  
کا نہیں ٹوٹتا۔ مغالطہ ۱۴۱۔ اور ایک روزہ دو شخص



ایک کے رو برو لڑ رہے تھے۔ وہ شخص منع کرتا تھا۔ کہ تم لڑو نہیں۔ وہ باز نہ آئے۔ ایک نے دوسرے کا سر پھوڑ دیا۔ وہ شخص کہتا ہے کہ مجھے الہام ہوا۔ فقال لهم رسول اللہ ﷺ فسقيا عما فکذبوا فحقروها فد مدم عليهم سر لهم بذبتهم فسولها ولا يخاف عقباها پھر کہتا ہے میں تین روز متخیر رہا کہ یہاں ناقۃ اللہ کون ہے۔ پھر میں نے دیکھی صورت ایک کی الہام ہوا۔ پھر ناقۃ اللہ۔

ہذا ہے۔ یہاں قاعدہ اعتبار جاری کیا جائے گا۔ گویا صاحب الہام کو ارشاد ہوتا ہے کہ تو ظالموں کو ظلم سے منع کرے والا ہے۔ یا تو منع کرے گا۔ جیسا صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو عقر ناقہ سے منع فرمایا تھا۔ اور ظالم و مظلوم کا وہی حال ہوگا۔ جیسا انجام کار ناقہ اور اس کے مارنے والوں کا ہوا تھا۔ اب نبوت تو باقی نہیں رہی۔ کہ صاحب الہام اپنے آپ کو نبی سمجھے۔ صرف اعتبار اور انعاظ ہو سکتا ہے۔

مخالطہ علاوہ ہمیں کسی صحابی یا تابعین سے ثابت نہیں۔ کہ کسی نے دعویٰ الہام کا کیا ہو۔

ہذا ہے۔ مسئلہ الہام کا حدیث و حرمت کا مسئلہ نہیں۔ جو اس کا نبوت صحابہ و تابعین سے ضرور ہونا چاہیے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اس دم تک اگر کسی

نے بھی دعویٰ نہ کیا ہو۔ اور آج ایک شخص متفق صلح صادق  
دعویٰ کرے۔ جو مجھے الہام ہوتا ہے۔ اور مجھے غیب سے  
آواز آتی ہے۔ تو ہم اس کو سچا جانیں گے۔ اور بحکم  
شریعت تمام اہل اسلام پر لازم ہے۔ کہ اس کو سچا سمجھیں۔  
جناب پیغمبر خدا صلعم مومنینوں کا اعتبار کرتے تھے۔ اللہ جل شانہ  
فرماتا ہے۔ ولین الذمین۔ اگر گہو لاکھوں میں سے ایک  
شخص کس طرح اس رتبہ کو پہنچ گیا۔ ہم کہیں گے یہ امداد  
غیبی ہے۔ صاحب الہام کا اس میں کچھ اختیار نہیں بخیر  
برحمتہ من یشا واللہ ذوالفضل العظیم۔ جزوی فضیلت  
انہ کو اعلیٰ پر ہو سکتی ہے۔ اگر ملہمین سے کوئی شخص  
اپنے کے نزدیک لایق الہام نہیں تو اس شخص پر آپ اعتراض  
نہ فرمادے۔ آپ کو چاہیے ایک نالش صاحب ملکوت السموات  
والارض کے حضور میں اس مضمون کی دائرہ کریں۔ اسے احکم  
الحاکمین تو عادل ہے۔ کمترین کی پھر پچاس سے تجاوز کر گئی۔  
کبھی دولت الہام سے اس کو حصہ نہیں ملا۔ بلکہ آج تک  
یہ کیفیت بھی سمجھ میں نہیں آئی۔ اور اس آخری زمانہ میں اس  
غلام کے ہمعصروں میں سے بعضوں کو تو نے مالا مال کر دیا  
ہے۔ فدوی اپنے دل کی کیفیت کچھ عرض نہیں کر سکتا۔  
تو خود دانا بدینا ہے۔ جس طرح ہر سکہ میرا انصاف فرما۔ استغفر اللہ

یہ آپ کے کہنے کی بات ہے۔ جو کسی صحابی یا تابعین سے ثابت نہیں۔ کہ کسی نے دعویٰ الہام کا کیا ہو، صحیح بخاری میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے سے پہلے امت بنی اسرائیل میں ایسے لوگ تھے جو غیب سے ان کے ساتھ کلام کی جاتی تھی۔ باوجودیکہ وہ نبی نہ تھے۔ پس اگر میری امت سے کوئی ویسا شخص ہو۔ تو عمر فرما ہوگا۔ اور یہی صحیح ہے۔ صحابہ کہتے ان الملك ينطق على لسان عمر۔ عمر کی زبانی فرشتہ بات کرتا ہے۔ اور فرط نے عمر کی زبانی سکینہ یا نہیں کرتی ہے۔ اور ظہیرانی اس روایت کو مرثیہ عا لایا ہے۔ تتكلم الملك يكتن على لسانہ۔ کلام کرتے ہیں فرشتے صاحب الہام کی زبانی۔ بلکہ صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ پر آیات قرآنی کا قبل از نزول الہام ہوا کرتا تھا۔ آپ مانیں یا نہ مانیں۔ ہم نیت اظہار حق روایات نقل کرتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے۔ وجمعت نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الغیرۃ فقلت عسی من ید ان تطلقن ان بیدلہ ان و اجا خیرا منکن فنزلت کذلک۔ اگھے ہو کر زور ڈالا حضرت کی بیویوں نے حضرت پر عمر کہتے ہیں۔ پس میں نے کہا امید ہے۔ پروردگار اس کا اگر وہ تمہیں طلاق دے۔ تمہارے عوض اور عورتیں دے تم سے بہتر۔ پس اللہ جل شانہ کی طرف سے یہی آیت

نازل ہوئی۔ اور ابن ابی حاتم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔  
 قال قال عمر وافقت ربی او وافقتی ربی فی الرفع نزولت  
 هذه الایاتہ۔ کہا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے موافق ہوا  
 میں اپنے رب سے چار چیزوں میں نازل ہوئی یہ آیت ولقد  
 خلقنا الانسان من سلاۃ لؤلؤہ طیبہ۔ کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے  
 فلما نزلت پس جب کہ نازل ہوئی یہ آیت قلت میں نے  
 کہا۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین پس پروردگار نے نازل  
 کیا۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین اور روایت کی عبدالرحمن  
 ابن ابی لیلی نے ان یہودی یا لقی عمر بن الخطاب فقال  
 ان جبرئیل ومیکائیل فان اللہ عدو للکافرین قال  
 فنزلت علی لسان عمر تحقیق ملا۔ ایک یہودی عمر بن الخطاب  
 سے پس یہودی نے کہا فرشتہ جبرئیل جس کا ذکر کیا کرتے  
 ہیں۔ تمہارے صاحب ہمارا دشمن ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔  
 من کان عدو اللہ فلا یکلمہ ورسلاہ وجبرئیل ومیکائیل  
 فان اللہ عدو للکافرین پس نازل ہوئی آیت جیسی کہ عمر رضی اللہ عنہ  
 کی زبان سے نکلی تھی۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ حضرت کی بشارت عمر فاروق  
 کے حق میں پوری ہوئی۔ اسرارہ غیب ان کی زبان پر جاری ہوئے۔  
 ملائکہ اور سکینہ ان کے منہ پر طہور کے یوں۔ کیوں کہ بغیر الہام  
 غیبی کے ایسے کلام بنانا ناممکن و محال شرعی ہے۔ علاوہ بریں

ملا صاحب نے چند وجوہ سے ان آیتوں کا ترجمہ کو الہام ہونے سے انکار کیا ہے۔ ہم ہر ایک شبہ کو معہ جواب لکھتے ہیں۔ (دو جلدوں) مغالطہ، ۱۹۶۱ء میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ کہ مجھ کو مطلق الہام آیات کا انکار نہیں کیا معنی کہ الہام چیز سے درود انزال نہیں آتا ہے اگر کسی کے دل میں کوئی آیت یاد آجائے تو مصداقہ نہیں۔ ہدایہ، (یاد آنے کا) اطلاق اس جگہ کر سکتے ہیں۔ جہاں ایسی صورت ہو کہ ایک آیت نازل شدہ کسی شخص کو اول یاد تھی۔ پھر بھول گیا۔ اب دوبارہ اس کو یاد آگئی۔ ہم وہ مثالیں لکھ چکے ہیں۔ جن میں صراحت ہے۔ کہ ہنوز آیتیں نازل نہ ہوئی تھیں۔ اور امیر المؤمنینؑ پر ان کا الہام ہوا۔ (وجہ دوئم)

مغالطہ، ۱۹۶۱ء۔ قبل از نزول قرآن یہ کلمہ اس کو القاء ہوئے۔ قرآن کا القاء اس کو نہیں ہوا۔ کیوں کہ قرآن اس وقت نہیں تھا۔ جب وحی رسول اللہؐ پر لے کر آیا تب کلام اللہ تھا۔

ہدایہ، قرآن مجید حضرت پر نازل ہونے سے پہلے بھی کلام الہی تھا۔ اور کلام معجز تھا۔ حضرت پر نازل ہونے کے سبب اعجاز کی صفت اس میں پیدا نہیں ہوئی۔ کیا قرآن مجید بشر پر اترنے کی جہت سے اعجاز کی صفت رکھتا ہے۔ نہیں بلکہ کلام الہی ہونے



کے سبب وہ معجز ہوئے اور قرآن مجید اس وقت سے کلام الہی ہے جس وقت رسول کریم صلعم نبی ہو کر دنیا میں نہ آئے تھے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے: **شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن** سہینہ رمضان کا وہ ہے جس میں اتارا گیا ہے قرآن۔ **انا انزلناہ فی لیلت القدس ہم نے نازل کیا۔ قرآن کو شب قدر میں۔ بلکہ حضرت پر نازل ہونے سے پہلے ایک ہی رات میں جو ماہ رمضان کی شب قدر تھی۔ سارا قرآن ایک ہی دفعہ لوح محفوظ سے نچلے آسمان پر جس کو سماء دنیا کہتے ہیں۔ نازل ہوا۔ اور سماء دنیا پر نازل ہونے سے پہلے لوح محفوظ میں لکھا ہوا تھا۔ فرمایا **انہ القرآن کریم فی کتاب مکثور** یعنی شک یہ قرآن ہے۔ عزت والا لکھا ہوا۔ جیسے کتاب لوح محفوظ میں بل **هو قرآن مجید فی لوح محفوظ** بلکہ وہ قرآن ہے۔ بزرگ لکھا ہوا، لوح محفوظ میں۔ فی صحف مکتوۃ رفوعة مطہرۃ بایدی سفرة کہ امر برة قرآن مجید لکھا ہوا ہے۔ بیچ اوراق کے جو عزت والے ہیں۔ بلند اور پاک جو ہاتھوں میں ہیں۔ کاتبوں بزرگ اور نیک کے۔ اور روایت کی ابن انبریس اور ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے اور صحیح کہا ہے۔ اس کو ابن ابی حاتم نے اور روایت کی ہے۔ ابن مردود نے اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آیت **انا انزلناہ فی لیلت القدس** کی تفسیر میں**

قال انزل القرآن في ليلة القدر جملة واحدة من الذكر  
الذي عند رب العزرة حتى وضع في بيت العزرة في سماء  
الدفيا ثم جعل جبرئيل ينزل على محمد بحجاب كلام العباد  
واحمالهم فرمايا ابن عباس نے نازل ہوا قرآن مشب قرار میں  
ایک ہی رات میں سارا اس کتاب میں سے جو پاس رب العزرت  
کے ہے۔ یہاں تک جو رکھا گیا بیت العزرت میں جو نچلے آسمان  
میں سے پھر جبرئیل لے کر اترتے رہے۔ محمد صلعم پر بندوں کی  
باتوں اور عملوں کے جو اب میں ملا صاحب آپ ہی انصاف فرمادیں۔  
کہ جس صورت میں متکلم نے اپنے علم میں کسی کو مخاطب ٹھہرا  
کر ایک کلام کی۔ اور اپنے دفتر میں لکھ رکھی۔ مگر اپنے قاصد کی  
ذہبانی سرسلی الیہ کو نہ پہنچائی۔ کیا جب تک وہ کلام قاصد کے  
ذہب سے نہ پہنچائی جائے۔ وہ اس متکلم کی کلام نہ کہلائے گی۔  
کیا آپ کی عقل کا یہی مقتضایہ ہے۔ یا آپ ضد میں آکر ایسی  
باتیں کرتے ہیں۔ ام تاہم ہم احلہ مہم بھذا ام ہم قور طاشون  
اگر یہ قاعدہ تسلیم کیا جاوے۔ (کہ جب تک کلام بواسطہ رسول  
ادانہ کی جاوے۔ وہ متکلم کی کلام نہیں ہو سکتی) تو لازم آئے گا کہ  
سوائے قرآن مجید اور توراہیت و زبور و انجیل اور ان صحایف  
کے جو بواسطہ جبرئیل آمین انبیاء علیہم السلام پر نازل ہو چکے ہیں۔  
اور کچھ کلام الہی نہ ہو۔ حالانکہ پروردگار فرماتا ہے۔ قل لو کان

البحر مداد الكلمات سربى لتغنى البحر قيل ان تنفذ كلمات  
 سربى ولو حبنا بمثل مداد تو کہہ اگر سمندر ہو سیاہی واسطے  
 (لکھنے) میرے رب کی باتوں کے البتہ نیپٹ چکے سمندر پہلے  
 ختم ہونے میرے رب کی باتوں کے۔ اگر دوسرا بھی لادیں ہم ویسا  
 ہی اُس کی مدد کو۔ افسوس آپ فخر سے ایسے قواعد وضع کرتے  
 ہیں۔ جو صریح آیتوں کے مخالف ہیں۔ (وجہ سوئم)  
 مغالطہ ۱۶۸۔ یہ بات کہیں سے ثابت نہیں ہوتی۔ کہ  
 ان لوگوں کی بھی کلام تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے بعینہ یہی اتاری۔  
 حدیث صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ  
 جو ان لوگوں کی کلام تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بعینہ وہی نازل فرمائی۔  
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغمبر خدا صلعم کے ازواج مطہرات  
 سے کہا۔ عسی رید ان طلقن ان یبدلہ ازواجاً خیراً  
 منکن فانزلت کذلک پس اسی طرح الفاظ نازل ہوئے۔  
 اور فرماتے ہیں۔ میں نے کہا فتبارک اللہ احسن الخالقین  
 پس اسی طرح خدا نے نازل فرمایا۔ اور عبدالرحمن نے اس  
 مطلب کو بصراحت تمام ادا کی ہے۔ فرماتے ہیں۔ فتنازلت علی  
 للسان عمر آیت ان الفاظ سے نازل ہوئی۔ جو الفاظ تھے۔  
 رضی اللہ عنہ کی زبان پر جاری ہوئے تھے۔ ان روایتوں سے  
 ان الفاظ (جو عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر جاری ہوئے تھے) اور

آیات کے ایک ہونے میں کچھ شک نہیں رہتا۔ آپ دانستہ  
ایسی مثالیں لائیں ہیں جن میں احتمال باقی رہے۔ اور بے علم  
وہو کا کھائیں۔ (وجہ چہارم)

مغالطہ ۱۶۹۔ وہ کلام جو ان کے منہ سے نکلی۔ آگے اتری  
ہوئی نہیں تھی۔ اور کسی کتاب میں لکھی ہوئی نہیں تھی بطور  
بولی اپنی کے انہوں نے اپنے منہ سے نکالی۔

دھل اپنا۔ کیا خوب آپ اس بات کے بھی قابل ہیں۔  
جو ایک عرب کا رہنے والا آدمی اپنی بولی اور محاورہ کے موافق  
قرآن مجید کی سی آیتیں بنا سکتا ہے۔ اس کا الزام تو آید و مروان  
چنین نکند۔ آپ ابھی دہائی دیتے تھے۔ کہ جو آیتیں قرآن مجید  
میں نازل ہو چکی ہیں۔ اور لوگ لاکھ دفعہ ان کو پڑھ بھی چکے  
ہیں۔ ان آیتوں کا بھی الہام اور القا ہونا جائز نہیں۔ کیا  
وجہ جو الہام کے سبب وہ آیت قرآنی نہ رہے گی اور  
یہ قباحت لازم آئے گی۔ جو وہ الہام اعجاز میں آیت قرآنی  
سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ اب خود اس بات کے مقرر ہو گئے۔ کہ  
لوگوں کی بے تکلف بول چال بھی قرآن مجید کی سی ہوتی تھی۔  
من حضر لا خبیہ وقع فیہ اس صورت میں اعجاز قرآن مجید  
کا باطل ہو گیا۔ جو چاہے۔ ویسی کلام بنائے۔ اور ایک سورۃ  
کیا چپاس سورتیں مرتب کر کے۔ فالو السورۃ من مثله

کا مقابلہ کرے۔ مخالفہ نکا۔ اگر کسی نے دعوے کیا  
بھی ہو۔ اور کوئی صحاح سے ثابت کر دے۔ تو اس پر بھی اعتراض  
آوے گا۔ خواہ صحابہ ہو یا تابعین وغیر ہم۔

ہذا یہ۔ بعضین ہدایت نمبر ۱۴۳ بحث تخری و اعجاز میں  
ہم اس اعتراض جو اب مفضل لکھے چکے ہیں۔ ملاحظہ صاحب کو  
صحابہ اور تابعین کا طریقہ پسند نہیں۔ اس لئے بڑی جرأت  
سے ان پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور بڑی نفرت سے کہتے ہیں۔  
(خواہ صحابہ ہو یا تابعین وغیر ہم)

مخالطہ نکا۔ اس مقام پر اگر کوئی اتفاق کرے۔ کہ  
صحاح ستہ میں وارد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
بوقت افتتاح صلوة آیت وجہت و جہی الیحد، آخر تک  
بڑھتے تھے۔ اور اپنی کلام سے ملاتے تھے۔ اگر سوال اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو منکلم ٹھہراتے تھے۔ تو اس پر بھی اعتراض  
وارد ہوتا ہے۔ جو اب اس کا یہ ہے۔ کہ قرأت قرآن کی  
نماز میں یا غیر نماز میں نقل و حکایت ہے۔

ہذا یہ۔ واہ یہ حافظ اور دعوے اجتہاد کا الی وجہت  
وجہی للذی فطر السموات والارض کو آپ وجہت وجہی  
الیک لکھتے ہیں۔ یہیں خواہی امید ملک واری الکوئی شخصوں  
بوقت دعا اور سوال کے یا بہ نیت انظہار عجز اور خلوص کے وہ



آیتیں جن میں اس قسم کا مضمون ہو پڑھے اور اپنے آپ کو مراد  
 رکھے۔ تو عند الشروع بے شبہ حائز ہے۔ جب رسول اللہ  
 صلعم مقام دعا اور تضرع میں آیات قرآنی پڑھتے۔ اپنی ذات  
 مبارک کو مراد رکھتے۔ چنانچہ ان روایات سے جن میں اس قسم  
 کی دعائوں کا ذکر ہے۔ ہمارے بیان کی صداقت پائی جاتی  
 ہے۔ ملا صاحب کا قول (کہ قرأت قرآن کی نماز میں یا غیر نماز  
 میں نقلاً و حکایتاً ہے) صحیح ہے مگر دعا اور تلاوت میں فرق  
 ہے۔ تلاوت اور قرأت کے وقت جو کچھ پڑھا جاتا ہے۔ وہ  
 یہ سبیل حکایت ہوتا ہے۔ برخلاف دعا اور سوالی کے وقت  
 اگر دعا مانگنے والا آیت متضمن معنی دعا بطریق حکایت (غیر شخص  
 کا قصہ سمجھ کر) پڑھتا ہے۔ اور اپنے آپ کو مراد نہ رکھے تو فریضے  
 کیا فائدہ مقام افتتاح صلوة دعا اور تسبیح و تہجد کی جگہ ہے۔  
 نہ تلاوت اور قرأت کی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 جب قربانی کرتے۔ بریت اکسارہ و اظہار اخلاص کے یہی آیت  
 ذبح ہوتی تھی پڑھتے۔ اور نسائی اور ابن ماجہ میں روایت ہے  
 کہ نماز تہجد میں تمام رات پیغمبر خدا صلعم ایک ہی آیت پڑھتے  
 تھے۔ ان تعد لہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت  
 العزیز الحکیم حضرت شافع الحدیثین گنہگار ان امرت کے حق میں  
 دعا کرتے تھے اور کہتے تھے۔ اگر تو ان کو عذاب کرے۔ پس تحقیق

وہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر تو مغفرت کرے۔ ان کے لئے ہیں  
تحقیق تو بے زبردست حکمت والا حالانکہ پروردگار نے قرآن  
مجید میں خبر دی ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کلمات  
سے میدانِ حشر میں تضرع اور دعا کریں گے اور صحیح بخاری اور  
سنن ابوداؤد میں ایک روایت ہے۔ جس سے ہمارا مطلب کمال  
صراحت سے ثابت ہوتا ہے۔ وان انا سا لوجد بھم ذائقۃ  
الشمال فاقول كما قال العبد الصالح وكنتم عليهم شهيداً  
ما دمت فيهم فلما توفيتني كنت انت المرقيب عليهم وانت  
على كل شيء شهيد ان تعد بھم فالھم عبادك وان تغفر لھم  
فانك انت العزيز الحكيم اور تحقیق کچھ لوگوں کو پکڑ کر بائیں طرف  
لے جاؤں گے۔ یعنی قیامت کے دن۔ پس میں کہوں گا۔ جیسا  
کہا خدا کے نیک بندہ (عیسیٰ علیہ السلام) نے میں ان کا شاہد  
حال تھا۔ جب تک میں ان میں موجود تھا۔ پس جب تو  
نے اٹھا لیا۔ تو ہی تھا نگہبان ان پر۔ اور تو ہر چیز پر حاضر ناظر  
ہے۔ اگر تو ان کو عذاب کرے۔ پس وہ تیرے بندے ہیں۔  
اور اگر تو مغفرت کرے۔ پس تو غالب حکمت والا۔ اور جناب  
پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا۔ لہریدع بلہا رجل مسلم فی  
شئ الا استجاب لہ رواہ احمد والنسائی روعائے یونس علیہ  
السلام آیت کہیمہ کے نام سے مشہور ہے نہیں پکارا ساتھ اس کے

کسی مسلمان شخص نے مگر قبول ہوا واسطے اس کے۔ روایت  
کیا اس کو احمد اور ترمذی نے پروردگار نے یہی علیہ السلام  
کے قصہ میں حکایتاً اس دعا کا ذکر فرمایا ہے۔ اور آنحضرت تمام  
دعا کرنے والے مسلمانوں کو اجازت دیتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں  
کہ یہ اللہ کا اسم اعظم ہے۔ اور جنگ خیبر میں جب آپ دشمنوں  
کی سرزمین میں اترے تو اس وقت یہ کلمات فرمائے انا انا  
انزلنا بساحتہ قوم فساء صباح المنذرين تحقیق جس وقت  
ہم ان اترتے ہیں کسی قوم کے میدان میں پس مصیبت کا دن  
نکلنا ہے ڈرائے گئے لوگوں پر۔ قرآن مجید میں مشرکان مکہ کو وعید  
ہے۔ تم عذاب الہی پر دیری مت کرو۔ ہمارا مذہب ایسا ہے اذ انزل  
یسا حترہم فساء صباح المنذرين جس وقت اتر پڑے گا عذاب  
ان کے میدان میں پس بڑی مصیبت کی صبح ہوگی۔ ڈرائے گئے  
لوگوں کی۔ اصل آیت میں لفظ نزل غائب کا صیغہ تھا۔ جس  
کا فاعل ہے عذاب۔ آنحضرت نے نزلنا جمع متکلم کا صیغہ فرمایا۔  
اور ضمیر جمع کو فاعل بنایا۔ اور ایسا لفظ ہم (ضمیر جمع متکلم غائب) کو  
جو راجع ہے۔ طرقت کفار مکہ کے حذوت کر کے اس کی جگہ قوم فرمایا۔  
اور اہل خیبر کو مراد رکھا۔ اور خلیفہ ثالث امیر المؤمنین عثمان رضی  
اللہ تعالیٰ عنہ نے بحالت محاصرہ دیوار پر سے سر نکال کر باغیوں کو  
مخاطب کر کے فرمایا۔ یقوم لا یخبر منکم شقائی ان یصیبکم مثل

ما اصاب قوم لوح او قوم هو دا و قوم صالح و ما قوم لوط من  
 کم بعین رواہ ابن ابی شیبہ اے میری قوم نہ کما تیر میری ضد سے  
 ایسی چیز سے جس سے پہنچے تم کو (عذاب) جیسا پہنچا لوح علیہ  
 السلام اور ہود کی قوم اور صلح اکی قوم اور لوط علیہ السلام کی  
 قوم تم سے کچھ دور نہیں۔ روایت کیا ہے اس کو ابن ابی شیبہ  
 نے۔ قرآن شریف میں ہے کہ شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو  
 اس سے مخاطب فرمایا تھا۔ اور خلیفہ ثالث نے محمد بن ابی بکر اور  
 ان کے ساتھیوں کو خطاب کیا۔ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما نے  
 امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کے پیچھے یہ بات کہی بالبعثہ  
 ایدینا و لمرتبایعہ قلوبنا اس کے ساتھ ہمارے ہاتھوں نے بیعت  
 کی ہے۔ اور ہمارے دلوں نے بیعت نہیں کی۔ آپ نے سن کر فرمایا۔  
 فونکے تھانا نیکت علی نفسہ ومن اوفی بماعاہد علیہ اللہ  
 فسیونہ اجر اعظیما پس جو شخص عہد توڑے گا۔ پس سولے اس  
 کے نہیں کہ بد عہدی کرے گا۔ اور پر نفس اپنے کے اور جو کوئی پورا  
 کرے۔ جس پر اقرار کیا اللہ سے وہ دے گا ثواب اس کو بڑا۔ یہ آیت  
 بیعت الرضوان والوں کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ خلیفہ چہارم نے  
 اپنی بیعت والوں کے حق میں پڑھی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو  
 موسیٰ نے کسی شخص کو ایک مسئلہ میں فتویٰ دیا۔ اور شخص کو کہا جاؤ  
 حضرت ابن مسعود کے پاس وہ بھی میرے فتویٰ کے موافق فتویٰ دیکھا۔

جب وہ شخص ابن مسعود کے پاس آیا۔ اور ابو موسیٰ کی بات اس کو سنائی۔ ابن مسعود نے کہا۔ قد ضللت اذ اوصانا من المہذبین اقصیٰ فیہا بما قضی النبی صلیم الحدیث یعنی تحقیق گمراہ ہو جاؤں میں (اگر ابو موسیٰ کے موافق فتویٰ دوں، اور نہ ہوں میں براہ پانے والوں میں سے میں حکم کروں گا۔ وہ جو حکم کیا۔ رسول صلیم نے دیکھو قرآن میں قد ضللت کے متکلم رسول اللہ ہیں۔ اور ابن مسعود نے اپنے آپ کو متکلم کر دیا۔ قرآن و حدیث میں ایسی مثالیں بہت پائی جاتی ہیں۔ اگر سب کو لکھیں تو ایک دفتر بن جائے۔ ناظرین کو یاد ہوگا۔ ہمارے ملا صاحب نے پہلے یہ قاعدہ وضع کیا تھا۔ جو سب ذکر اور دعا توفیقی ہیں۔ یعنی انہیں الفاظ کے ساتھ دعا کرنی جائز ہے۔ جو الفاظ قرآن و حدیث میں آگئے ہوں۔ مثلاً لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین اب فرماتے ہیں کہ دعا ماثورہ پڑھتے وقت اگر کوئی شخص اپنے آپ کو مراد رکھے گا۔ تو گنہگار ہوگا۔ مثلاً سر بنا ظلمنا النفساوان لم تغفر لنا و نوحنا لکنک من الخاسرین۔ رب انی مسنی الصبر وانت احکم الراحمین۔ سر بلا قدرتی فردا وانت خیر الدارین۔ جو شخص ان دعاؤں کو پڑھے۔ تو یہ سمجھے کہ میں حضرت آدم اور حضرت ابراہیم اور حضرت زکریا علیہم السلام کا قصہ بیان کرتا ہوں۔ اور اپنے لئے جناب الہی سے کچھ نہیں چاہتا۔ غرض دعائے ماثورہ و غیر ماثورہ سب سے لوگوں کو روکنے



ہیں۔ ہم ایسے مجتہد کے حجت میں دعا کرتے ہیں۔ جو خدا اس کو ہدایت  
 کرے۔ مغالطہ ۲۱۱۔ ایسا ہی اور بعض ادعیات حکایتاً ہی  
 ہیں۔ جیسا کہ التحیات کیوں کہ اگر حکایت نہ ہو۔ تو التحیات میں ندا  
 و خطاب واقع ہے۔ جیسا کہ السلام علیک ایہا النبی اور خطاب حافر  
 کو ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلعم حاضر نہیں بلکہ حیات ہی نہیں۔ اگر اس  
 کو حکایت شب معراج کا پڑھنا نہ مقرر کریں۔ تو اسس پر دو اعتراض  
 وارد ہوتے ہیں۔ ایک خطاب غیر موقع دوم کلام فی الصلوٰۃ یہ مفسد  
 صلوٰۃ ہے۔ اسی واسطے علماء و تہذیب کی تہذیب کی ہے۔ کہ اس کا پڑھنا  
 حکایت ہے۔ اس مسئلہ کو شیخ عبدالحق نے اپنی تصانیف میں  
 مصرح لکھا ہے۔

ہاں آپ۔ ملا صاحب آپ کو اور شیخ عبدالحق کو کیوں کہ معلوم  
 ہوا۔ کہ شب معراج میں بطور رازہ و نیاز کے الفاظ التحیات کے  
 پڑھے گئے تھے۔ اور اب امت محمدی کو بطور حکایت پڑھنے کا  
 حکم ہے۔ شاید آپ اور شیخ صاحب اردلی میں آنحضرت کے  
 ساتھ گئے ہوں گے۔ چشم دیدہ حال آپ بیان کرتے ہیں ورنہ  
 اس قصہ کی صداقت پر کوئی سند معتبر لائیے۔ آپ تو صحاح  
 پر عمل کرنے والے ہیں۔ کسی صحیح سند سے ثابت کھئے۔ نہ ہو  
 سکے تو روایت حسن یا ضعیف ہی لائیے۔ مگر اتنا خیال ہے جو  
 کتب متداولہ حدیث کا سوال دیا جاوے۔ ورنہ شیخ جیسے متاخرین

کا قول سند نہیں ہو سکتا۔ دراصل یہ قصہ بالکل غلط ہے۔ کسی  
 محدث نے اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا۔ ایسی بے اصل بات  
 کا نقل کرنا گویا اللہ اور رسول پر بہتان باندھنا ہے۔ آنحضرت  
 فرماتے ہیں۔ بالشرکذبا ان یحدث یکل ما سمع آدمی کی دروغگوئی  
 کی یہ کافی علامت ہے۔ جو کچھ کسی سنیے سے سنا آگے کہہ دے۔  
 اس حدیث کا مقصد یہ ہے، کہ آدمی بازاری گپوں کا اعتبار نہ  
 کرے۔ اور افواہی باتوں کو نقل نہ کرتا پھرے۔ لوگ ناقص کے  
 اعتبار پر اس بات کو سچ جانتے ہیں۔ حالانکہ دراصل وہ  
 بات بھوٹی ہوتی ہے۔ ملا صاحب نے کسی معراج نامہ پڑھنے والے  
 سے یہ قصہ سن کر نقل کر دیا ہے۔ اور وہ میں یہ سمجھ لیا۔ افواہ  
 خلق نقارۃ خدا، ایسی مشہور بات کی کچھ تو اصل ہوگی۔ صحیح بخاری  
 میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت  
 رسول خدا صلعم ہم لوگوں کو قرآن مجید کی طرح التحیات سکھاتے  
 اور ہم آنحضرت کے ایام حیات میں السلام علیک ایہا النبی کہتے  
 تھے۔ اور بعد وفات کے السلام علی النبی کہنے لگے۔ بھلا اگر صحابہ  
 کرام بہ سبیل حکایت پڑھتے ہوتے۔ تو کاش خطاب کو کیوں ترک  
 کرتے۔ نقل میں تعرف جائز نہیں ہوتا۔ باقی جواب یہ ہے۔ کہ جو  
 لوگ بعد رحلت حضرت رسالت مآب کے السلام علی النبی بغیر  
 کاف خطاب کے پڑھتے تھے۔ ان پر کوئی شبہ وارد نہیں ہوتا۔

نہ غائب کو خطاب نہ کلام فی الصلوٰۃ - التبتہ یا راہن نبی صلعم  
 میں سے جو لوگ با پیام قیامت دنیا اور نیز بعد از رحلت بطرف  
 فلا اعلیٰ کاف خطاب سے السلام علیک کہتے رہے۔ ان پر آپ  
 معترض ہو سکتے ہیں۔ پس ان کا جواب یہ ہے۔ کہ بے شک نماز  
 میں کلام کرنا منع ہے۔ مگر جہاں اللہ اور رسول کا حکم ہو۔ وہاں  
 کچھ مضائقہ نہیں۔ بلکہ وہ بولنا ہی عین عبادت ہے۔ چنانچہ ابی  
 بن کعب نماز پڑھتے تھے۔ اور آنحضرت نے ان کو آواز دی۔  
 حضرت ابی اپنے آپ کو معذور جان کر چپکے ہو رہے۔ نماز  
 سے فارغ ہو کر حاضر خدمت تشریف لائے۔ اور عذر بیان کیا۔  
 آنحضرت نے فرمایا۔ تو نہیں جانتا اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔  
 یا ایہا الذین آمنوا استجبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لے  
 اہل ایمان میں کرو تم اللہ اور رسول کے سامنے جس وقت  
 وہ تمہیں پکاریں۔ ایسا ہی التحیات میں اگر تکلم پایا جاتا ہے۔ تو  
 کچھ مضائقہ نہیں۔ یہ دعائوں اور رسول اللہ صلعم لے قرآن مجید  
 کی طرح لوگوں کو سکھائی ہے۔ جب رسول خدا اجازت گفتگو  
 کی دیوں۔ تو پھر مانع کون ہے۔ یا خطاب غائب یا مینت اس  
 کا جواب یہ ہے۔ کہ بے شک حقیقتاً رسول خدا صلعم حاضر اور  
 زندہ نہیں ہیں۔ مگر حکماء ہیں۔ ابو داؤد اور بیہقی روایت کرتے ہیں  
 ما من احد لیسکم علی الارواح علی روحی اذ علیہ السلام

جب کوئی شخص مجھ کو سلام کرتا ہے۔ اس وقت اللہ مجھ پر شانہ میری  
 روح مجھ پر لوٹاتا ہے۔ اور میں اس کو جواب سلام دیتا ہوں۔  
 پس جبکہ ہمارا سلام آپ کو پہنچ جاتا ہے، اور آپ ہم کو جواب  
 بھی دیتے ہیں۔ تو یہ خطاب غیر محل نہ ٹھہرا اور دوسری روایت میں  
 ہے۔ ان لله ملائکتہ سیاحين فی الارض یبلغونی من  
 امتی السلام مرواه النسائی وابن حبان فی صحیحہ والحاکم  
 وصحیحہ۔ تحقیق اللہ کے فرشتے ہیں۔ سیر کرنے والے زمین میں  
 مجھ کو پہنچاتے ہیں۔ میری امت کی طرف سے سلام روایت کیا۔  
 اس حدیث کو نسائی نے اور ابن حبان نے روایت کیا۔ اپنی  
 صحیح میں۔ اور حاکم نے روایت کیا۔ اور صحیح کہا۔ ان دونوں حدیثوں  
 کی رو سے اگر کوئی شخص نماز میں یا خارج از نماز بوقت درود یا  
 سلام کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکماً مخاطب سمجھے۔ تو بیشک  
 جائز ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے  
 بحالت خطبہ نمبر پر بڑھ کر صحابہ کبارہ کی۔ ایک جماعت کے روبرو  
 لوگوں کو التحیات پڑھنا بتلایا۔ اور اس میں لفظ سلام کاف  
 خطاب کے ساتھ یعنی السلام علیک سکاٹلایا۔ کسی صحابی نے  
 اس پر انکار نہ فرمایا۔ گویا تمام صحابہ کا اس پر اتفاق اور اجماع  
 ہوا جانتے۔ حیرت ہے کہ قلاصاحب اجماع صحابہ پر اعتراض کرتے  
 ہیں۔ اور پھر اس سے بڑھ کر فرماتے ہیں۔ رسول خدا صلعم حاضر

نہیں۔ بلکہ حیات ہی نہیں۔ ناظرین انصاف پسند ملاً صاحب کے  
 ان دونوں اعتراضوں کو زیر نظر رکھ کر اس قصیدہ نعتیہ کو ملاحظہ  
 فرمادیں۔ جو آپ نے اپنے رسالہ کے آخر میں الحاق کیا ہے اس  
 میں کہیں آپ سلام سے آنحضرت کو مخاطب کرتے ہیں۔ کہیں اور  
 کلام سے بگنی کوئی پوچھے یہ خطاب کس قسم کا ہے۔ اگر شعر گوئی کے وقت  
 حقیقتاً رسول اللہ صلعم کو حاضر اور سمیع جان کر مخاطب کرتے ہو۔  
 تو شرک صریح لازم آئے گا۔ آخر یہی کہو گے، ہم نے شعراء کے قواعد  
 کے موافق رسول اللہ کو حاضر و سمیع فرض کر لیا ہے، گو حقیقتاً ایسا  
 نہیں۔ پس جو کام بتقلید شعرا آپ کے لئے جائز ہو جاتا ہے۔  
 کیا با اتباع سنت سنیہ نونیہ اور باقتداء صحابہ کرام رضوان اللہ  
 علیہم اجمعین ہمارے اور آپ کے حق میں جائز نہیں ہو سکتا۔  
 ملاً صاحب نے اس قصیدہ میں شاعری کا بڑا زور دکھلایا ہے۔  
 سچ پوچھو تو گویا شاعری کی طنائک توڑی ہے۔ نظم نامیزوں فاقہ  
 ندارد۔ بہت سے عربی الفاظ غلط۔ ہم اس موقع پر اگر پورا تعقب  
 کریں۔ تو ایک ایسی ہی اور کتاب بن جاوے۔ چو کہ ہمارے  
 مبحث سے یہ بات خارج ہے۔ اور ناظرین رسالہ کے اوقات  
 بوقت مطالعہ ناحق ضائع ہونگے۔ اس لئے ہم صرف ان غلطیوں  
 کا ذکر کرتے ہیں۔ جو احکام شرعیہ کے خلاف ہیں۔ مثلاً کلمات  
 مشرک، ترکیب نفس تضلیل اہل سنت و الجماعت تاکہ طالب الحق



کلماتِ مشرک نہ بان نہ لادیں۔ اور آئینہ دین کو منسوب بفضیلت نہ کریں۔ ملاً صاحب جیسے اپنے منہ سے میاں معصوم نہیں ہیں ویسے ہی انہیں معصوم صفت نہ سمجھیں۔ بلکہ اس آیت کریمہ کا لحاظ رکھیں۔ وَالشعر ایتبعہم الغان والی قولہ وَالنہم یقولون صالہ یفعلون شاعروں کی پیروی کرتے ہیں۔ پہلے ہوئے لوگ اور شاعر وہ بات کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔ اول آپ بسم اللہ کرتے ہی فرماتے ہیں رہ بخان و دودہ و دانش فرود نشو و نما  
 نہ نور علم و عمل کرد گوہر م یکتا !!

ہم کو خاندانِ عقل و دانش میں ترقی بخشے۔ علم کامل اور اعمال صلح کے نور سے میرا وجود بکتا اور تمام زمانہ میں بے نظیر کر دیا۔ اسپچان اللہ ہم ایسے اور ہم ویسے خاندانِ دانش کون جن کو آپ خود ہی گرفتارِ عشقِ شہرک اور بدعت جانتے ہیں۔ اور ہمیشہ رد کرتے ہیں۔ آج وہی اپنی ذات پر صفات کے سبب علم و دانش کا گھولنا اور جائے فخر ہو گیا۔ خیر ہمیں اس سے کیا عرض نیک ہوں یا پدران آیاتِ قرآنی اور ملاً صاحب کی لن نرائی کو دیکھنا چاہیے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ ھو اعلم بکم اذا انشا کم من الارض واذ انتم اجنتنی بطون امہا تکم فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم من اتقی وہ خوب جانتا ہے۔ تم کو اس وقت سے جب سے تمہیں پیدا کیا زمین میں سے اور جب کہ تم تھے بچے

اپنی ماؤں کے پیٹ میں۔ پس پاک نہ ٹھہراؤ تم اپنے آپ  
کو وہ خوب طرح جانتا ہے۔ ان لوگوں کو جو متقی ہیں۔ اور فرمایا  
الذین یزکون انفسہم بل اللہ بزرگی صحت  
لیشاء کیا نہیں دیکھا تو نے ان لوگوں کی طرف جو پاک بتلاتے  
ہیں۔ اپنے آپ کو بلکہ اللہ پاک کرتا ہے جس کو چاہتا ہے۔  
دیکھو یہ شعر ان آیات کے خلاف ہے یا نہیں جس بات  
سے خداوند کریم نے روکا۔ ہمارے بہادر شاعر نے اسی  
کا دعویٰ کیا کالائے بدریش خداوند کریم آگے چل کر کہتے ہیں۔  
زیتہ کفر و ضلالت زراہ فسق و فجور و بیبری و بجوانی بری نمود و جدا  
کفر اور گمراہی کے جھنگل اور فسق اور فجور کی راہ سے بڑھ چکے اور  
جوانی میں بری اور جدا رہا ہوں۔ صراح میں لکھا ہے۔ فسق بیرون  
شدن بندہ از فرمان پس جس نے حکم سے باہر قائم رکھنا فرمان  
اور گنہگار ہوا۔ آپ کو کمال علم و عمل کے سوا عصمت کا بھی دعویٰ  
ہے۔ فرماتے ہیں۔ کبھی ہم نے گناہ کیا۔ کبھی عقائد باطلہ کے  
سبب گمراہ نہیں ہوئے۔ جیسے ہوش سنبھالا۔ سنبھلے ہی رہے انبیاء  
علیہم السلام معترف بذنوب تھے۔ معافی ملتے رہے اور خداوند  
کریم نے ان کو مغفرت کی خوشخبری دے کر تسلی بخشی چنانچہ  
فرمایا۔ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر  
تا کہ اللہ بخشنے تیرے اگلے پچھلے گناہ باقی تمام اہل ایمان بخالیف

میں۔ اپنے گناہوں سے ڈرتے ہیں۔ توبہ کرتے ہیں۔ معافی چاہتے  
 ہیں۔ وہ چاہے پختے یا پکڑے وہ کون (پختے) جو کبھی دائرہ حکم  
 سے باہر نہیں نکلا۔ اگر فلا صاحب اپنے نفس سے ایسا ہی حُسن  
 ظن رکھتے ہیں۔ جیسا انہوں نے یہاں بیان فرمایا ہے۔ تو غالباً  
 توبہ و استغفار نہ کرتے ہونگے۔ اسی اپنے رسالہ کے اول میں  
 لکھتے ہیں کہ جب مجھے رسالہ قول سدید ملتا آیا۔ تب طریقہ  
 عمل بالحدیث نصیب ہوا۔ اور رسالہ حمویہ دیکھ کر وہ باطل عقائد  
 زائل ہوئے۔ جو مدت العمر سے نقش خاطر تھے۔ یہ دونوں رسالے  
 جناب کو اس بڑے صافی کی عمر میں دستیاب ہوئے ہیں واللہ  
 اعلم پھر کس وجہ سے ایام جوانی کی نیک بختی اور ضلالت کی نفی  
 جتلاتے ہیں۔ کیا عقائد باطلہ جو مرکز خاطر تھے۔ وہ ضلالت نہ  
 تھی۔ سویم ان شعروں میں آپ تمام اہل سنت و الجماعت کو گمراہی  
 سے منسوب کر کے فرماتے ہیں۔ بجان نفور ز اہل مذہب سستی۔  
 کہ غرق بحر ضلالت اندر حرق نار ہوا۔ نہ شافعی نہ مالکی مذہب  
 نہ نقشبندی و چشتی دنی کذا و کذا۔ کہتے ہیں ہمیں بدلی و جان نفرت  
 ہے۔ مختلف مذہبوں سے جو گمراہی کے دیہ یا میں غرق ہے اور  
 اور ہوائے نفسانی کی آگ سے جلے ہوئے۔ نہ میں شافعی ہوں۔  
 نہ حنفی نہ مالکی مذہب نہ نقشبندی ہوں نہ چشتی نہ ایسا اور ویسا  
 حقارت کو اتباع سے بہت نفرت ہے۔ اپنی ہی ایجاد پر بہت خوش ہیں۔

بقول شخصے نان جو بار و عن گندہ و اگر چہ گندہ مگر ایجاد بندہ  
 اس لئے سلف صالحین کو بڑا کہتے ہیں ایٹھ دین اور ان کے  
 اتباع محافظان شریعت و پاسبانان سنت ہیں۔ انہیں کے  
 ذریعے ہم کو دین پہنچا۔ انہوں نے بیان کیا فلاں حدیث  
 صحیح فلاں ضعیف فلاں حدیث ناسخ ہے۔ فلاں منسوخ وہی  
 لوگ احادیث کے راوی ہیں۔ اور وہی ناقل۔ انہیں کی کتابوں  
 سے آج تمام امت سزا پکڑتی ہے اور انہیں کے اعتبار پر  
 مدار کار ہے۔ اگر وہ حنفی و شافعی ہونے کے باعث گمراہ تھے تو  
 ان کی روایت کا کیا اعتبار ہے۔ امام بغوی۔ دارقطنی۔ نووی نہ ہی  
 ابن حجر عسقلانی ابن عبدالبر۔ طحاوی۔ زیلعی۔ ابن جوزی۔ ابن  
 تیمہ حراتی۔ ابن قیم جوزی۔ محمد شاکانی۔ وغیرہ جو محدث اور فقیہ تھے۔  
 اور صدکا اور ایسے نہ ہی آئمہ اربعہ کے مذاہب کی طرف منسوب  
 ہوتے تھے۔ اگر یہ سب گمراہ ہیں تو فرمائیے ہدایت والا کون ہے۔  
 طالب حق کو چاہیے بزرگان دین کو اپنا پیشوا سمجھے اور ان کا  
 اتباع کرے۔ یہیں مسئلہ میں خطا دیکھے۔ وہاں ان کی پیروی چھوڑ  
 کر حق کا اتباع کرے۔ نہ خواہجہ کی طرف بدگوائی کرے۔ نہ  
 روافض کی طرح اندھی تقلید میں پھنسے رہنا وغیرہ۔ اور  
 خواننا الذین سبقتونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا  
 غلا للذین امنوا لینا انک مروفا الذین ہم ربنا ہمک

بخشش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے سابق تھے۔ ایمان  
 میں اور نہ کہ ہمارے دلوں میں مومنوں کی برائی کا لگاؤ۔ اسے  
 رب ہمارے بے شک۔ تو ہے مہربان رحم والا۔ دیکھو اس آیت  
 سے بدظنی اور بدگوئی کی کیسی ممانعت پائی جاتی ہے۔ بلکہ حکیم  
 اس حدیث نبوی کے من لہ شکر الذی من لہ نیکم جو لوگوں کے شکر گزار  
 نہیں۔ وہ اللہ کا شکر نہیں کرتا۔ ان کی مساعی جمیدہ کی شکرگزاری  
 ہم پر واجب ہے۔ اگر ہم ملا صاحب سے سوال کریں۔ کہ جو کچھ آپ  
 جانتے ہیں۔ یہ کہاں سے سیکھا۔ تو اور کچھ جواب نہیں پڑے گا۔  
 سوا اس کے کہ مقرر ہوں یہ سب انہیں کا فیض ہے چہاں ہم یہاں  
 آپ شکر کا اقرار کرتے ہیں منم کہ غرہ نامم بنام صاحب تست  
 علی ولی ملتین بخاتم الخلفاء۔ میں ہوں جو میرے نام کی روشنی  
 اے نبی اللہ تیرے یار کے نام سے ہے جس کا نام ہے علی خدا  
 کا ولی اور خلفاء کا ختم کرنے والا۔ اس شعر میں آپ نے رسول  
 خدا کو مخاطب کیا۔ اور بصراحت تمام یہ بات بتلائی۔ کہ غلام علی  
 کے نام میں فقط علی جس کی طرف لفظ غلام کی نسبت ہے۔  
 وہ امیر المؤمنین علی کا نام ہے۔ خدا کا نام نہیں۔ یضاحون قول  
 الذین کفروا قلہم اللہ۔ خدا ان کو مارے مشرکوں جیسی بات  
 منہ سے نکالتے ہیں۔ خداوند کریم فرماتا ہے۔ لئن لیستنکتن  
 المسیح ان یكون عند اللہ ولا الملائکة المقرین۔ نہیں انکار



کرتا مسیح اللہ کا بندہ ہونے سے۔ اور نہ متقرب قرشتے۔ تمام  
 انبیاء اور حضرت خاتم المرسلین کا فخر ہے۔ کہ وہ اللہ کے بندے  
 کہلاویں۔ اور جہاں پروردگار نے قرآن مجید میں کسی کو مہربانی  
 سے یاد کیا ہے۔ اس کو عہد کا لقب دیا ہے۔ افسوس آپ نے  
 اپنے نام کی ایسی شرح کی۔ جو سارا بھرم کھو دیا۔ اگر کوئی اور شخص  
 آپ کے نام کے ایسے معنی کرتا۔ تو یہ بلحاظ آپ کی مولودیت  
 کے کبھی اعتبار نہ کرتے۔ غیر خدا کی طرف۔ عبودیت کی نسبت  
 کرنی شرک ہے جس کو شک ہو وہ اس آیت کی تفسیر دیکھ  
 لے۔ فلما اتاھا ما عالجھا جعل اللہ شرکاء فیما اتاھا اللہ تعالیٰ  
 اللہ عبادہ شرکون ہم ابناؤا صاحب سے۔ اس وقت بار کرتے  
 ہیں۔ کہ غلام حسین اور میراں بخش اور نگاہیا نام رکھنا بھی جائز  
 ہے۔ یا نہیں بلکہ اللہ جو بیعت کو جو سنت ہے۔ بدعت  
 کہنا اور مشابہت مشرکین پر فخر کرنا خاص قلاً صاحب کا حقیقہ  
 ہے۔ فالی اللہ المشتکی والبی بیعت الہی۔ ناموں کو ہم  
 ایک بات اور جتلاتے ہیں۔ کہ قلاً صاحب نے اپنے قصیدہ  
 میں دعویٰ کیا تھا۔ کہ اسماء مبارک نبی صلعم اسماء الہی کی  
 طرح سب توثیقی ہیں۔ یعنی جو نام شریعت سے ثابت ہیں۔ اور  
 قرآن و حدیث میں آگئے۔ وہی اطلاق کے جائز ہیں۔ اور ان  
 ناموں کے اور نام اگرچہ وہی معنی رکھتا ہو۔ اطلاق کرنا درست ہے۔

نہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ (اپنے پر لازم کر لیا کہ بجز اس لفظ کے  
 جو حدیث میں وارد ہوا ہے۔ استعمال نہ کروں گا) اور اس  
 قصیدہ میں برخلاف شرط اور التزام کے ایسے ناموں  
 سے آنحضرت کو نامزد کیا ہے جن کا کتاب اللہ اور سنت  
 سے کچھ ثبوت نہیں مثلاً مکمل حیون صحیا۔ ملیک۔ حقیقی  
 صغی۔ اگر دعویٰ ہے تو قرآن و حدیث سے یقیناً یہی نام نکال  
 کر دکھاویں۔ اور ناظرین رسالہ ہذا اپنے اطمینان اور ہماری  
 صداقت کے واسطے اسماء نبوی جو نو ذہنام الہی کے ساتھ  
 چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ پڑھ کر دیکھ لیں۔ ان میں کہیں یہ نام نہ  
 ہوں گے۔ بلکہ بعض نام تو ایسے ہیں۔ کہ ان کا خلاف شریعت  
 سے پایا جاتا ہے۔ مثلاً مقتدا سے ملایک حضرت فرماتے ہیں۔  
 کہ جبریل علیہ السلام میرے معلم تھے۔ اور نماز سکھانے کو میرے  
 امام ہوئے۔ اور آپ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ مقتدائے ملائیک  
 یہ ہیں کتاب و سنت کہیں ثابت کر دو جو رسول اللہ مقتدائے ملائیک  
 ہیں۔ اور فرشتوں پر آپ کی اقتدا لازم ہے۔ ہمارے نزدیک اسماء  
 نبوی تو قیغی نہیں ہیں۔ کیوں کہ اسماء نبوی کے تو قیغی ہونے پر کوئی  
 دلیل کتاب و سنت۔ بلکہ کوئی قول کبرائے امت سے نہیں  
 پائی جاتی ہے۔ لہذا ہم کہتے ہیں۔ جو تعریف اور بزرگی کے نام  
 ہیں۔ رسول کے حضور باری تعالیٰ کے، سب آپ کی ذاتِ بابرکات

پر اطلاق ہو سکتے ہیں۔ ہمیں صرف یہ جھٹلانا منظور رہے۔ کہ ملا صاحب اپنی بات کے بھی پابند نہیں ہیں۔

مغالطہ کیا۔ جاننا چاہیے کہ فقہار عظیم اللہ نے استعمال آیات قرآنی اپنی کلام سے خواہ تضحیں سے ہو۔ خواہ اقتباس سے منع فرمایا ہے۔ اور کفر لکھا ہے۔ تضحیں اور اقتباس قریب المعنی ہیں۔ حاصل معنی اس کے یہ ہیں۔ کہ دوسرے کی کلام کے مضمون کو اپنی کلام کے مضمون میں لے آنا اور اس کو اپنی جنس کلام سے کر دینا اور سابق پہلے کلام سے نکال دینا۔

ہدایہ۔ ملا صاحب نے اقتباس اور تضحیں کے یہاں ایسے معنی بیان کئے جو بالکل غلط ہیں۔ آپ فرماتے ہیں تضحیں اور اقتباس کے معنی ہیں کسی کی کلام کا مضمون اپنی کلام میں لانا۔ اس غلطی سے صاف ثابت ہے کہ آپ کو تعلیم سے بالکل مس نہیں۔ شاید تلخیص بھی نہیں پڑھی۔ صاحب تلخیص لکھنا ہے۔ اصالت تضحیں فہوات لیضمن الشعر الخیر یعنی تضحیں یہ ہے کہ دوسرے کے شعر کو بالفاظ اپنے شعر میں کوئی لے آوے بلکہ غیاث اللغات بھی نہیں دیکھی۔ غیاث اللغات میں ہے۔ تضحیں در آوردن شعر مشہور دیگر یا۔ در شعر خود اور تلخیص میں ہے۔ واما الاقتباس فہو اس لیضمن الکلام مثلیاً صحت القرائت او المحدیث لانا منہ اور غیاث میں ہے۔ اقتباس ہند کراہ

قرآن یا حدیث در عبارت خود آوردن بے اشارت یعنی اقتباس  
 کیا چیز ہے۔ اپنی کلام کے ضمن میں قرآن مجید کی کوئی آیت یا حدیث  
 کا کچھ حصہ لانا بدون جتلا نے اس بات کے یہ قرآن یا حدیث میں  
 سے ہے۔ غرض شعر کی تفسیر کو اصطلاح میں تفسیر کہتے ہیں۔ اور آیت  
 و حدیث کی تفسیر کو اقتباس کہتے ہیں۔ دونوں کو ایک کر دیا۔ اور تفسیر  
 و اقتباس میں جو یہ شرط تھی کہ شعر یا آیت و حدیث کو بالفاظ  
 اپنی کلام میں داخل کرے۔ بدل کر نقل معانی کو تفسیر و اقتباس  
 مقرر کر دیا۔ اور یہ قید (پہلے سیاق سے نکال دینا) اپنی طرف  
 سے بڑھادی۔ صاحب تفسیر لکھتا ہے وہو ضربان  
 ما لہ یقل فیہ عن معناه الا صلی کما تقدم و خلا فہ  
 یعنی اقتباس دو قسم ہے۔ ایک وہ جو معنی اصلی سے نہ پھرا  
 جاوے۔ دوسرا وہ جو معنی اصلی سے منتقل ہو جاوے۔ غرض  
 دونوں قسم کو اقتباس کہا جاتا ہے۔ ایک ہی میں حصر نہیں۔  
 باقی رہا تحقیق مسئلہ اقتباس واضح رہے۔ کہ کلام اللہ کا  
 اقتباس جائز ہے۔ چنانچہ ہدایت نمبر (۱۱) میں بحوالہ احادیث  
 و آثار ہم بخوبی ثابت کر چکے ہیں۔ اس مقام پر بھی چند روایات  
 پیش کی جاتی ہیں۔ کہ حق از باطل معلوم ہو جاوے۔ جب رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر کو پہنچے۔ یہ کلام فرمائی۔ انا انزلنا بسا حتم  
 قوم منہا و صبا ح المذہب قرآن مجید میں ہے۔ فاذا نزل

بسا حنقہم فساء صباح المنذرین۔ نزل غائب کا صیغہ مقام جہم کا  
 فاعل ہے عذاب آنحضرت نے نزلنا جمع متکلم کا صیغہ فرمایا۔ اور  
 ضمیر جمع کو فاعل بنایا۔ اور ایسا ہی لفظ ہم جو راجع ہے۔ طرف  
 کفار لگے کے حذف کیے اس کی جگہ قوم فرمایا۔ اور اہل خیبر کو  
 مراد رکھا۔ اور قربانی ذبح کرتے وقت فرمایا۔ انی وجہت و جہی  
 للذی فطر السموات والارض علی صلاۃ ابراہیم حنیفا و ما  
 انا من المشرکین۔ قرآن مجید میں عکابیت ہے۔ ابراہیم علیہ  
 السلام سے اور رسول اللہ صلیم نے اس موقع پر اپنے آپ کو  
 فاعل وجہت کا ٹھہرایا۔ اگر رسول اللہ کو فاعل وجہت نہ بناویں۔  
 تو لفظ علی صلاۃ ابراہیم (جو حال ہے فاعل وجہت سے) نہیں  
 بنتا۔ اور فرمایا بادرس والاعمال سبعا لیل قواہ او الساعۃ الساعۃ  
 ادھی واصر۔ جملہ والساعۃ ادھی واصر آیت قرآنی ہے۔  
 آپ نے اپنی کلام میں ملائی۔ اور فرماتے تھے۔ اللہم فالق الا  
 صباح وجاعل اللیل سکنا والشمس والقمر حسبانا اقف  
 عنی الدین واغنی عن الفقر۔ فالق الا صباح حسبانا تک  
 قرآن کی آیت ہے۔ رسول اللہ صلیم اپنی دعا کے ضمن میں اسے۔  
 حضرت ابن مسعود نے فرمایا۔ قد ضللت اذا وما انا من المتہدین  
 افضی فیہا بما فاضی النبی صلیم الحمد یشی یعنی تحقیق میں گمراہ ہو  
 جاؤں (اگر ابو موسیٰ کے موافق فتویٰ دوں) اور نہ ہوں میں راہ



پانے والوں سے میں حکم کروں گا۔ وہ بیو حکم کیا۔ رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر قرآن میں قد ضللت کے متکلم رسول اللہ  
 ہیں۔ اور ابن مسعود نے اپنے آپ کو متکلم ٹھہرایا۔ اور آیات قرآنی  
 کو اپنی کلام میں درج کر دیا۔ اور عبد اللہ بن عمر نے کہا۔ طافت  
 رسول اللہ صلواتہ علیہ وسلم بین الصفا والمروة سبعة اوقات کلمہ  
 فی رسول اللہ الصلوۃ حسنتہ۔ قد کان حنتہ تک قرآن مجید  
 کی آیت ہے۔ عبد اللہ بن عمر اپنی کلام کے سیاق میں لائے  
 اور ابو بکر صدیق نے اپنے وصیت نامہ میں لکھوایا۔ انی استخففت  
 علیکم بعدی محمد بن الخطاب فاسمعوا له واطيعوا واخاف  
 له الی اللہ ورسوله ودينه ونفسی وایاکم خیرا فان  
 عدل فذلک ظنی به وعلی فیه وان عدل فکل  
 امرئ ما اكتسب والخیر ردت وکلا احکم الغیب وسمع  
 الذین ظلموا اکی منقلب یقبلون والسلام علیکم ورحمة  
 اللہ وبرکاتہ آیت قرآنی کو اپنی کلام کے ضمن میں داخل کر دیا۔  
 ان روایات سے اقتباس کے دونوں قسموں کا جواز ثابت ہوا۔  
 اور اس قسم کی روایات صحیحہ بہت ہیں۔ ان کے استیعاب  
 کے واسطے سفر جلیل چاہیے۔ اس مختصر میں سب کا استیعاب  
 ناممکن ہے۔ پس اگر کوئی گنہگار فقیہہ بر خلاف حدیث نبویہ  
 وقواعد فقیہہ مسلمانوں کو ناجح کافر کہے گا۔ تو کیا وہ فی الواقع کافر

ہو جائیں گے۔ معاذ اللہ بلکہ وہ خود فقیہ نہیں جو ایسا فتویٰ دے۔ فقہ سائیکے نزدیک اگر سوجہ کفر کی ہو۔ اور ایک اسلام کی۔ تو بھی کافر کہنا جائز نہیں۔ سچہ جائیکہ ایک بھی وجہ کفر اور برائی کا نہ ہو۔ اور لوگوں کو کافر کہا جائے۔ خاص کر ملاح صاحب پر سخت افسوس ہے۔ اتباع حدیث کے مدعی ہو کر ایک فقیہ کے کہنے پر صرف اقتباس کلام الہی کے سبب سے جو اخبار و آثار سے ثابت ہے۔ مختلف ناموں کو کافر بتلاتے ہیں۔ اور انہی تقلید میں پڑتے ہیں۔ طرفہ یہ ہے۔ کہ جتنی مثالیں ملاح صاحب تفسیرین و اقتباس کی لائے ہیں کسی مرتبی سے وہ ٹھیک نہیں۔ صحیح مہذبہ تو آپ جانتے ہی نہ تھے۔ خانہ سزا تعریف کے موافق بھی ان مثالوں میں تفسیرین نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ ہم موافق ہرزو تعریف کے آپ کے شبہات کا جواب دیں گے۔

مخاطبہ ہوگا۔ اب چند مثالیں اقتباس اور تفسیرین کی فارسی اور عربی سے لکھی جاتی ہیں۔ مولوی جامی فرماتے ہیں۔ بیت سحر از سبوح میان گریوں صلاوہ۔ کہ سبحان الذی اسری بعیدہ مولوی صاحب نے پہلے مہر عہ کے مضمون سے آیت سبحان الذی ملانی ہے۔ اور قرآن کے سیاق سے نکال دیا۔

ہدایہ۔ آپ کے نزدیک تفسیرین اور اقتباس ایک چیز ہے۔ اور دونوں کی تعریف یہ ہے۔ جو دوسرے کی کلام کا مضمون اپنی

کلام میں لاوے۔ اس شعر میں بالفاظ دوسرے کا قول نقل کیا گیا ہے۔ پس نہ تضمین پائی گئی۔ اور نہ اقتباس اور موافق اصطلاح کے اس کو تضمین نہیں کہہ سکتے تضمین کی تعریف ہے۔ دوسرے کا شعر اپنے شعر میں درج کرنا اور آیت سبحان الذی شعر نہیں۔ یہ باقتباس اصطلاحی بظاہر اس شعر میں پایا جاتا ہے۔ مگر شاعر نے سبحان الذی کو قول ملائکہ کہہ کر اپنے شعر کے مصرعہ آخری میں درج کیا ہے۔ نہ ایسے طور پر کہ قول حق جبل و علی ہونے کا استعمال بھی باقی ہو۔ الغرض اس شعر میں تضمین و اقتباس کسی طرح پائے نہیں جاتے۔ ہاں مولوی جامی پر اس نقل کی تصحیح کا سوال باقی ہے۔

مغالطہ ہے۔ اور سعدی صاحب فرماتے ہیں۔

زینبہ از قرین بد ز نہار و وقتار بنا عذاب النار  
اور حافظ کہتا ہے

چشم حافظ زیر بام قصر آن حورا شد و شبیہ جنات تجری تحبہ الا نہار و  
دیکھو دونوں شاعروں نے قرآن کو سیاق سے نکال دیا ہے۔ اور اپنی کلام میں درج کر دیا۔

ہذا ہے کسی تعریف کے موافق ان دونوں شعروں میں تضمین نہیں۔ اور قرآن کو سیاق سے نکالا۔ سعدی نے قرین بد کی تکلیفوں اور برائیوں کو عذاب جہنم نہیں ٹھہرایا۔ اور

مؤذنی ہم نشین کی محاورت کو دوزخ قرار دے کر یہ آیت نہیں  
 پڑھی۔ اس کے صحیح معنی یہ ہوتے۔ کہ اسے پروردگار بڑی صحبت  
 سے محفوظ رکھے۔ تاکہ ہر وقت کے بلاپ سے میرے دل کا میلان  
 اس طرف نہ ہو جائے۔ اور اس میلان کے سبب تیرا  
 قہر نازل نہ ہو۔ چنانچہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ ولا تتركوا الی  
 الذین ظلموا فتمسکم النار اور تم مرت مجھ کو ظالموں کی طرف  
 پس تمہیں پھوٹے گی آگ۔ حضرت شیخ نے بڑے بار کو موجب  
 دخول نار جان کر اس کی صحبت سے پناہ سچا ہی۔ اور دیکھتے  
 مانورہ پڑھی۔ آپ اگر اس پر بھی کافر کہتے ہیں۔ تو اس کا  
 انصاف اللہ کے سلسلے ہوگا۔ اور حافظ نے اپنے شعر میں کسی  
 کا مضمون نقل نہیں کیا۔ الفاظ نقل کئے ہیں۔ آپ کی اصطلاح  
 کے موافق تفسیر اور اقتباس نہیں پایا جاتا۔ اور اصطلاح علماء  
 کے بموجب تفسیر نہیں کہہ سکتے۔ کیوں کہ جنات تجدی کسی  
 کا شعر نہیں۔ ہاں اقتباس ہے۔ لیکن قرآن کو سیاق سے نہیں  
 نکالا۔ حافظ نے لفظ شیوہ کہہ کر اس شبہ کو دور کر دیا یعنی  
 چشم حافظ نہر اور قصر شاید جنت نہیں۔ بلکہ حافظ کا روناقم  
 کے نیچے کھڑا ہو کر جنات تجدی تختہ الانہار سے مشابہت  
 رکھتا تھا۔ آپ نے غضب کیا۔ قصور فہم سے شعروں کے معنی  
 بگاڑ کر کفر کا فتویٰ جاری کر دیا۔ اگر ایسا ہی ہے تو آپ

کے اس رسالہ کے اول بسم اللہ لکھی ہے۔ اور آخر میں الحمد للہ  
 رب العالمین اور علی اللہ المشتکی و بنو علیہم بذات الصدور اب  
 خود اپنے حق میں اس اقتباس کرنے پر کیا فتویٰ دو گے ایک  
 پر جسند جواب میں آپ کو بثلثا ہوں۔ آپ کہہ دیں ہم  
 مرفوع القلم ہیں۔

در مخالفت مع الیوم ابوقاسم رافعی کا قول ہے۔ شعر  
 و عزم و نغم الملک یوم غرور ہم : فنیعدون عن امن الکناب  
 آیت قرآن میں مرجم عام ہے۔ اور اس نے مرجم اس  
 کا بادشاہوں کو ٹھہرایا ہے۔ جو اپنے دعوے پر غرور کرتے ہیں۔  
 اور قرآن کو سیاق سے نکال دیا۔

ہدایہ۔ تلا صاحب کی تعریف کے موافق اس شعر  
 میں بھی تفسیر اور اقتباس نہیں پایا جاتا۔ اور یہ جو آپ فرماتے  
 ہیں۔ (آیت قرآن میں مرجم عام ہے اور قرآن کو سیاق سے  
 نکال دیا) مرجم عام نہیں، بلکہ خاص ہے۔ خاص قوم صانع  
 کا ذکر ہے۔ اور اگر مرجم عام فرض کیا جاوے۔ جیسا آپ نے بیان  
 فرمایا ہے۔ تو اس صورت میں کچھ اعتراض ہی باقی نہیں رہتا۔  
 کیوں کہ حکم عام اپنی تمام افراد پر صادق آسکتا ہے۔ مثلاً ان  
 اللہ لو یهدی کیل الجنابین۔ اللہ نہیں چلاتا فریب  
 و غابا نون کے حق میں ہے اور ایسے ہی ہیں للمطفضین خرابی



ہے کم تو لے والوں کو اس آیت میں تمام کم تو لے والوں کو وعید ہے۔ اگر بوقت وعظ آپ ان آیات قرآنی سے کسی نصیحت کنندہ یا کم تو لے والوں کو ڈرائیں گے۔ تو بغفتہ فقیہہ گناہ ظالم ہٹے گا۔ ہرگز نہیں۔ حکم باعتبار مورد عام ہو یا خاص عام سمجھا جائے گا۔ اور تمام افراد کو شامل ہو گا۔ صحابہ سے لے کر اجلتک علماء کا یہی طریقہ ہے۔ صورتِ خاص میں دلیل عام سے سند پکڑتے ہیں۔ ایسا ہی شاعر نے سذمات پر غرور کرنے والوں کو ڈرایا ہے۔ الغرض چاروں شعروں میں ملاً صاحب کی تعریف کے موافق تفسیریں اور اقتباس نہیں پایا جاتا۔ اور تعریف صحیح کے موافق بھی کسی میں تفسیریں نہیں اور نہ قرآن کو سیاق سے نکالا۔ **مغالطہ** کے بارے میں تفسیر الفستاوی میں ہے جو شخص بد لے کلام اپنی کہے استعمال کلام اللہ کو کرے کافر ہوتا ہے جیسا کہ اثر ہام آدمیوں کو دیکھ کر کے فجمنا ہم جمعاً۔

**ہذا یہ**۔ ملاً صاحب نے وعدہ کیا تھا۔ کہ ہم ہر ایک مسئلہ کو آیات و احادیث صحیحہ سے ثابت کریں گے۔ اور اس مقام میں بجائے کتاب و سنت کے ایسی کتابوں سے سند پکڑتے ہیں۔ جو ٹھیک ٹھیک اس آیت کریمہ کا مصداق ہیں۔ ان ہی اکاسماء سمیت تمہا انتم و اباؤکم ما انزل اللہ بہا من سذمات یہ صرف نام ہیں۔ جو سبھے ہیں تم نے اور تمہارے

آباد اجداد نے نہیں نازل کی اللہ نے ان کی (صحت پر) کچھ دلیل  
 فرمایا اللہ جل شانہ نے ان احکم الا للہ حکومت نہیں کسی کی  
 سوائے اللہ کے۔ کوئی کسی کے کہنے سے کافر نہیں ہوتا۔ صاحب  
 فقہ جیسے فقیر اور آپ جیسے ملا ہزار فتوے سچا ہیں۔ زیادہ تر  
 افسوس اس بات کا ہے۔ جو آپ فقہا کی غرض نہیں سمجھے۔ ان  
 کا مطلب یہ ہے۔ کہ بجائے کلام اپنی کے بطریق استہزاء تو ہیں۔  
 کلام الہی کا لانا کفر ہے۔ مطلقاً اقتباس منع نہیں۔ چنانچہ فتاویٰ  
 ظہیر میں صاف لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس پیالہ بھر کر  
 لاویں۔ اور وہ دیکھ کر کہے کہ اعلیٰ قاب طریق مزاج کے وہ کافر ہو  
 جائے گا۔ پس اگر آپ صاحب فتاویٰ کی تقلید کرنی چاہتے  
 تھے۔ تو یوں فرماتے۔ جو شخص آیت وحدیث سے ٹھٹھا کرے گا۔  
 وہ کافر ہو جائے گا۔ آپ نے مطلق تضحیح و اقتباس کو کفر  
 ٹھہرایا۔ اور جن اہل مذاہب کو غرق بحر ضلالت کہتے تھے۔ انہیں  
 کی تقلید سے خود گرداب ہلاکت میں غوطہ کھانے لگے۔  
**مغالطہ ۷۸۔** اور مجید میں ہے شخص لوگوں کو جمع کر کے کہے۔  
 فحشنا ہم فلم نغادر منہم احد ایا کہے فجمعنا ہم جمعاً یا کہے۔  
 فجمعنا ہم عندنا کافر ہوتا ہے۔  
**ہدایہ۔** مصنف مجید کا حال معلوم نہیں۔ مگر ہمارے ملا  
 صاحب کو قرآن مجید میں کمال مہارت کا دعویٰ ہے۔ شاید فقیر کے

فقہ کو نقل کرتے ہوئے غور سے نہیں دیکھا۔ ورنہ فحش و  
 ہم عندنا کو آیات قرآنی میں شمار نہ کرتے۔ اور اگر سوشل سمجھ  
 کہ آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں۔ تو یہ سمجھا جائے گا۔ کہ آپ کے  
 نزدیک اعرابی بولی میں کلام کرنا کفر ہے۔

مقالہ ۱۷۹۔ اور بدرالرشید یا صاحب نکتہ فتاویٰ نے لکھا  
 ہے۔ کہ سنائیں نے بعض اکابر سے کہتے تھے۔ کہ جو امر کے مقام  
 میں کہے۔ بسم اللہ جیسا کہ کوئی پوچھے کہ داخل ہوں میں یا پڑھ  
 جاؤں یا کہے۔ آگے آؤں میں یا چلا جاؤں۔ میں وہ شخص جو اب دے  
 بسم اللہ یعنی میں نے تجھ کو آذان دیا۔ کافر ہو گیا ہے۔ اور نہ دینی  
 آگے رکھ کر کہنا بسم اللہ کافر ہوتا ہے۔

ہدایہ۔ اس مسیحی نے بڑی مٹھو کر کھائی۔ اور ایسی بات  
 کہی۔ جو خالی نہ جائے گی۔ جس کے سبق میں یہ فتویٰ تکفیر جباری  
 کیا گیا ہے۔ اگر وہ مسیحی اس کا نہ ہوا۔ تو کہتے والے کو ہرگز نہیں  
 چھوڑتا۔ اتنی سمجھ بھی نہیں۔ کہ بسم اللہ کا متعلق اکثر مقدم ہوتا  
 ہے۔ یعنی متکلم کی مراد ایسے موقع پر بسم اللہ کہنے سے یہ ہوتی  
 ہے۔ اور خال باسم اللہ اور کل باسم اللہ جیسے کتابوں اور  
 رسائل کے عنوان میں قدیم سے بسم اللہ لکھتے رہے ہیں۔ وہ سب  
 کافر ہو جاویں۔ العیاذ باللہ۔ جس نے گھر میں آنے والے یا کوٹھے  
 پر چڑھنے والے یا دسترخوان آگے چن کر کھانے والے کو کہا بسم

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا نام لے کر اندر آجا یا کوٹھے پر چڑھ جا۔ یا کھانا شروع کر دے۔ اس نے تیر کا و تعظیماً اللہ کا نام لیا۔ آپ فرماتے ہیں کافر ہو گیا۔ اس فتویٰ میں فقہاء سے بھی دس قدم آگے بڑھ گئے۔ انہوں نے کتاب اللہ کی بے ادبی سے منع کیا تھا۔ آپ نے تعظیماً نام لینے سے بھی منع کر دیا۔

**مخالفت** میں کہتا ہوں۔ کہ فقہاء نے لکھا ہے۔ **ملا علی قاری** خواہ غصے ہوں۔ یا راضی کیا بھلا کلمہ کفر کا جہاں میں مستعمل ہو جائے۔ تو جائز ہو جاتا ہے۔ **نعوذ باللہ من ذلک**۔

**ہدایہ**۔ ملا صاحب آپ گھبرائیے نہیں ملا علی کی خطا اور تفسیر

بتلابیئے۔ کیا انہوں نے کسی آیت سے انکار کیا۔ یا حدیث سے سرسپیرا

ہے۔ جو آپ اس قدر ناخوش ہیں اور کمال کراہت طبع سے انکو زمرہ

فقہاء سے (جتنے سرگروہ آپ ہیں) دھکے دیکر باہر نکالتے ہیں۔ اگر صرف

مسئلہ تکفیر کی مخالفت کے سبب آپ ناراض ہیں۔ تو اس میں ملا علی کا

کچھ قصور نہیں۔ اس سلسلہ پر کوئی دلیل شرعی نہ تھی۔ ملا علی نے بے دلیل بات

جیان کر ڈ کر دیا۔ آپ کے پاس کوئی سند ہو تو لابیئے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ

منتقل ہو کر ملا علی قاری کو ملامت کریں گے۔ اور اگر کتاب و سنت سے

سند نہیں ملتی۔ اور صرف صاحب نتمہ الفتاویٰ اور امثال ذلک کا

قول ہے تو ملا علی نے کچھ گناہ نہیں کیا۔ تمام اہل تحقیق یہ سند

مسئلوں سے انکار کرتے چلے آئے ہیں۔ انہوں نے بھی انکار کر دیا۔

بلکہ ملاً علی کا قول اُن سے ہزار درجہ بڑھ کر معتبر ہے۔ تعجب ہے  
ابھی آپ فقہاء کو گرداب غملا اللہ کے سوالے کونے کھتے۔ اور  
ابھی ان کے خلاف پر ملاً علی کو طے نٹنے لگے۔ گویا فقہاء انبیا ہیں۔  
ان کی مخالفت جائز نہیں۔

صفا اللہ علیہ السلام۔ نزول کا مروج خود پیغمبر خدا ہی ہیں صلعم اور ہم  
کا مروج قوم ہے۔

ہذا آیت۔ یہ آیت مکی ہے۔ کفار مکہ عذاب الہی پر دلیری کرنے  
تھے۔ اللہ نے یہ آیت ان کے سخی میں نازل فرمائی ماقبل اس آیت  
شریفہ کا اس طرح ہے۔ اذ انزلنا من السماء  
فساء صبا ح المندربین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ پس ہمارا  
عذاب یہ جلدی چاہتے ہیں۔ پس جس وقت... وہ (عذاب)  
اُن اترے گا۔ ان کے میدان میں۔ پس بری ہوگی صحیح طور سے  
گئے لوگوں کی۔ نزل کا فاعل عذاب ہے۔ اور ہم کی ضمیر اہل مکہ  
کی طرف پھرتی ہے۔ سیاق قصہ کے مخالف اور تمام مفسرین  
کے خلاف آپ نے یہ معنی بنائے ہیں۔ اب ہم آپ کو دیکھیں۔  
یا آپ کی اس تفسیر کو۔ اللہ اکبر خربتے خمیا اور انا انزلنا  
ایسا حۃ قورق ساء صبا ح المخالقین والحمد لله رب  
العالمین۔

یا رب غفیر ان طغوت اقلمتا یا رب معذرتک من الطغیان



بحيرة وجهك خير مسؤل به  
 وبنور وجهك يا عظيم الشان  
 وبك المعاذرة ما ذمرك أن  
 تغيث كل مله ولهفات  
 ذلك المحامد كلها حمد آما  
 يرضيك له يغني على الزمان  
 وعلى رسوك افضل الصلوة  
 السليم منك واكمل الرضوان  
 وعلى صحابته جميعا والولى  
 تبعهم من بعد بالايمان

---

## بیان واجب الاعمال

آنچه را تم الحروف در این رساله بر اوست زمره صوفیه و اتباع ایما ربیبه  
از طعن طاعین و تشنیع مشنوعین نموده مقصود از مره صوفیه آل فرقه است که  
اشغال و اذکار و وظائف ایشان موافق کتاب الهی و سنت نبوی باشد و اعظ  
و نصایح ایشان ترویج توحید و سنت در و شرک و بدعت و تعلیم ایشان  
اسماء و آله و اوصیای آن نبی و وظائف با توره و بیعت ایشان بر توبه از شرک و  
معاصی و ثبات بر کتاب و سنت مصطفوی است و ما حسن ما قال الحافظ ابن  
القمی صوفیه سینه نبویه، لیسوا اولی شیط و الا هندیاں - نه تزکیه و بر اوست آل  
طایفه که خود را باسم صوفیه مسمی نموده و در سبب ایشان حلول و اتحاد است و قائل  
و مجرد مطلق اتصال و انفصال و طریقه ایشان با ساحت محرمات و ترک فرایض و اوراد  
و وظائف ایشان الفاظ شرکیه و کلمات مماله و اسماء و مشایخ و بیعت ایشان بر امور  
بدعیه و طریق غیر مشرورعه و مواعظ و نصایح ایشان ترغیب به عبادت و تعلیم قبول و  
تصدیق و عرس پیران و اعمال ایشان اختلاط با زمان تا محرم مثل اختلاط  
با مردان و حجاب از نسوان و مساوات محرمات با غیر محرمات و محبت اطفال و بزرگان  
و غیر ذلک من الفواحش و اذواق و محالات ایشان از عناد و مزامیر و معازف  
و رقص که این همه از محرمات شرعی است اگر چه مصنف تحقیق الکلام قائل است  
است مگر باره ازین صوفیه بیزاری و بر اوست است و بغض و عداوت - در بین  
زمان همین فرقه ملاحظه و طائفه طاعیه خود را بنام صوفیه مسمی نموده عالمی  
را از صراط مستقیم به راه فسادت کشیده اند و جہان را در لایه بلاکت انداخته من

صاف و مسلمان پاک را لازم است که تلاش صوفیه سنیه نبویه که در عصر ما اعتقاد  
صفت گشته اند بکنند و از حجاب است و صحبت فرقه آخره که جهانگیر شده اجتناب  
نمایند و لغت ما قیل و قال بسا ابلیس آدم روی است پس بهر و نباید و او در  
و مراد از اتباع ایما آنانند که در قواعد اصولیه و مسائل قیاسیه مذہب امامی که بفرقه  
ایشان راجح آمده اختیار نموده و در مسائل منصوصه اتباع امام الایمه رسول البر  
و صلعم بر خود لازم گرفته و همین است طریقه اکثری از فقہاء و محدثین در روش  
جمهوری از متقدمین و متاخرین نه ترکیه و منقبت متقدمین متعصبین که قول امام  
را مثل وحی سماوی و فرمان نبوی میدانند و نه در شرعیه را در مقابل قول امام  
پس پشت می اندازند و این است طریقه بعضی جهل از اتباع ایما در روش بعض  
نکاره با مشایخ و اساتذہ اعادنا الہ منہم کہ عین و مذہب بر ایشان طلب شده  
فرق در دین مذہب نمی توانند اتباع مخصوص دین است و ترک مخصوص  
در مقابل قول امام اعراض است از دین و تقلید امامی در قواعد اصولیه  
و مسائل قیاسیه مذہب است لکن علی دین محمد و مذہب فلاں پس  
دین و مذہب را واحد دانستن و در میانش تمیز نمودن عین حق و  
جهالت است و محض نادانی و سفاهت چنانچه باین مضامین درین  
رساله جایجا اشاره رفته -

## اشعار و جدیدہ

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کا  
 ارشاد تصوف و سلوک کے بارے میں :-  
 آپ رسالہ تصوف و سلوک کے مقدمے میں تحریر فرماتے ہیں۔  
 اب رہا حضرت عمر فاروقؓ کا تو بیع علوم احسان و یقین میں جو آج  
 کل "علم تصوف و علم سلوک" کے نام سے موسوم ہے۔ اس سے زیادہ  
 ہے کہ ہم اس سب کا احصار کر سکیں۔ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے۔  
 کہ ہم سب نہیں تو بعض مباحث ضرور ایک رسالہ کی صورت میں جمع  
 کر دیں۔ جس سے دو فائدے مترتب ہوں گے۔ اول منزلت  
 حضرت عمر فاروقؓ پر واقفیت ہوگی۔ دوم یہ بھی ظاہر ہو جائے گا  
 کہ یہ علم خلفائے راشدین سے ثابت ہے اور بدعت نہیں  
 ہے۔ کہ بتقدیرون ثلاثہ پیدا ہو گیا ہے۔ کما ظن من لیس لہ نصیب فی  
 علوم الحدیث جیسا کہ ان لوگوں کا گمان ہے۔ جنہیں علم حدیث  
 سے کچھ بھی حصہ نہیں ملا۔ ازالۃ الخفاء اور مقصد دوم ص ۲۹  
 (۲) اہام کی حقیقت اور تصوف و سلوک کو بدعت سمجھنے والے  
 حضرات کے مبلغ علم نیز فقہ امام اعظم

## کی فضیلت کو سمجھنے کیلئے حضرت مجدد الف ثانی

سرہند کی کارشاد مکتوب **۱۵۵۵** دفتر دوم۔

حضرت عیسیٰؑ اس شریعت کی متابعت اور حضورؐ کی سنت کا اتباع کریں گے۔ کیونکہ اس شریعت کا نسخہ جائز نہیں۔ عجب نہیں کہ علماء و ظاہر حضرت عیسیٰؑ کے مجتہدات اور دقیق اور پورے ہونے کے باعث انکار کر جائیں۔ اور ان کو کتاب و سنت کے مخالف جانیں حضرت عیسیٰؑ روح اللہ کی مثال حضرت امام اعظم کوئی کسی ہی ہے۔ جنہوں نے ورع و تقویٰ کی برکت اور سنت کی متابعت کی دولت سے اجتہاد و استنباط میں وہ درجہ بلند حاصل کیا ہے۔ جس کو دوسرے لوگ سمجھ نہیں سکتے اور ان کے مجتہدات کو وقت معانی کے باعث کتاب و سنت کے مخالف جانتے ہیں۔ اور ان کو اور ان کے اصحاب کو اصحاب رائے خیال کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ ان کی حقیقت اور روایت تک نہ پہنچے اور ان کے فہم و فراست پر اطلاع نہ پانے کا نتیجہ ہے۔ امام شافعیؒ نے کہ جس نے ان کی فقہیت کی باریکی سے غور و اسما حصہ حاصل کیا ہے۔ فرمایا ہے۔

أَفْقَهُاءُ كَلَامِ عِبَالِ ابِ حَنِيفَةَ ان كَم مَقُولِ كِي مَرَاتِ پَرِ اَفْسُوسِ  
 کہ اپنا قصور دوسروں کے ذمہ لگاتے ہیں۔ اور یہ جو خواجہ محمد پارسیؒ نے

فصول ستہ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ انزول کے بعد امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے موافق عمل کر سکتے تھے کہ اسی مناسبت کے باعث جو امام



ابو حنیفہؒ کو حضرت علیؑ کیساتھ ہے لکھا ہو یعنی ان کا اجتہاد حضرت  
امام اعظمؒ کے اجتہاد کے موافق ہو گا۔ نہ یہ کہ ان کے مذہب کی تقلید کریں گے کیونکہ  
حضرت عیسیٰؑ کی شان اس سے برتر ہے کہ علماء و امت کی تقلید کریں بلکہ کلف و  
تعصب کہا جاتا ہے۔ کہ اس مذہب حنفی کی لورائیت کشفی نظر میں دریاے عظیم کی  
طرح دکھائی دیتی ہے اور دوسرے مذاہب جو قوی اور نہروں کی طرح نظر آتے ہیں اور ظاہر  
میں بھی جب ملاحظہ کیا جاتا ہے۔ تو اہل اسلام سے سواد اعظم یعنی بہت سے لوگ  
امام اعظمؒ کے تابعدار ہیں یہ مذہب باوجود بہت سے تابعداروں کے اصولی و فروعی  
میں تمام مذہبوں سے الگ اور استنباط میں اس کا طریق علیحدہ ہے اور یہ معنی  
حقیقت کا پتہ بتاتے ہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ امام اعظمؒ سنت کی پیروی  
میں سب سے آگے ہیں۔ حتیٰ کہ احادیث میں کو احادیث مسند کی طرح منقول  
کے لائق جاننے اور اپنی رائے پر مقدم سمجھتے ہیں۔ اور ایسے ہی صحابہ کے قول  
کو حضورؐ کی شرف صحبت کے باعث اپنی رائے پر مقدم جانتے ہیں دوسروں  
کا ایسا حال نہیں پھر بھی مخالف انکو صاحب رائے کہتے ہیں۔ اور بہت بے ادبی  
کے لفظ ان کی طرف منسوب کرنے ہیں حالانکہ سب لوگ ان کے کمال علم و درج  
و تقویٰ کا اقرار کرتے ہیں حق تعالیٰ انکو توفیق دے کہ دین کے سردار اور اسلام  
کے رئیس سے انکار نہ کریں اور اسلام کے سردار اعظم کو انذار دیں۔ یہ یہی دن ان  
کی طرف تیرا الہام وہ لوگ جو دین کے ان بزرگواروں کو صاحب رائے جانتے ہیں اگر  
یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ بزرگوار صرف اپنی رائے پر ہی حکم کرتے تھے۔ اور کتاب و سنت  
کی مخالفت نہیں کرتے تھے۔ تو ان کے ذہن خدایاں کے مطابق ان کو اسلام کا ایک سواد اعظم

مگر اور بدعتی ہمارے گروہ اسلام سے باہر ہے۔ اس قسم کا اعتقاد وہ بیوقوف جاہل  
 کرتا ہے جو اپنی جہالت سے بے خبر ہے یا وہ نادانین جس کا مقصود یہ ہے کہ  
 اسلام کا نصف حوصہ باطل ہو جائے۔ ان چند ناقصوں نے چند حدیثوں کو یاد کر

لیا ہے۔ اور شریعت کے احکام کو انہی پر موقوف رکھا ہے۔ اور اپنی معلوم کے  
 ماسوا سب کی نفی کرتے ہیں اور جو کچھ ان کے نزدیک ثابت نہیں ہوا انکا انکار کر دیتے ہیں  
 چوں کہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ زمین و آسمان اور یہاں امت

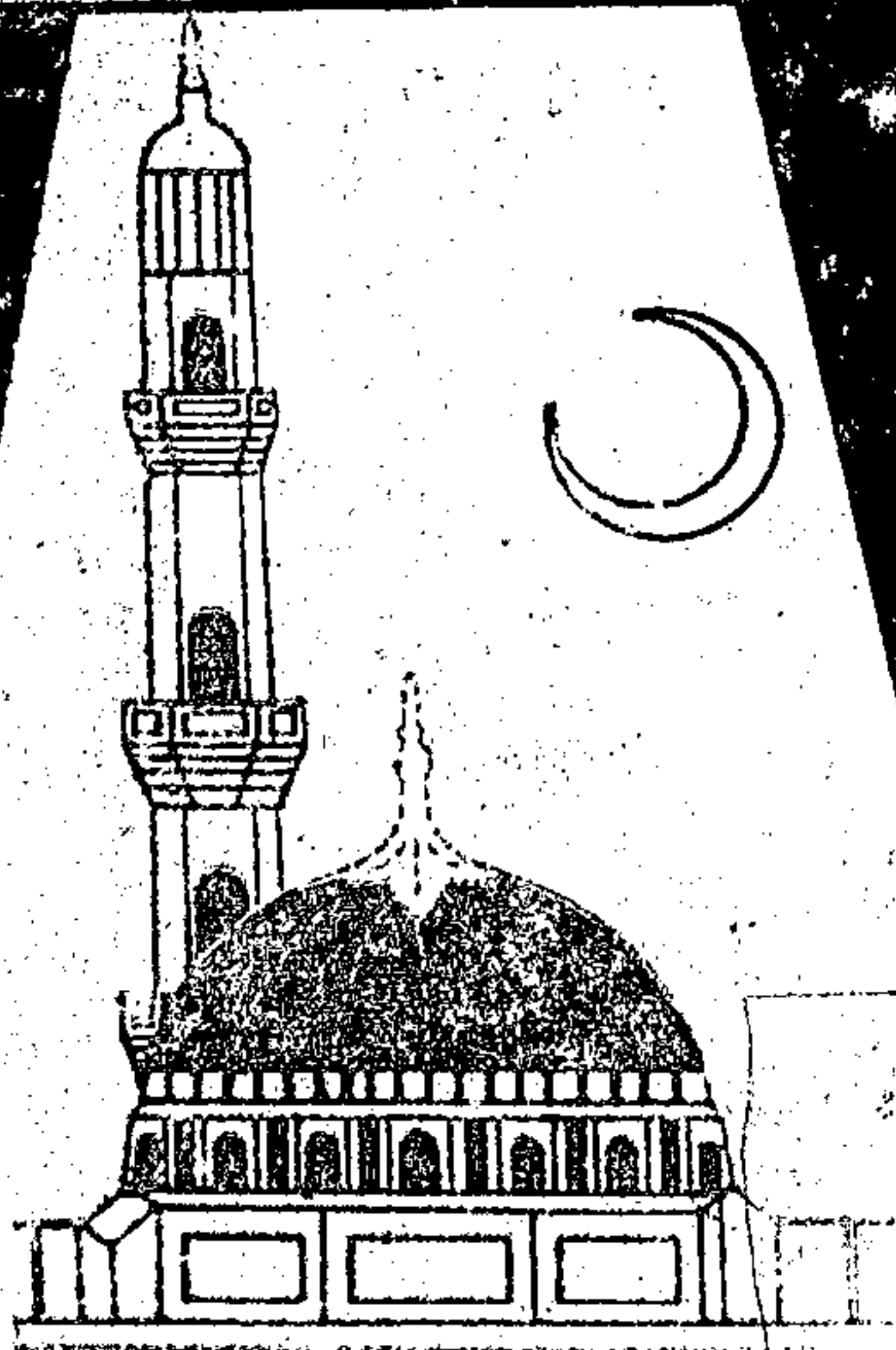
ان کے بیہودہ تعصبوں اور فاسد نظروں پر ہزار افسوس ہے فقہ کا بانی ابوحنیفہ  
 ہے اور فقہ کے تین حصے اسکو مسلم ہیں اور باقی چوتھے حصہ میں سب شریک ہیں فقہ  
 میں صاحب خانہ وہی ہے۔ اور دوسرے سب اسکے عیال ہیں باوجود اس مذہب  
 کے التزام کے مجھے امام شافعی سے محبت ذاتی ہے اور میں اسکو بزرگ جانتا ہوں۔  
 لیکن کیا کروں کہ دوسرے لوگ باوجود کمال علم و تقویٰ کے امام اعظم کے مقابلہ میں بچوں  
 کی طرح نظر آتے ہیں۔ والہم انی اللہ سبحانہ

سوال :- جب دین کتاب و سنت سے کامل ہو گیا پھر وہ کونسی کمی ہے جو الہام سے پوری  
 ہوتی ہے۔ جواب :- الہام دین کے پوشیدہ کمالات کا ظاہر کرنا ہے نہ کہ دین  
 میں زیادہ کمالات ثابت کرنے والا جس طرح اجتہاد احکام کا مظہر ہے اسی طرح  
 الہام ان سقائق و اسرار کا مظہر ہے جو اکثر لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتے اگرچہ دونوں میں واضح  
 فرق ہے کہ وہ اس کے کب طرف منسوب ہے اور یہ اس کے پیدا کرنے والے جس شانہ کی طرف پس  
 الہام میں ایک قسم کی احوالت پیدا ہو گئی جو اجتہاد میں نہیں۔ الہام نبی کے اس اعلام کی  
 مانند ہے جو سنت کا ماخذ ہے اگرچہ الہام ظنی ہے اور وہ الہام قطعی

اشیاء الایمان والبیعت

مختصاً

حضرت مولانا عبدالحمید صاحب غزنوی



ناشر  
محقق پبلیشرز مارٹ لہائی بازار سیالکوٹ